آثار و نقوش

نیشنل آرکائیوز میں محفوظ، آئی سی سی آر کے فائلوں اور دیگر سورسز
سے مأخوذ مولانا آزاد کے تاریخی و سیاسی نادر خطوط اور احکام و ہدایات کا مجموعہ

مُؤلّف و مُرتّب

ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری

ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پاکستان

کراچی ۷۵۸۰۰

صحت نامہ

افسوس کہ احتیاط کے باوجود کتابت کی بعض غلطیاں تصحیح میں چھوٹ گئیں۔ یہاں صرف چند اہم غلطیوں کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ قارئین کرام اپنے پیش نظر نسخوں میں تصحیح فرمالیں۔ (ا۔س۔ش)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۹	اشاریہ	اشارہ
۷	۱۰	آثارِ آزاد	"ملفوظاتِ آزاد"
۱۸	۷	اصطلاح	اصلاح؛
۱۹	۲۴	بھیم سنگھ سچر	بھیم سین سچر
۲۶	۱۲	مستعدد و گرم	مستعد و سرگرم
۲۶	۲۰	مزاجی	مزاج
۳۰	۱۱	بسط و کشاد	بست و کشاد
۳۱	۱۹	اظہار	اظہارِ رنجش
۳۴	۱۸	تھی	تھیں
۳۶	۱۳	ڈاکٹر پری	ڈاکٹر پرتی
۳۸	۲	آثار و نوار	آثار و نوادر

آثار و نقوش مولانا ابو الکلام آزاد

نام مولف و مدون: ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری

ناشر: ابو الکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پاکستان ' کراچی

طابع: الحزن پرنٹرز۔ پاکستان چوک۔ کراچی

اشاعت: ۱۹۹۷ء (اول)

قیمت:

ملنے کا پتا

(۱)

مکتبہ شاہد

علی گڑھ کالونی کراچی ۷۵۸۰۰

(۲)

مکتبہ رشیدیہ

اردو بازار ' نزد مقدس مسجد

کراچی ۷۴۲۰۰

۱۴ و ۱۵ اگست ۱۹۹۷ء

پاکستان اور ہندوستان کی آزادی

کے پچاس سالہ جشن مسرت کے موقع پر

دونوں ملکوں کی ترقی و خوش حالی، اختلافات کے

منصفانہ و آبرو مندانہ تصفیے

اور

دونوں ملکوں کے مابین خوش گوار برادرانہ تعلقات کی استواری

کے آرزو مند

اراکین

ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

مولانا عبید اللہ سندھی اکیڈمی

اور

مجلس یادگار شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

پاکستان

فہرست مشمولات

پیش لفظ

پروفیسر محمد اجمل خاں مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی تھے ۔ وہ تقریباً بیس سال مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ رہے ۔ یہ ایک طویل مدت ہے ۔ انھیں مولانا آزاد کا قرب اور اعتماد، دونوں حاصل تھا ۔ اردو تو ان کی مادری زبان تھی، لیکن وہ عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی کے عالم بھی تھے ۔ ہمیں امید تھی کہ وہ اپنے علمی مطالعے اور مولانا آزاد سے قرب و صحبت میں اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں مولانا آزاد پر کوئی خاص تصنیف پیش کریں گے، جس کے وہ واقعی اہل بھی تھے ۔ افسوس کہ ہماری یہ آرزو پوری نہیں ہوئی ۔ اس کے باوجود ہم ان کے نہایت شکر گذار ہیں کہ ان کی بہ دولت ہمیں کئی ایسی چیزیں حاصل ہوئی ہیں کہ اگر ان کا ذوق مساعد نہ ہوتا تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ یہ سرمایہ ۔ آثار و افادات ہماری دسترس میں آتا ۔ میرا اشاریہ "ملفوظاتِ آزاد"، "مولانا ابوالکلام آزاد کے نام ادبی خطوط و جواباتِ آزاد" اور "آثارِ آزاد" کی طرف ہے ۔

ملفوظاتِ آزاد مذہبی مسائل کے بارے میں استفسارات کے جوابات تھے ۔ دوسری کتاب ادبی، تاریخی، تہذیبی سوالات کے جوابات پر مشتمل تھی ۔ خاکسار نے ان دونوں کتابوں کے سرمایہ ۔ علم و فکر کو ایک جلد میں مرتب کر کے "افاداتِ آزاد" کے نام سے اولاً ۱۹۸۴ء میں شائع کیا تھا ۔ یہ کام اجمل خاں مرحوم کی اجازت سے انجام پایا تھا ۔ اس کا مقدمہ انھیں کے قلم کا یادگار ہے ۔ افاداتِ آزاد کی بعض اور خوبیاں بھی تھیں، مثلاً:

۱۔ ملفوظات وجوابات میں جن حضرات کے استفسارات و سوالات کے جواب مولانا نے تحریر فرمائے تھے، ان کے پتے درج تھے۔ خاکسار نے ان پتوں پر سیکڑوں خطوط لکھ کر مستفسرین وسائلین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور نتیجتہ پچاسوں خطوط دستیاب ہوگئے، جو اجمل خاں مرحوم کی ڈائریوں میں ان کی یادداشتوں سے مختلف بھی تھے۔

۲۔ اس سعی کے نتیجے میں ان حضرات اور ان کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نام کچھ نئے خطوط دستیاب ہوگئے جو اجمل خاں مرحوم کی یادداشتوں میں موجود نہیں تھے۔

۳۔ جس قسم کے مسائل میں مولانا کے جوابات ان دونوں کتابوں میں تھے، اسی قسم کے افادات کو بعض دیگر ماخذ سے لے کر بھی افاداتِ آزاد میں شامل کر لیا گیا تھا۔

۴۔ مذکورۃ الصدر دونوں کتابوں میں کتابت وطباعت کی بہت سی غلطیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ "افاداتِ آزاد" میں انھیں بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"افاداتِ آزاد" کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۹ء میں مطبوعاتِ آزاد صدی کی سترھویں کتاب کے طور پر نکلا تھا۔ اصلاح وترمیم واضافہ کا عمل اس میں بھی جاری رہا تھا اور اصلاح وترمیم، تالیف وتدوین اور صحتِ کتابت اور اہتمام طباعت وجلد وغیرہ کے لحاظ سے بھی اسے خوب تر بنانے کی کوشش کی تھی۔

اس سلسلے میں تیسری اور آخری چیز جو مرحوم محمد اجمل خاں صاحب کی عنایت سے ہمیں دستیاب ہوئی ہے وہ "آثارِ آزاد" کے نام سے ہم تک پہنچی ہے۔ یہ مجموعہ۔ آثار "نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، نئی دہلی میں محفوظ مولانا کی نادر تحریروں پر مشتمل ہے" اور آرکائیوز کے ڈائریکٹر محترم ڈاکٹر راجیش کمار پرتی نے مرتب کر کے نیشنل آرکائیوز کی جانب ہی سے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس پر ایک طویل ومفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے، جس سے مولانا کی ان نادر تحریروں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کی یہ نادر

تحریریں نیشنل آرکائیوز کے خزانے تک کیسے پہنچیں؟ اس کی بھی ایک داستان ہے جسے آرکائیوز کے سابق ڈائریکٹر سید اکبر علی ترمذی نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"۲۲۔ فروری ۵۸ء کو جب مولانا ابوالکلام آزاد کا انتقال ہوا تو سارے ملک نے شدت سے محسوس کیا کہ ہندوستان نے ایک جید عالم، ممتاز انشا پرداز، زبردست خطیب، سحرنگار صحافی اور عظیم مدبر کھو دیا ہے۔ تمام ملک میں تعزیتی جلسے ہوئے اور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس طرح جب مولانا آزاد کی وفات پر ہندوستان کے مورخ کا انتظار ختم ہوا تو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نئی دہلی میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے فرائض انجام دے رہا تھا اور شیر شاہ روڈ پر رہتا تھا، جہاں مولانا آزاد کے سیکریٹری محمد اجمل خاں میرے ہمسایہ تھے۔ تاریخ کے طالبِ علم کی حیثیت سے میں نے سوچا کہ مولانا آزاد کو صحیح خراج عقیدت یہ ہو گا کہ ان کے وثائق کو جمع کر کے نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں محفوظ کروا دیے جائیں، تاکہ آیندہ آنے والے مورخ کے لیے مستند مواد فراہم کیا جاسکے۔

سب سے پہلے میں نے اپنے دوست اور پڑوسی محمد اجمل خاں سے رجوع کیا، لیکن وہ حسبِ عادت کسی نہ کسی بہانے سے بات ٹالتے رہے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا میرا اصرار بھی بڑھتا گیا۔ بالآخر مولانا آزاد کی وفات کے آٹھ سال بعد جب محمد اجمل خاں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے نام ادبی خطوط اور جواباتِ آزاد شائع کیے تو انھوں نے مجھے مولانا آزاد کے ان وثائق کی زیارت کا موقع دیا جو انھوں نے اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ جب میں نے ان وثائق کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ وثائق خود نوشت اور نادر ہی نہیں بلکہ مولانا آزاد کی شخصیت کے بعض اوجھل پہلوؤں پر روشنی بھی ڈالتے ہیں۔ چناں چہ میں نے محمد اجمل خاں سے دو درخواستیں کیں۔

پہلی یہ کہ اصلی وثائق نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں محفوظ کر دیے جائیں اور دوسری یہ کہ انھیں منظرِ عام پر لایا جائے۔

انھوں نے میری پہلی درخواست فوراً مان لی اور ڈاکٹر تاراچند کی

وساطت سے اصلی وثائق کو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا کی نذر کر دیا اور جہاں تک میری دوسری درخواست کا تعلق تھا انھوں نے یہ قید لگا دی کہ ان وثائق کو مولانا آزاد کی وفات کے تیس سال بعد شایع کیا جاسکتا ہے۔

مولانا آزاد کی وفات کے تیس سال بعد جب انڈیا ونس فریڈم کے بقیہ تیس صفحات جو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں پروفیسر ہمایوں کبیر کے ایما پر محفوظ تھے واگذاشت کیے گئے اور مولانا آزاد صدی تقریبات کا آغاز ہوا تو میں نے مناسب سمجھا کہ مولانا آزاد کے وثائق کی تدوین کی جائے اور اس نادر اور خود نوشتہ مجموعہ کو منصہ ظہور پر لایا جائے۔

زیر نظر وثائق وہ تحریریں ہیں جو مولانا آزاد نے ضرورتاً سیدھی سادی زبان میں لکھیں۔ ان میں ادبیت بہت کم اور اشعار کا استعمال بھی شاذ و نادر ہی ہے۔ یہ وثائق اصلاً اردو میں لکھے گئے۔ ان کے انگریزی تراجم مولانا آزاد کے دستخط کے بعد مرسل الیہم کو بھیجے گئے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان وثائق میں بے شمار انگریزی کے الفاظ ہی نہیں بلکہ پورے کے پورے فقرے اور جملے بھی ملتے ہیں جو اردو رسم الخط میں لکھے گئے ہیں تاکہ ترجمہ کرنے والے کو آسانی رہے"۔

محترم ترمذی صاحب ان نوادر کو چھاپنا بھی چاہتے تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے ایک طویل مقدمہ بھی لکھ لیا تھا لیکن آرکائیوز کے کسی ضابطے کی مجبوری سے ان کے لیے ان نوادر کی اشاعت ممکن نہ ہوئی تو انھوں نے اپنا مقدمہ "ابو الکلام آزاد اور جدید ہندوستان" کے نام سے شائع کر دیا۔ یہ مقدمہ "آثار آزاد" کی اشاعت سے پہلے شائع ہو گیا تھا۔

ترمذی صاحب نے ان وثائق کو موضوع کے اعتبار سے نو حصوں میں مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ وثائق تو مرتب نہیں کر سکے لیکن اس کا مقدمہ جو انھوں نے شائع کیا ہے اس میں انھوں نے موضوعات کی ترتیب ہی سے بحث کی ہے۔ ان موضوعات کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ بین الاقوامی روابط ، ۲۔ تعلیمی ترقی، ۳۔ ثقافتی سرگرمیاں،
۴۔ سائنسی پیش رفت، ۵۔ مذہبی ہم وجودیت، ۶۔ انسان دوستی،
۷۔ سماجی بہبود، ۸۔ اقتصادی امور اور ۹۔ سیاسی وانتظامی مسائل۔

ان تمام موضوعات پر بحث کرتے ہوئے انھوں نے ان موضوعات اور ان کے مسائل سے مولانا کی دل چسپی اور ذوق کے پورے پس منظر کو بیان کیا ہے، تاکہ زیر نظر دور (۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۷ء) میں مولانا کے اقدامات کی اہمیت واضح ہو سکے۔ بلاشبہ وہ اس کوشش میں ناکام نہیں رہے۔ ہر موضوع پر مولانا کے افکار و خدمات پر تبصرے کے بعد مقدمے کے آخر میں انھوں نے مطالب کا اختصار کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"غرض مولانا آزاد کا مختصر گیارہ سالہ عہد وزارت جدید ہندوستان کی تعمیر میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مسندِ وزارت کو ملک کی معاشی فلاح اور سماجی بہبود کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اس غرض سے انھوں نے یونی ورسٹیوں، تکنیکی اداروں اور صنعتوں میں ارتباط پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ تکنیکی تعلیم کو ہر سطح پر رائج کیے بغیر نہ تو ملک میں تکنیکی ترقی ہو سکتی ہے اور نہ اسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ چناں چہ تکنیکی تعلیم کے لیے انھوں نے کھڑک پور میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی قائم کیا۔ ان کے دورِ وزارت میں انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کی درس گاہوں کی تعداد ملک میں دوگنی ہو گئی۔ بورڈ آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ نے ملک بھر میں لیبارٹریوں کا جال بچھا دیا جو اعلیٰ پیمانہ کی سائنسی تحقیقات کا مرکز بن گئیں۔ سائنسی اداروں کی سرپرستی اور سائنس دانوں کی ہمت افزائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے عہدِ وزارت میں عقل انسانی کا عزم ایورسٹ کی چوٹی فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کو مولانا آزاد ملک کی معاشی اور معاشرتی ترقی کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے پنج سالہ منصوبہ بندی کی حمایت کی لیکن ان کی نظر میں منصوبہ بندی کا مقصد مادی وسایل اور ذرایع کی

توسیع ہی نہیں بلکہ ایک نیا ذہن اور ایک نئی سیرت پیدا کرنا ہے۔ منصوبہ بندی کے تحت جب صنعتوں کو قومیانے کا مسئلہ پیش آیا تو مولانا آزاد کی مضبوط رائے تھی کہ پرانی صنعتوں کو بدستور پرائیویٹ سیکٹر میں رہنے دیا جائے اور نئی صنعتوں میں سے صرف ان صنعتوں کو قومیایا جائے جو عملی طور پر حکومت کے لیے ممکن ہو۔ منصوبہ بندی کے فائدے وہ کسانوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے کسانوں کی خوش حالی کے لیے لازمی جیون بیمہ کی اسکیم پیش کی۔ مولانا آزاد کے ان اقتصادی نظریات کی جھلک اس سوشلسٹ سماج کی تجویز میں ملتی ہے جو کانگریس کے اودی (بنارس کے) اجلاس میں منظور کی گئی۔

اقتصادی معاملات کی طرح بین الاقوامی سیاست میں بھی مولانا آزاد نے اپنی حیرت انگیز بصیرت کا لوہا ملکی اور غیر ملکی مدبروں سے منوایا۔ متضاد نظریوں میں مصالحت کرانے میں مولانا آزاد کو خاص صلاحیت حاصل تھی۔ وہ ملک کی تقسیم کے سخت مخالف تھے، لیکن بٹوارا ہو جانے کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں خوشگوار تعلقات قائم کرنے کے لیے انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اسی طرح انھوں نے لسانی اور ریاستی الجھنوں کو حل کرنے میں جس سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا اس کی نظیر کم ملتی ہے۔

سیاست کے علاوہ تعلیمی معاملات میں انھوں نے نہایت ہی دانش مندانہ اقدام اٹھائے۔ ان کا خیال تھا کہ مشرق اور مغرب کی مشترکہ آگہی سے ہی صحیح علم حاصل ہوتا ہے۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے کمیشن بٹھائے اور ان کمیشنوں کی سفارشات پر عمل کر کے ملک میں تعلیم کا معیار بلند کیا۔ یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن قائم کیا اور اس کے ذریعے ملک میں یونی ورسٹیوں کا جال ہی نہیں بچھایا بلکہ تمام دانش گاہوں کو نظریاتی طور پر سمت اور رفتار کا تصور بخشا۔

تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ وہ ہندوستان کی ملی جلی گنگا جمنی تہذیب کا نشاۃ ثانیہ چاہتے تھے۔ وزارتِ تعلیم کی جانب سے دو جلدوں میں "اے ہسٹری

آف فلاسفی ایسٹرن اینڈ ویسٹرن" مرتب کی گئی، جس کا فاضلانہ مقدمہ خود مولانا آزاد نے اپنے قلم سے لکھا۔ اس کتاب میں ہندوستانی فلسفے کو وہ جگہ دینے کی کوشش کی گئی ہے جس کا وہ حق دار ہے۔ فلسفے کے ساتھ ادب اور فنون لطیفہ کے فروغ کے لیے اکیڈمیاں قائم کیں۔ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کو دوسرے ملک سے روشناس کرانے کی غرض سے "انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز" قائم کی اور یونیسکو سے اشتراکِ عمل کی غرض سے "انڈین کمیشن فار کوآپریشن ودھ یونیسکو" کی بنیاد ڈالی۔

مولانا آزاد کے ان ہمہ جہت اور ہمہ گیر کارناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک انقلابی مفکر تھے۔ انھوں نے تمام مذاہب میں "مشترکہ حق" کی اساس پر "مذہبی ہم وجودیت" کے نظریات کی بنیاد رکھی۔ انسانی وحدت پر انھیں پورا یقین تھا۔ انسان دوستی اور انصاف پسندی کے جذبات ان میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ وہ انسانی قدروں کو صحیح نقطہ نظر سے دیکھتے تھے اور ہندوستان کے سبھی فرقوں میں عدل و انصاف کے جویا تھے۔ انصاف پسندی اور سماجی مساوات کے علم بردار کی حیثیت سے وہ مردوں اور عورتوں کے حقوق میں کسی قسم کی تفریق گوارا نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے پسماندہ طبقوں کی تعلیم کے لیے وظائف کی ایک اسکیم جاری کی تاکہ وہ سماجی مساوات اور جمہوری برابری حاصل کر سکیں۔ سماجی بہبود کو فروغ دینے کی غرض سے انھوں نے سوشیل ویلفیئر بورڈ قائم کیا۔ مولانا آزاد نے جدید ہندوستان کی تعمیر میں جو تاریخی کردار ادا کیا اس کے مثبت نتائج مسلسل نمودار ہو رہے ہیں اور ان کے انقلابی نظریات عہدِ حاضر کی فکری اساس استوار کرنے میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

دراصل مولانا آزاد سیاس امروز نہیں بلکہ مدبر فردا تھے۔ وہ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جو اپنے وقت سے پہلے ظہور میں آجاتی ہیں۔ وہ اپنے عہد سے کم از کم نصف صدی آگے تھے۔ سروجنی نائیڈو نے سچ کہا تھا کہ مولانا آزاد کی عمر کے بارے میں مت پوچھو وہ پچاس سال کے تھے جس دن وہ

پیدا ہوئے۔ مولانا آزاد کو خود اس بات کا احساس تھا کہ وہ وقت سے پہلے پیدا ہو گئے اور انھیں سمجھنے والا زمانہ آگے آئے گا، وہ لکھتے ہیں:

"میری زندگی کا سارا ماتم یہ ہے کہ میں اس عہد اور محل کا آدمی نہ تھا۔ مگر اس کے حوالہ کر دیا گیا۔"

ان کے نظریات، جو زمانہ ان کی زندگی میں سمجھنے سے قاصر رہا وہ ان کی وفات کے بعد سارے عالم پر آشکارا ہو گئے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مولانا آزاد کے نظریات کو ہم اپنے دلوں میں بسائیں اور ان کی فکری اساس پر جدید ہندوستان میں جمہوری سیکولر اور اشتراکی سماج کی تعمیر کریں۔"

ڈاکٹر راجیش کمار پرتی نے آثارِ آزاد میں وثائق کی وہی ترتیب رکھی ہے، جو آرکائیوز کے رجسٹر میں ہے۔ ان کے اندراج میں تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے، لیکن بعض غلطیاں ہیں، لیکن اس سے آثار کی علمی، تاریخی، سیاسی، فکری حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک ہشت پہلو ہیرے کو جس پہلو سے بھی رکھ دیا جائے گا وہ ہیرا ہو گا اور اس کی قدر و قیمت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ڈاکٹر پرتی نے آثار تو تاریخی ترتیب سے جمع کر دیے لیکن ان پر بحث و نظر اور ان کی اہمیت کی وضاحت کی۔ اس کے سوا کوئی دوسری صورت نہ تھی کہ وہ اپنے ذہن میں ایک موضوعاتی ترتیب قائم کرلیں اور پھر ان پر تبصرہ و تعارف کی نظر ڈالیں۔ سچتاں چہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہی کیا ہے۔ انھوں نے اپنے تعارف میں مولانا آزاد کی پوری زندگی کے مختلف پہلوؤں اور ان کے نشیب و فراز پر نظر ڈالی ہے اور مختلف علوم و فنون سے ان کی دل چسپی اور ذوق و انہماک کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کے بعد وہ "آثارِ آزاد" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا کی زیر نظر تحریریں ان کی اپنی شخصیت کی طرح کئی جہات اور ابعاد کا احاطہ کر رہی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی اچھوتی تحریریں مولانا کا نگار خانہ ذات ہیں۔ ان میں نہ تو تصنع ہے، نہ ادبی تکلف اور ریاکاری بلکہ ان میں سادگی اور

بے ساختگی کا عجیب و غریب اشتراک ہے۔ اس مجموعے کی بیشتر تحریریں دراصل بذاتِ خود خط ہیں بھی نہیں بلکہ خط لکھنے کے لیے مولانا کی ہدایتیں ہیں، کچھ رقعے ہیں، کچھ تار ہیں اور کچھ یادداشتیں ہیں۔ اس میں کل ۲۱۸ تحریریں ہیں۔ ایک تحریر چوں کہ انگریزی میں ہے اس لیے اس کو مجموعہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اب ۲۱۷ تحریروں میں سے ۱۹۵۳ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک کی ۸۶ تحریروں پر تاریخیں درج ہیں۔ پہلی تاریخ ۱۶۔ مارچ ۱۹۵۳ء ہے اور آخری تاریخ ۲۔ مئی ۱۹۵۵ء ہے۔ اس کے علاوہ ۱۲۱ تحریریں بغیر تاریخ کے ہیں۔ اس بات کا امکان ہے کہ مشمولات اور دیگر اندرونی شہادتوں کی بنیاد پر ان تحریروں کے کم از کم سنین متعین کر لیے جائیں۔ لیکن ہم نے اسے محققین کی صوابدید پر اس لیے بھی ترک کر دیا کہ تحقیق و جستجو کے امکانات روشن رہیں۔

ان تحریروں میں مولانا کی زندگی کے تقریباً ہر رخ اور ہر پہلو پر روشنی پڑتی ہے، جیسے علمی، تعلیمی، ثقافتی، انتظامی، سیاسی، فلاحی اور سماجی، ادبی اور ذاتی۔ کچھ تحریریں ایسی ہیں جو ان کے اعلیٰ انسانی صفات کی عکاس ہیں۔ ان تمام تحریروں کو انگریزی تاریخوں کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے، حالاں کہ ظاہراً یہ تاریخیں مولانا کے ہاتھ سے نہیں دی گئی ہیں، شاید کسی اور نے دی ہیں۔ اس طرح جن تحریروں پر کوئی تاریخ نہیں ہے ان پر کوئی بحث کیے بغیر، بغیر تاریخ کے زمرہ میں اندراج نمبر کے لحاظ سے جمع کیا گیا ہے۔ جن تحریروں کو انگریزی میں جاری کرنے کی ہدایت خود مولانا نے دی ہے ان پر لفظ "انگریزی" خود مسودہ ہی میں موجود ہے۔ مولانا نے ان ہدایتوں میں جو ترمیم و اضافے اور تصحیحات کی ہیں وہ اپنی آخری شکل میں ہی مرجح سمجھی گئی ہیں اور جہاں انگریزی عبارت کا استعمال مسودہ کا حصہ ہے وہاں اسے باقی رکھا گیا ہے۔ چوں کہ بیشتر تحریریں انگریزی میں ہی جاری ہونے والی تھیں اس لیے مولانا نے بے تکلفانہ انگریزی جملے اردو رسم خط میں لکھے ہیں اور الفاظ کا وہی تلفظ ترجیح دیا ہے جو عوامی ہے، جیسے "فسٹ"، "وِتھ"، "اٹیمٹ"، "پرمنٹ"، "جیزویٹ" وغیرہ

وغیرہ۔

زیادہ تر تحریروں میں مولانا کے دستخط نہیں ہیں لیکن کچھ پر "آزاد" کچھ پر " ابوالکلام آزاد " بھی لکھ دیا ہے ۔ ایک آدھ جگہ ضرورت کے تحت [پنڈت جواہر لال نہرو کی غیر موجودگی میں] " افیشیٹنگ پرائم منسٹر آف انڈیا " بھی لکھا ہے۔

ان دستاویزات کے مشمولات پر تفصیلی گفتگو یا مکمل تعارفی نوٹ اس لحاظ سے بے معنی ہے کہ تمام تحریریں من وعن خود قارئین کی توجہ کے لیے پیش کر دی گئی ہیں۔ پھر بھی ان پر ایک مختصر اشارہ ضروری معلوم ہوا چناں چہ ہم انھیں مختلف عناوین کے تحت اس طرح دیکھ سکتے ہیں۔"

اس تمہید کے بعد ڈاکٹر پرتی نے ذیل کے تین جامع عنوانات کے تحت آثار کی اہمیت پر بحث کی ہے:

۱۔ علمی، ادبی، تعلیمی اور ثقافتی

۲۔ انتظامی اور سیاسی

۳۔ فلاحی، سماجی، مذہبی اور ذاتی

ڈاکٹر پرتی صاحب کی تقسیم کے مطابق پہلے عنوان کے تحت مولانا کے جو آثار آتے ہیں۔ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"مولانا آزاد چوں کہ خود وزیر تعلیم تھے۔اس لیے اس شعبے پر ان کی خصوصی توجہ رہتی تھی اور ایسے معاملات جو ملک گیر اثرات و نتائج رکھتے ہوں ان میں مولانا بہت نظم وضبط اور غور وفکر کے بعد ہی اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے ۔ نئی تعلیمی پالیسی کے نفاذ اور ایجوکیشن بل پاس ہونے سے قبل بدھان چندر رائے وزیر اعلی مغربی بنگال کو لکھتے ہیں کہ " یہ معاملات خط وکتابت سے حل نہیں ہو سکتے، چناں چہ اس کے لیے تمام ریاستوں کے وزراے تعلیم کی کانفرنس بلائی گئی ہے تاکہ اس پر تفصیلی گفتگو ہو سکے " [بدھان چندر ، خط : ۲] ۔ ان کے زمانے میں یونی ورسٹی کے وائس چانسلرز کا تقرر وزیر تعلیم یا کسی

اور کی پسند و صواب دید پر منحصر نہ تھا بلکہ اس کے لیے کمیٹی بنی تھی جو نام تجویز کرتی تھی۔ چناں چہ جب ڈاکٹر [اے۔ این] جھا دہلی یونی ورسٹی کے وائس چانسلر کے عہدے کے لیے راضی نہیں ہوئے تو مولانا نے ہدایت دی کہ نریندر دیو کمیٹی اب نئے سرے سے دوسرا پینل پیش کرے [راجندر پرشاد؛ خط: ۵]۔ اسی طرح وہ عثمانیہ یونی ورسٹی کے مسائل پر بھی توجہ دیتے تھے [رام کرشنا راؤ؛ خط: ۴ و چیف منسٹر حیدر آباد؛ خط: ۱]۔ آئی۔ سی۔ سی۔ آر کے قیام سے انھیں جس قدر دل چسپی تھی اتنی ہی اس کی فعالیت اور اس کے روزمرہ کے مسائل کی بھی فکر رہتی تھی۔ اس نوزائیدہ ادارے کا دفتر نظام پیلس موجودہ آندھرا پردیش ہاؤس کے ایک حصے میں تھا، جو اس ادارے کی ضروریات کے لیے ناکافی ہوتا تھا۔ مولانا اس کے لیے علاحدہ عمارت بنوانے میں خصوصی دل چسپی لے رہے تھے [سورن سنگھ۔ خط: ۱ و ۴]۔ اسی طرح گاندھی سمادھی سے بھی مولانا کو جذباتی وابستگی تھی۔ اس کے قیام، اس کے ڈیزائین اور ماڈل پر خود بھی توجہ دیتے تھے [سورن سنگھ؛ خط: ۲]۔

----- وہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہندوستانی دستاویزات کے حصول کے لیے بہت بے چین تھے۔ چناں چہ جب بال گنگا کھیر نے یہ تجویز رکھی کہ لائبریری کی اہم چیزوں کی فوٹو کاپیاں تیار کرالی جائیں تو مولانا نے فوراً یونیسکو کو اس سلسلے میں ایک تخمینہ پیش کرنے کے لیے خط لکھا [بی۔ جی دھر کھیر؛ خط: ۱]۔ وہ اپنے قومی اثاثے کی بازیافت اور اس کے تحفظ کے لیے بہت فکرمند رہتے تھے۔ رضا لائبریری (رام پور) کی خستہ حالت کا علم ہوتے ہی انھوں نے ڈائریکٹر نیشنل آرکائیوز اور ڈائریکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا سے ملاقات کی اور ڈائریکٹر نیشنل آرکائیوز کو لائبریری کمیٹی میں شامل ہونے کی ہدایت دی۔ ساتھ ہی اتر پردیش حکومت کو بھی اس معاملے میں تعاون دینے کے لیے لکھا [نواب صاحب رام پور؛ خط ۱]۔ وہ لائبریری کو کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنے کے مصارف برداشت کرنے پر بھی تیار تھے [نواب صاحب رام پور؛ خط: ۶]۔ وہ ہندوستانی کلاسیکی ادب کو دوسری زبانوں میں منتقل کیے

جانے کے بھی خواہش مند تھے۔ علی اصغر حکمت کے نام ان کی تحریر اس اثاثے کو فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کے سلسلے میں ہی ہے [علی اصغر حکمت ؛ خط: ۳] ملک میں بکھرے ہوئے مصوری کے شاہکاروں کو آرٹ گیلری میں جمع کرنے کی بھی انھیں فکر تھی، لیکن اس کی خریداری اور حصول میں وہ مغربی آرٹ کے بجائے ہندوستانی آرٹ کے نمونوں کو اولیت اور ترجیح دیتے تھے [مہاراجہ یکے از افراد خاندان ٹیگور ؛ خط: ۱، و پنڈت جواہر لال نہرو ؛ خط: ۲۲]۔ ملک کی قومی زبان ہندی کے قرار پا جانے کے بعد اس کے دیوناگری رسم خط کی اصلاح کے لیے سعی [پنڈت پنتھ ؛ خط: ۱]۔ اس کے ساتھ ہی وہ دوسری زبانوں، کنڑی وغیرہ کے فروغ میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ [ہنومن تھیا ؛ خط: ۱]۔ اورنگ آباد کی ہریجن ایجوکیشن سوسائٹی کی طرف سے ڈاکٹر امبیڈکر نے جن دشواریوں کی طرف اشارہ کیا، مولانا نے اس پر فوراً توجہ دی۔ اس طرح کے علمی اور تعلیمی تمام مسائل میں مولانا فوراً دلچسپی لیتے تھے خواہ وہ مدرسہ عالیہ، رام پور ہو [نواب صاحب رام پور ؛ خط: ۵]، ندوۃ العلماء لکھنؤ کی گرانٹ ہو [رام کرشن راؤ ؛ خط: ۳]، پبلک اسکولوں کی امداد ہو [مہارانی ؛ خط: ۱]، جیسویٹ اسکول کے مسائل ہوں [دیش مکھ، آر۔ ایم ؛ خط: ۱]، شبلی اکیڈمی [سکریٹری ایجوکیشن ؛ خط: ۴، و کاٹجو ؛ خط: ۸] اور کاشی ودیا پیٹھ کے معاملات [ہرگوبند سنگھ ؛ خط: ۱] ہوں، خواہ وہ انٹرنیشنل کانگریس فار ہسٹری آف سائنس میں وفد بھیجنے کا معاملہ ہو [کاٹجو ؛ خط: ۶] یا انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیر فزکس کے مسائل ہوں [ڈاکٹر سہا ؛ خط: ۱]۔ ہمدرد (وقف)، دہلی کے انسٹی ٹیوٹ آف ایسٹرن میڈیسن [راج کماری ؛ خط: ۳] سے بھی ان کو ہمدردی تھی اور ملک میں نئی یونیورسٹیوں کے قیام کے لیے بنائی گئی کمیٹی کی تفصیلی رپورٹ سے بھی [چیف منسٹر مدھیہ پردیش ؛ خط: ۱]۔ ان تحریروں میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن ڈرافٹ بل پر مولانا کا ردِ عمل بھی ملتا ہے [پنڈت جواہر لال نہرو ؛ خط: ۱۳] اور تعلیم نیز یونیورسٹیوں کو رقم کی فراہمی کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کے ضابطہ کار پر بھی روشنی پڑتی ہے [نہرو ؛ خط: ۸]۔

مولانا کو ثقافتی اور تہذیبی اداروں کے قیام اور ان کی فعالیت سے بھی بڑی مسرت ہوتی تھی۔ چناں چہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سوشل آرڈر، پونا [ڈی سوزا؛ خط: ۱]، انسٹی ٹیوٹ آف ایشین اسٹڈی، حیدرآباد، [کے۔ ایس ویدیا؛ خط: ۱]، نالندہ انسٹی ٹیوٹ، بہار [دیواکر؛ خط: ۱] کی کارکردگی سے وہ خوش اور مطمئن تھے۔ وہ ایکسپیری منٹل پروجکٹس اینڈ کلچرل ایکٹی وٹیز [مہابیر تیاگی؛ خط: ۲] اور پاپٹ ڈانس ڈرامہ وغیرہ کے لیے فنڈ کی فراہمی بھی ضروری سمجھتے تھے۔ [نہرو؛ خط: ۲۶] اور غالب میموریل فنڈ کے لیے ہدیہ بھی قبول کرتے تھے۔ [سکریٹری ایجوکیشن؛ خط: ۳]۔ مولانا نے اپنی وزارت سے ہندوستانی فلسفہ پر ایک کتاب تیار کرائی تھی۔ جس کا دیباچہ بھی خود لکھا تھا۔ اس کتاب کو لندن کی کمپنی جارج ایلن اینڈ ان ون لمیٹڈ نے شائع کیا تھا۔ مولانا چاہتے تھے کہ "ہسٹری آف فلاسفی" کا دیباچہ ہندوستانی اخبارات میں بھی شائع ہو تاکہ ہندوستانی دانشور بھی اس کتاب کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ [جارج ایلن ....؛ خط: ۱، درگاداس؛ خط: ۱ و ۲]۔"

دوسرے عنوان "انتظامی اور سیاسی" کے تحت جو خطوط آئے ہیں۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر پرتی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا وزیر تعلیم تھے لیکن انھوں نے اپنے آپ کو صرف علمی اور تعلیمی مسائل تک ہی محدود نہ رکھا۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مولانا کی ہمہ گیر شخصیت صرف وزارتِ تعلیم کے معاملات تک محدود نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ کانگریس پارٹی کے ایک سرگرم کارکن بھی تھے۔ ملکی سیاست میں ایک دانشور اور غیر ملکی معاملات کے مبصر بھی۔ چناں چہ ان تحریروں میں بھی ان کی ہمہ جہتی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ انتظامی اور سیاسی معاملات پر پوری توجہ دیتے تھے۔ خواہ وہ مسئلہ ملکی سیاست کی اہمیت کا ہو یا کانگریس پارٹی کی تنظیم کا۔ جب پنجاب میں کانگریس اندرونی اختلافات کا شکار ہو رہی تھی [ستیہ پال؛ خط: ۱] یا وہاں ایوان بالا کے ختم کردینے کی تجویز زیر غور آئی [بھیم سنگھ سچر؛ خط: ۱] اور چندی گڑھ میں سیشن کرنے کے سلسلے میں دشواریوں اور ضابطے کا لحاظ نہ

رکھنے کا سوال آیا [سپرو ؛خط: ۷] تو مولانا نے اسے صریحاً اصولوں کی خلاف ورزی کہا اور بہت سختی سے فہمایش کی۔

اسی طرح وہ کسی بھی شعبہ میں بے ضابطگی کو نہیں برداشت کرتے تھے۔ [رام دیال ؛ خط: ۱، رام شرما ؛ خط: ۱، منسٹر آف کیبنٹ ڈویژن ؛ خط: ۱، ہنگل و دیگر حضرات ؛ خط: ۱] ۔ کیوں کہ یہ ان کے بااصول طرزِ حیات کے منافی ہوتا تھا۔ وہ کسی بھی سطح پر کی گئی بے اصولی کو ناپسند کرتے تھے۔ چناں چہ اپنی وزارت کے معاملات میں کسی کی دخل اندازی [نہرو ؛ خط: ۵] اور کسی طرح کی غیر ذمہ داری انھیں قبول نہیں تھی۔ [نہرو ؛ خط: ۹] ۔ ضابطے کی پابندی کے لحاظ سے ایک اور تحریر بہت دلچسپ ہے۔ اردو زبان سے مولانا کا عشق سب پر عیاں ہے۔ لیکن سرکاری معاملات اور قاعدے کے پیش نظر مولانا دیال سنگھ کالج ٹرسٹ سوسائٹی، کرنال کے انڈر سکریٹری کو ہدایت دیتے ہیں کہ سردست حکومت ہند کا کام انگریزی میں ہو رہا ہے۔ لہٰذا اردو کے بجائے انگریزی میں درخواست بھیجی جائے۔ [سیکریٹری دیال سنگھ کالج ٹرسٹ ؛ خط: ۱] لیکن جہاں اپنے ذاتی معاملات یا مفاد و آرام کا مسئلہ ہوتا وہاں وہ بڑی سے بڑی کوتاہی سے بھی چشم پوشی کر جاتے۔ [سیکریٹری ایجوکیشن ؛ خط: ۱] البتہ جب ان کے حقوق و اختیارات کو عملاً نظر انداز کیا جاتا تو ان کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتا۔ چنانچہ ڈاکٹر کاٹجو کے نام ان کی ایک تحریر ایسی ہی صورتِ حال پر سخت احتجاج ہے۔ [کاٹجو ؛ خط: ۵] ۔ بدعنوانی یا ناانصافی کہیں بھی ہو رہی ہو، اگر یہ بات ان کے علم میں آجاتی تو اسے نہ صرف ملک اور اپنی پارٹی کے مفاد کے خلاف سمجھتے تھے بلکہ حقوقِ انسانی کے تحفظ میں ان خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے [شیخ عبداللہ ؛ خط: ۱، جگ جیون رام ؛ خط: ۱ و ۲] ۔ بلاری، مدراس میں انتظامیہ اور پولیس کی بعض ناکامیوں پر ان کا ردِ عمل اس کا مزید ثبوت ہیں۔ وہ ایسی تمام صورتِ حال کا بہت سختی سے سامنا کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔ [سنجیوا ریڈی ؛ خط: ۱، ۲ و ۳] ۔ اسی طرح وہ پاکستان ہندوستان کی کشیدہ سیاسی صورتِ حال میں بھی "امن، دوستی اور برادرانہ آمادگی" کے متلاشی اور خواہاں

تھے [محمد علی بوگرا؛ خط: ۱]، دوسرے پڑوسی ملک نیپال کی سیاسی صورتِ حال بھی اس وقت بہت نازک چل رہی تھی۔ نیپال کانگریس اور کمیونسٹ پارٹی دونوں وہاں اپنا اپنا حلقہء اثر قائم رکھنا چاہتی تھیں اور کوریالا کی کوشش تھی کہ وہ حکومت بنالیں۔ مولانا نے اس صورتِ حال کو عالمی امن کے تناظر میں دیکھا [نہرو؛ خط: ۳]۔ اسی تحریر میں وہ پنڈت نہرو کو کوریا کی سیاسی صورتِ حال کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں۔ دوسری جگہ پھر کوریا ہی کے تعلق سے مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "ورلڈ پیس کا مسئلہ ایک کرپٹ اور فیناٹک آدمی کی خاطر قربان نہیں کیا جا سکتا" [ایضاً] اپنی وزارت اور پارٹی کی ذمہ داریوں کے باوجود مولانا پنڈت جی کو لکھتے ہیں کہ انھیں وزارتِ دفاع کی سب کمیٹی کی میٹنگ کی نوٹس اور ایجنڈا بھی بھیجا جایا کرے تاکہ جن نشستوں میں ان کی دلچسپی ہو وہ اس میں شریک ہو سکیں [ایضاً؛ خط: ۴]۔

انتظامی اور سیاسی امور کے علاوہ عالمی نظریاتی اختلافات کے حوالہ سے مولانا کی تحریر (متفرقات: ۱) بہت اہم تحریر ہے جو ہندوستان کی معاشیات کے تعلق سے ملک کی اقتصادی پالیسیوں کا تعین کرتی ہے۔ اسی طرح پنڈت نہرو کے نام مولانا کی تحریریں (خط نمبر ۱۴ و ۱۵) بھی ملکی اقتصادیات کو اس طرح کارآمد بنانے کی تجویز رکھتی ہیں جس سے سماج کے کمزور طبقہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔"

تیسرے عنوان فلاحی، سماجی، مذہبی اور ذاتی کے تحت جو آثار آتے ہیں۔ ان کے رے میں محترم برقی صاحب فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا تحریروں کے علاوہ اس مجموعے میں مولانا کی ہمہ جہتی کی عکاس بے شمار ایسی تحریریں ہیں جہاں رشتوں کی اہمیت، بے ریا اپنائیت، بے تکلف اظہارِ تشکر بھی ہے اور گزرے ہوئے زمانوں کی یادیں بھی ہیں۔ آج کی دوستی اور خلوص کا اظہار بھی ہے، دوستوں کی جدائی کا صدمہ بھی اور ان کے تغافل یا ان کی حق ناشناسی کا شکوہ بھی۔ [رادھا کرشنا؛ خط: ۳]۔ ان میں دوستوں کے لیے سہولتوں کی فراہمی، حق داروں کو ان کا حق پہنچانے کی

ہدایت، ضرورت مندوں کی حاجت روائی۔ پس ماندہ طبقات پر خصوصی توجہ کی ضرورت، تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے فراہمی ، روزگار کی اہمیت، راجستھان کے قحط زدہ افراد کے لیے راحت کاری اور ۱۹۴۷ء کے ہولناک فسادات کے بعد پناہ گزینوں کی بازآباد کاری کے مسائل بھی ہیں اور متروکہ جائدادوں کی واپسی کی مشکلات کا حل بھی۔ اس ضمن میں کچھ بہت اہم اور دلچسپ تحریریں بھی ہیں جیسے ایک تحریر خواجہ غلام السیدین سکریٹری وزارتِ تعلیم اور ان کے خاندان کے بارے میں پیدا کیے گئے شبہات کے ازالہ کے لیے ہے [اجیت پرشاد ؛ خط : ۱۰]۔ کچھ تحریریں نواب صاحب ارکاٹ اور ان کی بھتیجی کے درمیان تصفیہ کرانے کی کوششوں میں ہیں [فضیلت النساء ؛ خط : ۱، راج گوپال اچاری ؛ خط : ا و ۳]۔ کہیں راج ماتا نابھہ اور ان کے صاحب زادے مہاراجہ نابھ کے اختلافات ختم کرنے کے لیے مشورے ہیں [کانجو ؛ خط : ا و ۳، مہاراجہ نابھ ؛ خط : ا]۔

۱۹۳۰ء میں انگریز حکومت نے گڑھوال رجمنٹ کو برخاست کر دیا تھا۔ کیوں کہ اس نے تحریک سول نافرمانی میں حصہ لینے والوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس رجمنٹ کا ایک فرد اپنے لڑکے کے لیے وزارتِ دفاع سے وظیفہ کا طلب گار ہوا تو مولانا نہایت ہمدردی سے اس کی سفارش کرتے ہیں [تیاگی ؛ خط : ۲]۔ اسی طرح اردو کے مشہور مصنف قاضی عبدالغفار (مرادآبادی) کے علاج کے لیے فراہمی زر کے احکام بھی ہیں ۔ [سیکریٹری ایجوکیشن ؛ خط : ۴]۔ ایورسٹ کی فتح کو مولانا انسانی عقل وعزم کی فتح یابی قرار دیتے ہیں ۔ اس مجموعہ میں ۱۱ تحریریں ایورسٹ کی فتح اور شیرپا تین سنگھ (ٹین زینگ) ایڈمنڈ ہیلیری اور سرجان ہنٹ سے متعلق ہیں ۔ خبر کے مطابق کچھ سیاسی پارٹیاں نہیں چاہتی تھیں کہ تین سنگھ لندن جاکر جارج میڈل قبول کرے ۔ لیکن مولانا کا اصرار ہے کہ اسے یہ اعزاز قبول کرنا چاہیے ۔ [کھیر ؛ خط : ۲، گھوکھلے ؛ خط : ا و ۲، بدھان چند ؛ خط : ا]۔ دوسری طرف ان کی خواہش ہے کہ جس طرح برطانیہ تین سنگھ کو اعزاز دے رہا ہے ۔ اسی طرح ہندوستان

سرجان ہنٹ کو بھی اسپیشل میڈل دے۔ [کھیر؛ خط: ۳]۔ اس کے ساتھ صدر مملکت بابو راجیندر پرشاد سے سفارش کرتے ہیں کہ مسٹر ہیلیری کو بھی اس اعزاز سے نوازا جائے اور اس کے لیے ۲۹۔ جون کی تاریخ بھی مقرر کرتے ہیں۔ [گوکھلے؛ خط: ۳ و ۴، راجندر پرشاد؛ خط: ۴، نہرو؛ خط: ۲۵]۔ اور پنڈت نہرو سے کہتے ہیں کہ وہ حکومت نیوزی لینڈ کو بھی اس فیصلہ سے آگاہ کر دیں [نہرو؛ خط: ۲۴]۔ اہم بات یہ ہے کہ مولانا نے یہ محسوس کیا کہ محض میڈل دے دینے سے تین سنگھ کے کارنامے کا حق نہیں ادا ہو سکتا بلکہ اس کے مستقبل کے لیے معقول بندوبست بھی ضروری ہے۔ اسٹیٹسمین (اخبار) کے قائم کردہ فنڈ کے علاوہ ان کی تجویز ہے کہ تین سنگھ کو دارجلنگ کے قریب کم از کم پانچ ایکڑ قابل کاشت زمین دی جائے، جس سے وہ اپنا خرچ نکال سکے۔ [بدھان چندر؛ خط: ۳]۔

مذہبی امور میں مولانا کبھی تنگ نظری یا تعصب کو برداشت نہیں کر سکے۔ ہندوستان کی مذہبی رواداری، ضبط و انجذاب کی اعلیٰ قدریں، ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی تھیں۔ عیسائی مشنریوں کی بابت پارلیمنٹ میں ڈاکٹر کاٹجو نے ایک سوال کے جواب میں کہا "اگر یہ مشنریز انڈیا میں ایونجیلیکل مقصد سے آتے ہیں تو میں کہوں گا کہ جس قدر جلد وہ آنا روک دیں، اتنا ہی بہتر ہوگا۔" اس بیان پر عیسائی مذہبی حلقے بہت پریشان ہوئے اور عیسائیت کی ترویج کو اپنا مذہبی فریضہ قرار دیتے ہوئے اس حق پر اصرار کیا۔ [نہرو؛ خط: ۱۲، کاٹجو؛ خط: ۷]۔ مولانا نے نہ صرف انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ جدید ہندوستان کی سیکولرازم اور مذہبی رواداری پر بڑے منطقی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے نئے ہندوستان کی تعمیر میں عیسائی مشنریوں کی کارکردگی کا اعتراف بھی کیا ہے۔ [اگریشیاس؛ خط: ۱]۔ اسی طرح وہ تھائی بدھسٹ مشن کو بھی ہندوستان میں خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کے لیے جملہ ممکنہ آسانیاں فراہم کرنے کا یقین دلاتے ہیں [بدھان چند؛ خط: ۴]۔

ملک کی تقسیم اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے فسادات نے

مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں بھی کئی پیچیدگیاں پیدا کر دی تھیں ۔ لیکن مولانا نے ان مسائل کو بہ حیثیت مسلمان نہیں بلکہ ایک قومی رہنما کی حیثیت سے دیکھا اور حل کرنے کی کوشش کی ۔ جیسا کہ بھیم سین سچر وزیر اعلیٰ پنجاب کے نام ان کی تحریروں سے علم ہوتا ہے ۔ وہ پنجاب کی مسجدوں کے انخلا کے معاملہ کو بین الاقوامی سیاست کے پس منظر میں دیکھتے ہیں [سچر ؛ خط : ۴] ۔ اسی طرح ملٹری کیمپ ، سانتا کروز ، بمبئی کی مسجد کی بازآباد کاری [تیاگی ؛ خط : ۱] ۔ الور اور بھرت پور ، راجستھان کی مسجد اور اس کی جائداد کی بازیافت [ویاس ؛ خط : ۲] اور سرہند میں شیخ احمد سرہندی کی درگاہ کی کسمپرسی [کاٹجو ؛ خط : ۱۰] پر بھی توجہ کرتے ہیں ۔ ان کا یہ غیر جانبدارانہ رویہ اندرون ملک کے مسائل تک ہی محدود نہ تھا بلکہ پاکستان میں احمدیہ فرقہ کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوا تو اس کے خلاف آواز اٹھانے پر مولانا نے غلام محمد کو مبارک باد دی اور لکھا " اگر مذہبی فیناٹزم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو اس کے تباہ کرنے والے نتائج کہاں تک پہنچ سکتے ہیں ۔ [غلام محمد ؛ خط : ۱] ۔ ہندوستان میں مسلم اوقاف کی بدانتظامی اور زبوں حالی پر بھی متفکر رہتے تھے اور اس کی خرابیوں ، کمزوریوں اور کوتاہیوں کے ازالہ کے لیے ہر مثبت مشورہ کا خیر مقدم کرتے تھے [کاٹجو ؛ خط : ۲ ، بسواس ؛ خط : ۱ ، ۲] ۔

مولانا کی ایک اہم صفت ان کی سنجیدہ حس مزاح بھی تھی جس کا اظہار اس مجموعہ کی بعض تحریروں سے بھی ہوتا ہے ۔ بھیم سین سچر دہلی آئے اور مولانا کی خواہش کے باوجود بغیر ان سے ملے واپس چلے گئے ۔ مولانا انھیں لکھتے ہیں کہ آپ مجھ سے ملنے تو آئیے آپ مطمئن رہیں میں لدھیانہ کی مسجدوں کے بارے میں باتیں نہیں کروں گا ۔ [سچر ؛ خط : ۵] ۔ دوسری جگہ مولانا لکھتے ہیں : " گائے رکھنا بہت اچھی بات ہے ۔ کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں ، لیکن مناسب ہوگا کہ نیو دہلی میونسپلٹی اس کی دیکھ بھال کرتی رہے تاکہ مکھیاں پیدا نہ ہوں ۔ [راج کماری ؛ خط : ۱] ۔ ایک تحریر میں ڈاکٹر تاراچند کے ذریعہ " سیف آزاد " کو پیغام بھجواتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " امید ہے آپ نے " عرق فروشی " کا

مبارک کاروبار پھر نہ شروع کیا ہوگا"۔[تارا چند؛ خط: ۴]۔

بہر حال مولانا آزاد کی یہ نادر ونایاب تحریریں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں جس سے وہ حسبِ ذوق استفادہ کر سکتے ہیں۔"

گذشتہ صفحات میں محترم اکبر علی ترمذی اور ڈاکٹر راجیش کمار پرتی کی تحریروں سے نیشنل آرکائیوز میں محفوظ مولانا آزاد کے آثار کے تقریباً تمام پہلوؤں اور ان کی اہمیت اور افادیت کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی۔ اس بحث کو اس سے زیادہ بڑھایا جاسکتا تھا، لیکن جہاں خود آثار پیش کیے جارہے ہوں، وہاں ہمیں اپنے ذوق سے زیادہ محترم قارئین کے ذوق پر اعتماد کرنا چاہیے۔ اگر کوئی پہلو اب بھی تشنہ، بحث وتفصیل ہے تو ہمیں قارئین کرام کی باریک بینی اور نکتہ رسی سے امید ہے کہ وہ اپنے غور وفکر مزید سے ان کی اہمیت اور افادیت کے مزید گوشوں سے لطف اندوز ہوں گے البتہ تکرار وتفصیل سے بچتے ہوئے چند خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ اس موقع پر سب سے پہلے برادر مکرم حبیب خاں کے خیالات سے استفادہ کرنا چاہوں گا۔ آثارِ آزاد کے بارے میں انھوں نے فرمایا کہ ان سے مولانا آزاد کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر پرتی نے انھیں تاریخ وار مرتب کر دیا ہے۔ اگر اس کی ترتیب شخصیات کے ذیل میں رکھی جاتی تو ان شخصیات سے مولانا کے تعلقات وروابط کے بارے میں معلوم ہوجاتا کہ ان کی نوعیت کیا ہے۔ مولانا ان سے کس حد تک دور یا نزدیک ہیں۔ تعلقات کا دائرہ کیا ہے اور ذوق وفکر کا اشتراک ادب، سیاست وغیرہ میں کہاں اور کس حد تک ہے۔ کتاب کے شروع یا آخر میں کوئی فہرست یا انڈکس نہیں جس سے بہ یک نظر کسی شخص کے نام خطوط کا احاطہ ہو سکے۔ وہ اپنے تبصرے میں لکھتے ہیں:

"بہ ہر حال مجموعی حیثیت سے ان نادر تحریروں کی اشاعت سے بہت سی باتیں پہلی بار ہمارے سامنے آتی ہیں۔ جن کا علم اس سے پہلے نہ تھا۔ مولانا

کے وزارت کے زمانے کی ان تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ عوام کے مسائل حل کرنے اور ان کی مدد کرنے میں انھوں نے ضابطے کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ لیکن کبھی کبھی کسی نادار کی مدد کرنے میں ان کے ضابطے کا حصار ٹوٹ بھی جاتا تھا ۔۔۔ یہ تھے ہمارے مولانا ابوالکلام آزاد! جنھیں دنیا نے ان کی زندگی میں غلط سمجھا لیکن مولانا کی اس طرح کی تحریریں جب دنیا کے سامنے آئیں گی تو دنیا ان کی سیرت کی عظمت اور ان کے طریقِ کار کی افادیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔" (کتاب نما، دہلی۔ جنوری ۱۹۹۳ء)۔

۲۔ مولانا آزاد کے آثار و وثایق یا ان خطوط کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ علم و عمل کا ہر میدان گویا ان کا خاص میدان تھا۔ ان کی نظر ملکی زندگی کے ہر پہلو پر محیط تھی، خواہ ملکی معاملہ ہو، خواہ بین الاقوامی سیاسی مسائل ہوں، وہ ہر معاملے اور ہر مسئلے میں گہری نظر اور صائب رائے رکھتے تھے۔ وہ خلوت نشین مگر باخبر، مستعد و گرم، مخلص، بے ریا و بے غرض، اصول پرست، صاحبِ کردار، ہر مسئلے میں دو ٹوک رائے دینے والے، ذہین، نکتہ رس، باریک بین، بات کی تہ کو پہنچ جانے والے، حوصلہ مند، فراخ قلب، بردبار اور تحمل والے تھے۔ ان کا مزاج معتدل اور فکر متوازن تھا۔ وہ نہ اتنے نازک مزاج تھے کہ خلافِ مزاج ہر بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیں اور نہ دل کو پتھر ہی بنالیا تھا کہ کسی ناگوار اور غلط بات کا اثر نہ لیں۔ شاید وہ زندگی کے کسی دور میں ایسے ہی نازک مزاج رہے ہوں لیکن جہاں تک میرا مطالعہ ہے وہ الہلال کے زمانے میں بھی جو ان کی نازک مزاج کا دور مشہور ہے، دعوت کے تقاضوں اور تحریکی مضامین کو چھوڑ کر اپنی معاشرتی اور تہذیبی زندگی میں معتدل مزاجی ہی تھے۔ وہ اگرچہ وزیر تعلیم تھے لیکن ان کا ذوقِ عمل وزارتِ تعلیم کے حدود کا پابند نہ تھا۔

۳۔ تقسیمِ ملک کے بعد ایک بڑا مسئلہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ جن خاندانوں کے کچھ افراد پاکستان چلے گئے تھے اور کچھ ہندوستان میں رہ گئے تھے، ان کی جائیدادوں کو متروکہ

املاک قرار دے کر کسٹوڈین نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ اس طرح ہزاروں مسلمان ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی اپنی جائیداد و املاک سے محروم ہو گئے تھے۔ مولانا آزاد نے اس معاملہ میں خاص دل چسپی لی جیسا کہ اجیت پرشاد جین منسٹر آف ری ہیبلی ٹیشن کے نام مولانا کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا نے ایسا قانون بنوا دیا جس سے پاکستان چلے جانے والے خاندانوں کے ہندوستانی حضرات کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ مسٹر چوتیھ رام گڈوانی کے بیان سے اس مسئلے کی اہمیت اور اس باب میں مولانا آزاد کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔ چناں چہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے:

"۲۱۔ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو مہاجرین کی جائیداد کے متعلق حکومتِ ہند نے جو نیا آرڈی نینس جاری کیا ہے، اس کے خلاف بہ طور احتجاج سندھی، مہاجرین ستیہ گرہ اور ڈایریکٹ ایکشن کی دھمکی دے کر مسٹر چوتیھ رام گڈوانی نے احتجاجاً حکومتِ ہند کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا ہے۔ اس لیے کہ حکومتِ ہند نے مسلمانوں کے ساتھ رعایت کر کے ملک کو نقصان پہنچایا ہے اور یہ رعایت مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تائید کا نتیجہ ہے، جو مرکز میں وزیر تعلیم ہیں۔"

(مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری، ص ۴۴-۴۴۳)

مولانا نے اس قسم کی باتوں اور احتجاجوں کی کبھی پروا نہیں کی۔ انھوں نے جو فیصلہ کیا اور جو قدم اٹھایا وہ ملک اور قوم کے بہترین مفاد میں اٹھایا۔ اگر انھوں نے مسلمانوں کے لیے بھی اس قسم کا کوئی قانون بنوایا یا ان کے کسی مسئلے میں بہ طور خاص دل چسپی لی تو اس لیے کہ مسلمان بھی ہندوستان کی متحدہ قومیت کا ایک اہم عنصر ہیں۔ ان کی بے چینی، انتشار، پس ماندگی سے ہندوستان کی سماجی اور معاشرتی زندگی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مسلمانوں کا کوئی سماجی، سیاسی، معاشی، تعلیمی مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں، بلکہ پورے ملک کا مسئلہ ہے۔

۴۔ اس مجموعے میں مولانا کے ایسے خطوط اور تجاویز بھی ہیں۔ جن سے عوام کے

فلاح و بہبود کے لیے ان کے بہترین خیالات پر روشنی پڑتی ہے۔ ٹیچرز کے مسائل، کسانوں کے لیے لازمی بیمہ پالیسی کا اجرا، ٹراموے اور صنعتی اداروں میں کام کرنے والے مزدوروں کے مسائل، پس ماندہ طبقات کی فلاح و بہبود، ہریجنوں کی تعلیم، عوام کے لیے پرائمری تعلیم کے لزوم، ملک کی تعلیمی، تیکنیکی، سائنسی، معاشی ترقی کے جتنے کام تھے۔ مولانا آزاد نے ان میں اپنی ذاتی حیثیت سے، وزیر تعلیم کی حیثیت سے، پارلیمنٹ کے رکن کی حیثیت سے، کانگریس کے رہنما کی حیثیت سے اور ملک کی ایک بااثر اور مقتدر شخصیت کے ناتے، ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انھوں نے ڈاکٹر چوتھ رام، ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی اور دوسرے فرقہ پرست، تنگ نظر اور متعصب لوگوں کی کبھی پروا نہیں کی۔ وہ اپنی ان کوششوں میں تنہا بھی نہ تھے۔ کانگریس کے اصول و روایات، اس کے تاریخی فیصلے، ملک کا دستور، حکومت کی پالیسی اور بلاتفریق مذہب و ملت ملک کے تمام سنجیدہ، وسیع النظر، فراخ قلب، انسانیت دوست عوام و خواص ان کے ساتھ اور ان کے مؤید تھے۔

۵۔ ان خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا آزاد معاشرتی اور تہذیبی زندگی میں خواہ کتنے ہی روادار اور نرم خو کیوں نہ ہوں، اصول اور نظم و ضبط کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ ڈاکٹر راجیش کمار پرتی نے اپنے مقدمے میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کئی واقعات ان خطوط میں مزید موجود ہیں، جن سے مولانا کی اصول پسندی اور نظم و ضبط کی خلاف ورزی سے ان کی بیزاری پر استدلال کیا جاسکتا ہے اصولوں پر وہ مفاہمت کے لیے کبھی تیار نہیں ہوئے، اگرچہ وہ مصالح اور عذرات کو نظرانداز بھی نہیں کرتے تھے۔

۶۔ ایک اہم بات یہ تھی کہ وہ ملکی اور قومی تعمیر و ترقی کے لیے امن و امان کو بنیادی ضرورت سمجھتے تھے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسے انسانی ضرورت خیال کرتے تھے، اس لیے وہ اندرون ملک سے لے کر پڑوسی ممالک اور دنیا کے دور دراز ممالک تک میں امن و

امان کی صورتِ حال کو بہتر دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ امن، دوستی، بھائی چارے، مفاہمت کی ضرورت ملک کے مختلف طبقات سے لے کر پڑوسی ممالک تک ضروری تھی۔ کوریا اور نیپال کے اندرونی خلفشار پر قابو پانے اور امن اور مفاہمت کی فضا پیدا کرنے میں ان کی خواہش کا اظہار اسی تصور کی کڑی سمجھنا چاہیے۔

۷۔ قیام پاکستان کے بارے میں ان کی رائے ڈھکی چھپی نہیں۔ وہ اس کے قیام کے مخالف تھے۔ وہ پاکستان اسکیم کو ہندوستان کے کل نو کروڑ مسلمانوں کے مسئلے کا صحیح حل نہیں سمجھتے تھے، لیکن جب ملکی اور کل قومی سطح پر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور قرار پا گیا کہ ملک کی تقسیم ہو گی تو پھر انھوں نے اپنی مخالفت ترک دی۔ پھر اگر کبھی تذکرہ آیا بھی تو تاریخ کے واقعے اور اس سے اپنے عدم اتفاق اور اپنی رائے کی صحت پر بعد کے واقعات سے استدلال کا آیا۔ انھوں نے کبھی پاکستان کو ختم ہو جانے، اسے کمزور کرنے، اس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرنے، اس کے انتشار کو بڑھانے کی خواہش نہیں کی، بلکہ اس کے استحکام، اس میں جمہوریت کے فروغ، اس کے مختلف طبقوں اور فرقوں میں مفاہمت اور ہندوستان سے اس کے خوش گوار تعلقات کے نہ صرف آرزو مند رہے بلکہ اس کے لیے انھوں نے بہترین کوششیں بھی کیں۔ جہاں تک نہرو لیاقت پیکٹ کا تعلق ہے، اس میں مولانا نے اپنی بہترین توانائیاں صرف کی تھیں اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے بعض رفقاء ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی وغیرہ کی ناراضگی بھی مول لی تھی اور ان کی تنقید کا نشانہ بننا گوارا کر لیا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا کا انتقال ہوا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس وقت تک ہندوستان پاکستان کے مابین بعد کے ادوار سے زیادہ خوش گوار تعلقات اور مفاہمت کے جذبات پائے جاتے تھے۔ اس دوران میں محمد علی بوگرا کے زمانۂ وزارتِ عظمیٰ میں انھیں پھر امید پیدا ہوئی تھی کہ تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ پاکستان کے لیے مولانا کی ہمدردی اور خیر سگالی کے جذبات کا اظہار ان کی زندگی میں اکثر ہوتا رہا تھا۔ ہندوستانی کونسل برائے ثقافتی تعلقات (آئی۔ سی۔ سی۔

آر) ان کی اسی سلسلے کی ایک منظم اور مستقل کوشش تھی ۔انھوں نے کونسل کے افتتاحی اجلاس کے خطبہ، صدارت میں دونوں ریاستوں کی آبادی کے درمیان مفاہمت اور ہمدردی کے رشتوں کو مضبوط کرنے کی ولولہ انگیز اپیل کی تھی ۔یہ تمام واقعات تاریخ کا حصہ ہیں، لیکن اس مجموعے میں ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کے نام ان کے خط سے ان کے اخلاص کی مزید تائید ہوتی ہے ۔اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ مولانا نے پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کے رجحان کو ملک کے لیے سخت خطرناک قرار دیا ہے اور اس کے خلاف غلام محمد کے اقدام کو سراہا ہے ۔اس وقت کے مقابلے میں اب یہ رجحان جنون کی حد تک بڑھ چکا ہے اور اس وقت اگر اس کا ایک ہدف تھا تو اب یہ کئی جہات میں پھیل گیا ہے اور اس سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اس کے کئی اہداف بن گئے ہیں ۔اب انتہا پسندی کا یہ رجحان عالمی نظروں میں بھی آگیا ہے ۔یہ بات پاکستان کے ارباب بسط و کشاد کے سوچنے اور غور کرنے کی ہے ۔مذہبی انتہا پسندی خوبی کی بات نہیں اور جنون تو بہر حال جنون ہے، خواہ مذہبی ہو!

۸۔ اس مجموعے میں جن حضرات کے نام مولانا کے خطوط ہیں ان سے مولانا کا تعلق نیا نہ ہوا تھا ۔ان میں سے بعض کے ساتھ مولانا کا تعلق ۲۰، ۲۵ سال کا تھا ۔وہ ایک جماعت میں رہے تھے، ایک ساتھ تحریکوں میں حصہ لیا تھا، ایک ساتھ جیل گئے تھے اور کئی کئی سال جیل میں ایک ساتھ گزارے تھے ۔دکھ اور خوشی کے دن ساتھ ساتھ بسر کیے تھے اور آزادی کے بعد وطن کی تعمیر میں اپنے اپنے ذوق کے مطابق مناصب کے دایرں میں حصہ لے رہے تھے ۔اتنے طویل اور قریبی تعلقات کے بعد طبیعتوں اور مزاجوں کا اختلاف بھی گوارا ہو جاتا ہے ۔ایسے قرب و تعلق میں بعض اوقات شکر رنجی اور ناراضگی کا پیدا ہونا بھی بعید از امکان نہیں ہو سکتا ۔چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ سی ۔سی بسواس، ڈاکٹر رادھا کرشن، ڈاکٹر کاٹجو وغیرہ سے مولانا کو شکایات پیدا ہوئیں، لیکن مولانا کی سیرت کا یہ پہلو ہمارے سامنے آتا ہے کہ انھیں جوں ہی کسی سے کوئی شکایت

پیدا ہوئی اس کا برملا اسی سے اظہار کر دیا اور پھر خاموشی اختیار کر لی، نہ زبان پر شکوہ آیا، نہ قلم سے اس کا اظہار ہوا اور نہ محض ایک شکایت کی وجہ سے تعلقات منقطع کیے۔

وزیر قانون و اقلیتی امور کا ایک رکن پارلیمنٹ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا نے اس معاملے میں صلح صفائی کرا دی۔ اب ہاؤس میں رسمی کارروائی کر کے معاملے کو ختم کر دینا تھا، لیکن وزیر قانون سی۔ سی بسواس طے شدہ امر سے پھر گئے۔ مولانا نے انھیں ایک مفصل خط لکھا جس میں معاملے کی وضاحت کی اور آخر میں انھیں شکایتاً یہ لکھا:

"آپ کی یہ کارروائی اس گفتگو کے بالکل خلاف تھی جو چند منٹ پہلے مجھ میں اور آپ میں ہو چکی تھی۔ آپ نے میری رائے مان لی تھی کہ ہاؤس میں آئیں، سبھی لوگوں کی بات سنیں اور پھر اپنا بیان ہاؤس کو سنائیں۔ اسی بھروسے پر میں آپ کو ہاؤس میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ اگر آپ سمجھتے تھے کہ آپ کونسل کے ڈائریکٹو کے خلاف نہیں جاسکتے، تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ میری بات تسلیم کر کے میرے ساتھ ہاؤس میں آتے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ آپ صاف انکار کر دیتے کہ میں اس کام کے لیے اس وقت ہاؤس میں نہیں جاسکتا۔ اگر آپ ایسا کرتے تو پھر میں آپ کو ہاؤس میں نہ لاتا اور معاملہ اس دن ملتوی کر دیا جاتا"۔

یہ تو مولانا نے ان کی غلطی کی پوری پوری وضاحت کر دی۔ اب اس خط کا آخری جملہ آتا ہے جس میں مولانا نے اپنے قلق کا اظہار کیا ہے۔ جملہ یہ ہے:

"مجھے افسوس ہے کہ آپ نے بلاوجہ یہ طرز عمل اختیار کیا۔"

یہ ہے مولانا کے اظہار یا ناراضگی کی حد اور بس!

ایک شکایت مولانا کو ڈاکٹر رادھا کرشن سروپلی سے پیدا ہوئی جب وہ جمہوریہ ہند کے نائب صدر تھے (۱۹۵۲ء - ۱۹۶۲ء)۔ معاملہ کسی جلسے میں شرکت کا تھا۔ مولانا کے نام خط میں انھوں نے اپنی عدم شرکت کی وجہ کچھ لکھی اور کسی اور کے سامنے اس کی وجہ کچھ اور بیان کی۔ جس کا تعلق مولانا کی ذات سے تھا۔ مولانا نے انھیں خط لکھا اور

واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"پانچ برس سے جو تعلق دوستی کا، آپ میں اور مجھ میں قائم ہے۔ اس کے لحاظ سے مجھے یہ توقع تھی کہ اگر آپ کو کسی معاملے میں میری راے سے اختلاف بھی ہو گیا تو سب سے پہلے آپ خود مجھ سے کہیں گے، اس کے بعد دوسروں سے ذکر کریں گے۔ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ نے یہ بات مجھے نہیں بتلائی اور شریک نہ ہو سکنے کی بالکل دوسری وجہ لکھی، لیکن مسٹر بسواس سے کہنا ضروری سمجھا۔"

اس کے بعد ہم یہ کہیں نہیں پاتے کہ مولانا کے کسی کے سامنے یا کسی تحریر میں اس رنجش کا ذکر کیا ہو۔ ایسی ہی ایک شکایت انھیں ڈاکٹر کاٹجو کے اخلاق سے پیدا ہوئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو مئی ۱۹۵۳ء میں انگلستان گئے تو مولانا آزاد نے ان کی عدم موجودگی میں قائم مقام وزیر اعظم کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ یکم جون کو سرکاری پریس نوٹ کے ذریعے ان کی قائم مقامی کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ انھوں نے کام کرنا شروع بھی کر دیا، لیکن ڈاکٹر کاٹجو وزیر قانون کے حوالے سے خبر چھپی کہ وزیر اعظم کی عدم موجودگی میں ان کی قائم مقامی کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ مولانا کو ان کے حوالے سے اس خبر سے دکھ ہوا، لیکن مولانا نے اخبار کی تردید خود کرنے کے بجاے خود ڈاکٹر کاٹجو کو خط لکھا اور ان سے معاملے کی وضاحت کی اور آخر میں یہ ایک جملہ اپنی رنجش کا لکھا:

"مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس طرح کی غلط بات کا پریس میں دینا مناسب تصور کیا۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔"

اور اسی اظہار رنجش پر بات ختم ہو گئی۔

ہم نے یہاں مولانا کی رنجش کے تین واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بیان واقعات یک طرفہ ہے، لیکن مولانا نے تینوں خطوں میں اولاً رنجش کے اسباب کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور خود متعلقہ شخص کو مخاطب کر کے ان واقعات کی

بنیاد ہی پر اپنے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔اس لیے ان واقعات کی صحت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ بالفرض متعلقہ اشخاص کی طرف سے کوئی عذر بھی سامنے آجائے تو اس سے مولانا کی سیرت اور ان کے مزاج کی جس خوبی کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، اس میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا۔

۹۔ اس میں بعض ایسے بیان بھی ہیں جو مولانا کے خود اپنے بارے میں ہیں۔ مثلاً وہ سیکرٹری کو لکھتے ہیں کہ وہ ہاؤسنگ منسٹری کو اس طرح لکھیں:

"مولانا کو افسوس ہے کہ ایسا طریقہ آپ نے اختیار کیا۔ ایک برس سے یہ معاملہ آپ کو معلوم پہلے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ گرمی سے پہلے انتظام کر دیا جائے گا۔ اگر آپ جنوری میں لکھتے تو تین ماہ کی مہلت آپ کو مل جاتی اور اپریل میں مشین لگ جاتی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ کی اور اب اپریل میں آپ لکھتے ہیں کہ تین ماہ کی مہلت چاہیے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کام کے لیے تیار نہیں۔

مولانا اس بارے میں اب کچھ نہیں لکھیں گے۔"

محترم عبداللطیف اعظمی صاحب نے اس خط کو مولانا کے فقر و درویشی کے خلاف قرار دیا ہے۔میرے خیال میں تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔آخر فقر و درویشی کیا ہے جس کی توقع مولانا سے کی جاتی ہے؟ کیا دکھ، تکلیف، بیماری کا بیان و علاج نہ کرایا جائے؟ اس خط سے تو مولانا کی غیرت، خودداری اور تمکنت پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اس خط میں مولانا نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے سیکریٹری کو واسطہ بنایا ہے۔ اس مرحلے میں خود لکھنا اپنی شان اور وقار کے خلاف سمجھا۔ خواہ مشین (ایرکنڈیشنر) لگے، خواہ نہ لگے۔

اسی قسم کی ایک اور مثال درگا داس ایڈیٹر ہندوستان ٹائمز نئی دہلی کے نام خط

میں ہمیں ملتی ہے۔ مولانا نے ایک نوٹ ایڈیٹر کی طرف سے اپنے بارے میں لکھ کر دیا تھا، تاکہ وہ اسے اپنی طرف سے مولانا کے تعارف میں "اے نیو ہسٹری آف فلاسفی .... ایسٹرن اینڈ ویسٹرن" کے انٹروڈکشن کے ساتھ شائع کریں۔ تصنیف و تالیف اور صحافت میں اس قسم کی تحریریں بعض اوقات ناگزیر ہوتی ہیں اور ان سے عہدہ برآ ہونا ہی پڑتا ہے۔ اس قسم کے مواقع پر فقر و درویشی اور عجز و انکسار کا اصول نہیں چلتا۔

۱۰۔ حکومتِ ہند کا تمام کاروبار اس وقت تک چوں کہ انگریزی زبان میں ہوتا تھا اور مولانا آزاد انگریزی ادب، تاریخ اور فلسفہ میں وسیع المطالعہ ہونے اور نظر و عبور رکھنے کے باوجود انگریزی میں تحریر و تقریر پر قادر نہ تھے، اس لیے انھوں نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تھا کہ خط، جواب، ہدایت، رائے، فیصلہ وغیرہ جو کچھ لکھنا ہوتا تھا اس کا مسودہ اردو میں بنا کر دے دیتے تھے۔ دفتر اسے انگریزی میں ترجمہ کر کے مولانا کے دستخطوں سے مکتوب الیہ کو بھیج دیتا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تمام سرکاری مراسلت میں یہ اصول نہیں برتا جا سکتا تھا۔ ایسا ہوتا تو مولانا کے پرچوں، رقعوں یا خطوط کے مسودات کا ڈھیر لگ جاتا۔ اس کے مقابلے میں جو ذخیرہ۔ تحریرات دستیاب ہوا ہے، وہ مختصر مدت کا اور بہت تھوڑا ہے۔ سوا دو سو تحریرات کی تعداد کو بھی نہیں پہنچتا۔ اگر مولانا کے گیارہ برس سے زیادہ مدتِ وزارت کا حساب لگایا جائے تو مولانا کی اس قسم کی تحریرات کا اندازہ دس پندرہ ہزار سے تجاوز کیا جا سکتا ہے، لیکن آثارِ آزاد میں شامل تحریرات سے زیادہ ہماری دسترس میں کوئی چیز نہیں۔ یہ تمام تحریریں صرف وہ ہیں جو محمد اجمل خاں کی دسترس میں کسی نہ کسی طرح آ گئی تھیں۔ سیکریٹری ایجوکیشن اور سیکریٹریٹ کے دوسرے عملے کے پاس مولانا کے جو مسودات اور تحریریں عمل درآمد کے لیے جاتی ہوں گی۔ انھیں کس نے محفوظ رکھا ہو گا اور اگر مختلف فائلوں میں یہ تحریریں محفوظ بھی کر دی گئی ہوں تو اب مولانا کے دورِ وزارت کے آغاز سے نصف صدی بعد کون انھیں تلاش کرے گا اور اگر کوئی تیار بھی ہو جائے تو راہ میں کتنی دفتری اور قانونی پیچیدگیاں

حائل ہوں گی۔ اتنی دل چسپی کسے ہوگی کہ ان دشواریوں کو دور کرے!

۱۱۔ سید اکبر علی ترمذی نے ان تحریروں کو "وثائق" اور ڈاکٹر راجیش کمار پرتی نے انھیں "نادر تحریریں" اور "دستاویزات" کے الفاظ سے موسوم کیا ہے۔ ان کے لیے "خطوط" کا لفظ بھی آیا ہے۔ محترم عبداللطیف اعظمی صاحب کا خیال ہے کہ انھیں خطوط کہنا مشکل ہے (خدا بخش لائبریری جرنل، پٹنہ۔ شمارہ: ۱۰۷)۔ بلاشبہ انھیں خطوط کہنا مشکل ہے، لیکن یہ وثائق کی تعریف پر بھی پورے نہیں اترتے، یہ تمام و کمال رقعات و دستاویزات کے دایرے میں بھی نہیں آتے، لیکن بعض میں یہ خوبیاں کم و بیش ضرور پائی جاتی ہیں۔ ان کے "تحریریں" ہونے میں کوئی شبہ نہیں، لیکن تحریریں کہہ دینے سے بات ختم نہیں ہو جاتی۔ ان کی صنف کا تعین کرنے کے لیے ان کا کوئی نام تو رکھنا ہی پڑے گا اور وہ نام بیشتر تحریروں کے خصوصیات کی بنا پر خطوط کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کی صورتِ حال کا لحاظ کرتے ہوئے، انھیں خطوط کے ابتدائی مسودات کہا جا سکتا ہے، جنھیں ترجمہ کر کے خطوط کی شکل میں بھیجا گیا اور جو اردو میں بھیجے گئے ہوں گے ان کی بھی یہ شکل ہرگز نہ رہی ہو گی۔ ان کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں وہ سب باتیں درست ہیں جو ترمذی صاحب، ڈاکٹر پرتی اور حبیب خاں صاحب نے بیان کی ہیں۔ ان کے نادر ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

۱۲۔ عبداللطیف اعظمی صاحب کا یہ کہنا بجا ہے کہ یہ تحریریں بہت مختصر ہیں اور بعض اتنی مختصر اور مبہم ہیں کہ جب تک انگریزی کے وہ خطوط جو ان ہدایات کی بنیاد پر لکھے گئے تھے، سامنے نہ ہوں، پوری طرح سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ بات تمام خطوط کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی، البتہ بعض یا بیشتر تحریریں جن کی طرف اعظمی صاحب جو اشارہ کرنا چاہتے ہیں، وہ ایسی ہی ہیں، لیکن یہ اختصار یا ابہام اس سیکرٹری یا اسٹینو گرافر کے لیے جو اصل مسئلے سے واقف ہے اور جسے مولانا کے اشارات کی بنیاد پر خط لکھنا یا جواب دینا ہے، کوئی مشکل پیدا نہیں کرتے۔ اختصار اور ابہام اس قسم کی

تحریروں کا خاصہ ہوتا ہے جو معاملے سے واقف مخاطب کے لیے وجود میں آتی ہیں۔

اس قسم کی جو تحریریں کسی فوری ضرورت سے لکھی جاتی ہیں۔ ان کی زبان آسان اور بیان سادہ ہوتا ہے۔ بول چال کے عام الفاظ میں، اسلوب تحریر کی رنگینی سے عاری اور پیچیدگی سے بری اور رسمی القاب و آداب سے دور ہوتی ہیں۔ اس قسم کے خط یا جواب کو وقت کے معلوم و متعارف اسلوب و شکل میں بھیجنے کے لیے سیکریٹری یا اسٹینو گرافر کی مشق و تجربہ پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی تحریروں کو جب عام شائقین کے مطالعے و استفادے کے لیے پیش کیا جائے تو ان پر حواشی تحریر کیے جانے چاہییں تاکہ قاری مضمون کی واقعی اہمیت سے آشنا اور اس کی افادیت سے واقعی مستفید ہو سکے۔

۱۳۔ اردو تحریروں میں عام طور پر بہ کثرت انگریزی الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان الفاظ کا املا بھی معروف ہو گیا ہے۔ انگریزی کے الفاظ مولانا آزاد نے بھی استعمال کیے ہیں، لیکن حد اعتدال سے زیادہ اور ان کا املا بھی وہ استعمال کیا ہے جو عام طور پر مستعمل نہیں ہے، اگرچہ محترم ڈاکٹر پری کا خیال دوسرا ہے۔

جہاں تک مولانا کے بہ کثرت انگریزی استعمال کا تعلق ہے، اس کا ایک سبب ہے جس پر ترمذی صاحب اور ڈاکٹر پرتی دونوں نے روشنی ڈالی ہے۔ انگریزی الفاظ کی کثرت ان تحریروں میں ہے جو انگریزی میں ترجمہ کر کے مکتوب الیہ کو بھیجی جاتی تھیں۔ ان الفاظ کے استعمال کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ترجمے میں وہی الفاظ استعمال کروانا چاہتے تھے۔ مولانا کے خیال میں ان کے مترادفات مطلوب مفہوم کو ادا نہیں کر سکتے۔ گویا ان جملوں کے ترجمے کے لیے یہ مولانا کی طرف سے رہنمائی تھی کہ جملوں میں ان الفاظ کو استعمال کیا جائے۔

آثارِ آزاد میں انگریزی الفاظ کا مروج اردو املا نہیں ہے۔ مثلاً:

آرکائیوز، پرائیویٹ، نان آفیشل، نان مسلم، ودھ، فار، اکیڈمی وغیرہ کا املا

آرکایوز، پرایویٹ، نواں آفیشل، نواں مسلم، وتھ، فوار، ایکیڈمی استعمال ہوا ہے۔ یہ املا رواج کے مطابق نہیں ہے۔

اسی طرح اردو املا میں عدم یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً؛

ہوئی، جائے، کرلیئے، پرانا، چرانا، ادھر وغیرہ کا املا۔ ہوی، جایے، کرلییے، پورانا، اودھر استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی عام رواج کے مطابق نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا آخری دور میں آسان اردو لکھنے لگے تھے، لیکن اس میں املا کی یکسانیت تھی

لیکن اب ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آثارِ آزاد میں مولانا کے املا کی پابندی کی گئی ہے اور اس اہتمام میں کاتب اور پروف ریڈر کس حد تک کامیاب رہے ہیں۔ یہاں بحث املا کے غلط یا صحیح ہونے کی نہیں ہے بلکہ املا کی یکسانیت کی ہے جو اس میں موجود نہیں اور عدم یکسانیت کی تمام مثالوں کے لیے مولانا آزاد کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ خاکسار نے زیر نظر مجموعے میں کوشش کی ہے کہ املا کی یکسانیت پیدا ہو جائے نہیں کہہ سکتا کہ اس کوشش میں کس درجہ کامیابی ہوئی ہے۔

۱۴۔ سید اکبر علی ترمذی نے ان نوادر و وثایق کی تدوین کے لیے موضوعاتی ترتیب کا ارادہ کیا تھا۔ جب کہ ڈاکٹر راجیش کمار پرتی نے اسے تاریخی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ اس کے بعد ان آثار و نوادر کی تدوین کا صرف ایک طریقہ رہ جاتا تھا، جس کی طرف حبیب خاں نے اشارہ کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ تمام نوادر کو مرسل الیہم کے ناموں کے ذیل میں مرتب کر دیا جائے۔ اس طرح ایک شخص کے نام لکھے گئے تمام خطوط ایک جگہ آجائیں گے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ:

۱۔ کسی شخص کے ساتھ مولانا کے رسمی یا خصوصی کس قسم کے تعلقات تھے؟

۲۔ مولانا اور اس شخص کے مابین دل چسپی یا بحث و تاکید کے مسائل کیا تھے؟

۳۔ اس انداز ترتیب سے یہ فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے کہ مخاطب نے

مولانا کی راے یا سفارش کو کس درجے اہمیت دی اور اس کا کیا نتیجہ نکلا؟

چناں چہ اس ایڈیشن میں ان آثار و نوادر کی تدوین کا یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

آخر میں کتاب کے اشخاص اور زیرِ بحث مسائل کا اشاریہ مرتب کر دیا گیا ہے جس کی ضرورت اور افادیت محتاج بیان نہیں۔

امید ہے کہ اس ایڈیشن میں قارئین کرام کو کچھ ایسی چیزیں ضرور مل جائیں گی جن کی کسی نہ کسی درجے میں کوئی اہمیت اور افادیت ضرور ہو گی اور انھیں پسند کیا جائے گا۔

(ڈاکٹر) ابو سلمان شاہ جہان پوری

۲۷۔ جولائی ۱۹۹۷ء

حصہ اول

آغاز

آثار

اس حصے میں مولانا آزاد کی ۲۱۴ تحریروں کو، جو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، نیو دہلی میں محفوظ ہیں، مرتب کیا گیا ہے اور ان پر حواشی لکھے گئے ہیں۔ یہ تحریرات (حواشی کے بغیر) ڈاکٹر راجیش کمار پرتی نے "آثار آزاد" کے نام سے دہلی سے شائع کر دی تھیں۔

آصف علی: ۱ [۱] اندراج #۱۴۱

(تار)

فروم آزاد ٹو آصف علی

یور میسیج ملا۔ بھابھا کو ہکسلے نے لکھا تھا، مگر اس نے معذرت کر دی۔ وہ ایٹامک انرجی کمیشن کے ڈائرکٹر ہیں اور اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ مدلیار (۱) کو بھی ہم چھوڑ نہیں .... (۲) سکتے۔ ہماری جنرل پالیسی یہ ہے کہ ہم کسی انڈین امیدوار کا نام پیش نہیں کرنا چاہتے (۳)۔

حواشی:

(۱) راما سوامی ڈاکٹر اے۔ ایل مدلیار (Mudaliar) وائس چانسلر مدراس یونی ورسٹی اور سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن کے ایک رکن۔

(۲) یہاں پر قوسین میں جملہ "دوبارہ نہیں" درج تھا، جو درست معلوم نہ ہوا۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ انھیں اس سے قبل بھی کوئی دوسری ذمہ داری سونپی گئی ہو اور اب یہ ممکن یا مناسب نہ ہو۔ "دوبارہ نہیں" سے یہی مراد ہو۔ (شاہجہان پوری)

(۳) یونسکو کی ڈائریکٹرشپ کے لیے ہندوستان کی امیدواری کا مسئلہ تھا۔ اس پر پنڈت جواہر لال نہرو کے نام مولانا کے خط نمبر ۶، ۷ سے مزید روشنی پڑتی ہے۔۔

مولانا کا یہ خط اوائل ۱۹۵۳ء کا ہے، جب کہ آصف علی سوئٹزر لینڈ میں ہندوستان کے سفیر تھے۔ چوں کہ ۲۔ اپریل کو آصف علی کا انتقال ہو گیا تھا، اس لیے یقین ہے کہ یہ مسودہ خط مارچ کا ہوگا۔

اجمل خان، محمد: ۱ [۲] اندراج #۵۶

[اجمل خان صاحب!]

انھیں انگریزی میں لکھیے کہ

"آپ کی چٹھی مولانا کو مل گئی۔ مولانا کا حافظہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ وہ آپ کو

بھول گئے ہوں ۔ آپ اگر دلی آئے تو مولانا بخوشی آپ سے ملیں گے ۔"

ان کا نام پروفیسر عبدالرحیم ہے اور اڈرس یہ ہے ۱/ ۱۳ اویلزلی اسکوئر، کلکتہ ۔ ۱۶

اس خط پر محمد اجمل خان پرائیویٹ سکریٹری کے قلم سے یہ نوٹ بھی ہے:

" یہ بے چارے بہت دنوں نئی دلی کی ایک مسجد میں پڑے رہے ۔ پرانے نیشنلسٹ مسلم ہیں ۔ مولانا [عبید اللہ] سندھی کے جلسے میں بھی شریک تھے بلکہ غزنوی کی گنڈا گردی کے خلاف انھوں نے احتجاج (۱) کیا تھا ۔ شاید ۴۰-۱۹۳۹ء (۲) میں (اجمل) ۔

۲۸ ۔ مئی ۱۹۵۳ء

حواشی:

(۱) احتجاج کی جگہ " خوش آمدید " چھپا تھا، جو ہرگز درست نہ تھا ۔ موقع احتجاج کا تھا ۔

(۲) محمد اجمل خان نے گنڈا گردی کے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ۱۹۴۰ء کے اواخر کا ہے ۔ مولانا سندھی جمعیتِ علماے صوبہ بنگال کی صدارت کے لیے کلکتہ تشریف لے گئے تھے ۔ اس وقت مسلم لیگیوں کی گنڈہ گردی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا ۔ شاہ محمد عثمانی نے اپنی تالیف " ٹوٹے ہوئے تارے " میں مولانا سندھی کے تذکرہ میں اس واقعے کا بہ تفصیل تذکرہ کیا ہے ۔

پروفیسر عبدالرحیم خان بہادر عبدالکریم کے بیٹے تھے ۔ خان بہادر نیشنلسٹ خیال کے بزرگ تھے اور بنگال میں مسلم لیگ کے ایک گروپ کے لیڈر تھے، دوسرے گروپ کے رہنما خواجہ ناظم الدین تھے جن کے گروپ کو محمد علی جناح نے مسلم لیگ تسلیم کرلیا تھا ۔

اجیت پرشاد: ۱	[۳]	اندراج #۱۶

حوالہ: مصطفی غلام نبی کیس

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

ایک کیس کرنل زیدی نے مجھے بھیجا ہے، جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں ۔ اگر ایک شخص کے لڑکوں میں سے کچھ پاکستان چلے گئے ہیں اور کچھ انڈیا میں ہیں اور اس

شخص کا انتقال ہو گیا ہے، تو اس کی جائداد کا صرف وہ حصہ ایویکیو جائداد قرار دیا جاسکتا ہے جو پاکستان جانے والوں کے حصے میں آنا چاہیے، نہ کہ تمام جائداد! مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کیس میں تمام جائداد پر کسٹوڈین نے قبضہ کر لیا ہے۔

مہربانی کر کے اس بارے میں تحقیقات کیجیے۔

[آزاد]

۲-اپریل ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) مسٹر اجیت پرشاد ری ہیبلی ٹیشن منسٹر گورنمنٹ آف انڈیا۔ اجیت پرشاد مئی ۱۹۵۲ء میں قائم ہونے والی کابینہ میں منسٹر تھے، لیکن یہ کابینہ کے رکن نہیں تھے۔

اجیت پرشاد: ۲	[۴]	اندراج #۳۱

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

شری جے۔ایل۔ بھگت نے قرضے کے لیے آپ کو درخواست بھیجی ہے، جس کی کاپی میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم قاعدے کے مطابق اس طرح کی مدد ایک ریفیوجی کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ لیکن اگر دی جاسکتی ہے تو ضرور ہمدردی کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہیے۔

[آزاد]

۲۸-اپریل ۱۹۵۳ء

اجیت پرشاد: ۳	[۵]	اندراج #۵۴

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

بہار کا ایک کیس میرے علم میں آیا ہے۔ محمد مجتبے جو پہلا درخواست کرنے والا ہے، میں اسے جانتا ہوں۔ وہ ڈاکٹر محمود کا پرائیویٹ سیکریٹری تھا، جب وہ بہار کے منسٹر

تھے۔ معاملہ یہ ہے کہ اس کے خاندان کے کچھ آدمی پاکستان چلے گئے ہیں اور کچھ نہیں گئے ہیں۔جو پاکستان چلے گئے ہیں، ان کا شیئر کسٹوڈین لے لے، مگر جو لوگ انڈیا میں رہے ان کا شیر انھیں ملنا چاہیے۔ دو تین برس سے یہ شخص کوشش کر رہا ہے مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اب اس نے پرائم منسٹر کو یہ درخواست بھیجی ہے، جس کی کاپی میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔

[آزاد]

۲۸۔ مئی ۱۹۵۳ء

اجیت پرشاد:۴	[٦]	اندراج #۵۸

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

کچھ دن ہوئے میں نے چاہا تھا کہ ایک ضروری معاملے کے بارے میں آپ سے گفتگو کروں لیکن معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ پھر دریافت کیا تو معلوم ہوا آپ نینی تال چلے گئے۔ اب مجھے آپ کی چٹھی مورخہ .... ملی۔ امید ہے اب آپ کی طبیعت بالکل اچھی ہو گی۔

(۲) مجھے یہ بات معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یو۔پی پراونشیل کانگریس کمیٹی میں یہ تحریک شروع ہوئی ہے کہ پچھلے اختلافات کی یاد بھلائی جائے اور اب سب مل کر اور ایک ہو کر کام کریں۔ میرا مشورہ آپ کو اور آپ کے ہم خیال دوستوں کو یہ ہے کہ آپ اس بارے میں اپنا طرزِ عمل یہ رکھیں کہ آپ لوگوں کی نظر اور کسی بات پر نہیں ہے، صرف سروس پر ہے۔ آپ لوگوں نے اپنی زندگیاں کانگریس کی خدمت پر لگائی تھیں، اور اب بھی اسی اسپرٹ میں کانگریس کی خدمت کے لیے تیار ہیں۔ اگر پراونشیل کمیٹی تیار ہے کہ ہم سے خدمت لے تو ہم بغیر کسی کنڈیشن کے خدمت کے لیے تیار ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ مسٹر قدوائی کا طرزِ عمل بھی ایسا ہی ہو گا۔ کل کیشو دیو بھی

نینی تال کے لیے روانہ ہو گئے۔ انھیں بھی میں نے یہی مشورہ دیا ہے۔

(۳) آپ نے مسجدوں کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، میرے سامنے آگیا۔ آپ جب دہلی آجائیں گے تو اس بارے میں آپ سے بہ تفصیل گفتگو کروں گا۔

(۴) اب میں ایک نہایت ضروری معاملے کی نسبت آپ کو لکھتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ جولائی میں پاکستان سے ہماری بات چیت ہونے والی ہے (۱)۔ ایجنڈے میں سب سے پہلا ایٹم "پرائم منسٹرز اگریمنٹ" ہے۔ یعنی جو اگریمنٹ مسٹر نہرو اور لیاقت علی میں ہوا تھا (۲)۔ اس اگریمنٹ کی رو سے بنگال کی مائینا ریٹی کمیونٹیز کے لیے دونوں گورنمنٹوں نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو تسلیم کیا تھا، اور اب اس پر بحث ہوگی کہ دونوں نے کہاں تک اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا ہے؟

اس سلسلے میں بنگال کے ان مسلمانوں کی حالت کا سوال فوراً سامنے آجائے گا، جو فساد کی وجہ سے پاکستان جانے پر مجبور ہوئے تھے، اور ہم نے ذمہ لیا تھا کہ انھیں واپس ان کے شہروں اور گھروں میں بسا دیں گے اور ان کی زمینیں انھیں واپس مل جائیں گی۔ سوال اٹھایا جائے گا کہ ہم نے کہاں تک اپنی ذمہ داری پوری کی ہے؟ جو حالات وقتاً فوقتاً بنگال کے مسلمانوں کے خاص طور پر ضلع ندیا کے، ہمارے علم میں آتے رہے ہیں، انھیں دیکھتے ہوئے مجھے اندیشہ ہے کہ ہم کامیابی کے ساتھ شاید اپنے آپ کو ڈیفنس نہیں کر سکیں گے اور پاکستان کو موقعہ ملے گا کہ وہ ہم پر الزام لگائے۔

پنڈت نہرو نے اور میں نے کئی بار ڈاکٹر رائے سے کہا تھا کہ وہ خود ندیا جا کر وہاں کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور لوکل آفیسرز پر نہ چھوڑیں، لیکن وہ ابھی تک وہاں جانے کے لیے وقت نہیں نکال سکے۔ پاکستان سے گفتگو کرتے ہوئے ہم گورنمنٹ بنگال کو درمیان میں نہیں لا سکتے، کیوں کہ آخری ذمہ داری ہماری ہے۔ گورنمنٹ بنگال کو ریلیف کے لیے روپیہ بھی ہم ہی نے دیا ہے۔

یہ معاملہ بہت اہم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد آپ وقت نکالیں اور

ندیا جاکر وہاں کے حالات کا ڈائرکٹ معائنہ کریں، تاکہ ہم مضبوطی کے ساتھ معلوم کر سکیں کہ واقعی حالت کیا ہے؟ آپ کی رپورٹ گورنمنٹ بنگال کو بھی مدد دے گی اور ہمارے سامنے بھی اصلی حالت رکھ دے گی (۳)۔

مہربانی کر کے کوشش کیجیے کہ یہ کام انجام پائے۔ ہر اعتبار سے یہ ضروری ہے۔

[آزاد]

۵۔جون ۱۹۵۳ء

حواشی:

(۱) قرارداد کے مطابق وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خاں نے ہندوستان کا دورہ کیا تھا اور ۲۰۔ جولائی ۱۹۵۳ء کو وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو سے اقلیتوں اور مسئلہ کشمیر پر بات چیت کی تھی۔

(۲) یہ معاہدہ ۲۔ اپریل ۱۹۵۰ء کو نئی دہلی میں پاکستان اور ہندوستان کے وزرائے اعظم کے مابین طے پایا تھا اور "لیاقت نہرو پیکٹ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدے کے قیام میں مولانا آزاد نے خاص حصہ لیا تھا۔ وہ اس بات میں نہایت سنجیدہ تھے کہ یہ معاہدہ کامیاب ہو۔ اس سلسلے میں چند بیانات کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا:

۱۔ ۱۰۔ اپریل ۵۰ء کو مسٹر لیاقت علی خاں نے ریڈیو پاکستان سے اس معاہدہ کی یوں وضاحت کی کہ مجلس قانون ساز ۲۳۔ مارچ کی منظور کردہ قراردادِ مقاصد کے اصولوں کے مطابق ہے۔

۲۔ ۱۳۔ اپریل کو نئی دہلی میں صدر جمہوریہء ہند بابو راجندر پرشاد نے سکھوں کے ایک جلسہء استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ نہرو لیاقت معاہدہ کو مکمل طور پر کامیاب بنانے کے لیے سب کو کوشاں رہنا چاہیے۔

۳۔ ۲۱۔ اپریل ۵۰ء کو دہلی میں جمعیت علمائے ہند کے عظیم الشان جلسہء عام میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے اپیل کی کہ "مسلمان ہندوستان کے وفادار شہری بن کر رہیں اور اپنے دلوں میں خوف وہراس کو جگہ نہ دیں اور پاکستان جانے کا ارادہ رکھنے والے مسلمان

ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے مفاد کو صدمہ نہ پہنچائیں۔ ملک میں جذبہ، خیر خواہی و تعاون کا ماحول پیدا کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں"۔

آگے مولانا نے فرمایا کہ

"دونوں ممالک کی اقلیتوں سے متعلق مسائل کو حل کرنے کا دلیرانہ اقدام کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں، بہت پہلے بھی معاہدے کیے گئے تھے، لیکن اس زمانے میں بد قسمتی سے پاکستانی رہنماؤں کو ایسے اہم مسئلے کے فوری حل کی اہمیت کا احساس نہ تھا۔ موجودہ معاہدہ کی اہمیت یوں ہے کہ پاکستانی رہنماؤں نے احساس کر لیا ہے اور معترف ہو چکے ہیں کہ اگر باہمی تعاون سے اقلیت کا مسئلہ حل نہ کیا گیا تو نتیجہ خود ان کے اپنے ملک کی خودکشی کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ معاہدے کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ایک بورڈ میں حکومت، اقلیت اور اکثریت تینوں کے نمائندے ہوں گے اور بورڈ نگرانی کرے گا کہ آیا دونوں ممالک میں معاہدے کا نفاذ ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اس کمیٹی کا قیام فریقین کا جذبہ، خیر خواہی ظاہر کرتا ہے اور دونوں ممالک کی اقلیتوں کو پر امید کرنے کا باعث ہوا ہے"۔

(خلافت، بمبئی، ۲۳۔ اپریل ۱۹۵۰ء)

(۳) مولانا کی گذارش کے مطابق اجیت پرشاد نے بہ ذات خود "ندیا" کا دورہ کر کے حالات کی تحقیق کی تھی۔ مکتوب الیہ کے نام مولانا کے خط نمبر، میں اسی طرف اشارہ موجود ہے

اجیت پرشاد: ۵	[۷]	اندراج #۹۵

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

روبا بائی ویڈو آف غلام حسین ابراہیم میچس والا (بمبئی)، اس کے لڑکے اور اس کی بہو کا کیس آپ کے علم میں آچکا ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ کسٹوڈین بمبئی کے فیصلے کے خلاف انھیں کسٹوڈین جنرل کے پاس اپیل کرنی چاہیے اگر وہ کسٹوڈین کے فیصلے کو انصاف کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چناں چہ ان کا معاملہ کسٹوڈین جنرل کے پاس بھیجا گیا

ہے، لیکن اس اثنا میں معلوم ہوا ہے کہ کسٹوڈین بمبئی ان کی جائیداد کو نیلام کرانا چاہتا ہے۔ انھوں نے جو درخواست آپ کو بھیجی ہے، میں اس کی کاپی آپ کو بھیجتا ہوں میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ کسٹوڈین بمبئی نے ان لوگوں کے کیس میں جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ مجھے مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔

[آزاد]

اجیت پرشاد: ٦	[۸]	اندراج #۱۰۷

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

حیدرآباد سے یہ پیپر میرے پاس آیا ہے۔ یہ اس درخواست کی کاپی ہے، جو آپ کی منسٹری کو بھیجی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس بارے میں آپ نے ضروری ایکشن لے لیا ہوگا۔

[آزاد]

اجیت پرشاد: ۷	[۹]	اندراج #۱۵٦

مائی ڈیر اجیت پرشاد!

ندیا کا دورہ کر کے آپ نے وہاں کی حالت دیکھ لی ہے۔ وہاں ایک شخص صورت علی ہے، جو کلکتہ میں مجھ سے ملا تھا۔ اس کی ایک چٹھی آئی ہے جس کی کاپی میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ معاملے کے یہ تمام پہلو آپ کے سامنے آگئے ہوں گے۔

[آزاد]

اجیت پرشاد: ۸	[۱۰]	اندراج #٦۸

....

انھیں لکھیے کہ

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۹۔ مئی مولانا کو وصول ہوئی۔ آپ کا یہ خیال درست ہے

کہ ویسٹرن پاکستان سے جو نان مسلم ریفیوجیز انڈیا میں آئے ہیں، ایکانامک کنڈیشن کے لحاظ سے ان کی حالت ایک طرح کی نہیں ہے۔ ایک کلاس ہے جسے انڈیا میں اچھے موقعے پاؤں جمانے اور کمائی کرنے کے مل گئے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی موجودہ حالت پچھلی حالت سے کہیں زیادہ بہتر ہو گئی ہے، لیکن دوسری کلاس ہے جو اگرچہ پاکستان میں بہت خوش حال اور دولت مند تھی، لیکن ہندوستان آکر مفلسی اور بے سروسامانی کا شکار ہو گئی ہے۔

آپ کا یہ خیال بھی صحیح ہے کہ کمپن سیشن اور ری ہیبلی ٹیشن گرانٹ کی جو اسکیم بھی منظور کی جائے وہ ایسی ہونی چاہیے جس سے ان ریفیوجیز کو مدد ملے، جو اپنی موجودہ حالت کی بنا پر مدد کے حق دار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حق دار اور غیر حق دار سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ معاملہ تھوڑے آدمیوں کا نہیں ہے، لاکھوں آدمیوں کا ہے، اور ہر انڈیویجویل کی واقعی حالت کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے۔ مجبوراً کوئی نہ کوئی جنرل رول بنانا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس جنرل رول میں موقعہ اور حالت کے مطابق خاص خاص کیسوں سے خاص طرح کا سلوک کرنا پڑے گا۔

آپ کی چٹھی ری ہیبلی ٹیشن منسٹر کو بھیج دی گئی ہے اور مولانا اس معاملے پر پوری طرح غور کر رہے ہیں (۱)۔

جواب دینے کے بعد پھر یہ چٹھی ری ہیبلی ٹیشن منسٹر کو بھیجی جائے گی۔ (۲)

ACTION ON "A" ABOVE IS YET TO BE TAKEN(۲)

[دستخط]

P.S. TOM.(۳) مائی ڈیراجیت

15-11-53

حواشی:

(۱) یہ چٹھی ری ہیبلی ٹیشن منسٹر کے نام نہیں، مولانا کی اپنے پرائیویٹ سیکریٹری کے لیے

ہدایت ہے۔ لیکن یہ چوں کہ ری ہیبلی ٹیشن منسٹر کو بھی بھیجی گئی تھی، اس لیے اسے یہاں درج کر دیا۔

(۲) اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اس پر ایکشن لیا جانا ہے۔ یہ جملہ پرائیویٹ سیکریٹری کے قلم سے ہے۔

(۳) ہدایت ہے کہ منسٹر اجیت پرشاد کو بھیجی جائے۔

اجیت پرشاد: ۹	[۱۱]	اندراج #۶۸

--- --- ---

پرائم منسٹر نے معاملے کے جس پہلو پر زور دیا ہے وہ واقعی قابل غور ہے۔ جن سپاہیوں کو علاحدہ کیا جائے، ان کے ری ہیبلی ٹیشن کا بھی مناسب انتظام ہونا چاہیے۔ ورنہ طرح طرح کے الجھاؤ پیدا ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں یہ بات بھی ہمیں اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ آرمی کے جن سپاہیوں کو الگ کیا جائے گا، ان میں سے ہر ایک آدمی کے لیے ری ہیبلی ٹیشن کا انتظام ضروری نہ ہو گا۔ کیوں کہ ایک اچھی تعداد آرمی میں ایسے لوگوں کی ہے جو ایگریکلچرل پیشے کے خاندانوں کے ہیں اور وہ اپنے گاؤں میں واپس جاکر تلوار کی جگہ ہل کو پکڑ سکتے ہیں۔ البتہ ایک تعداد ایسے آدمیوں کی بھی ہو گی، جن کے لیے کسی طرح کا انتظام کرنا ضروری ہو گا اور ہمیں اس کا خیال رکھنا ہو گا۔

فینانس منسٹر نے تجویز کیا تھا کہ ۵۵-۱۹۵۴ء میں یہ تعداد پچیس ہزار ہونی چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر دس ہزار سے شروع کی جائے اور آیندہ ہر برس پانچ ہزار کی تعداد بڑھائی جائے اور پھر پچیس ہزار کے بعد بڑھانا روک دیا جائے۔ اور اگر کوئی خاص نئی صورتِ حال پیدا نہ ہو جائے تو پھر پچیس ہزار کی سالانہ تعداد اس وقت تک رہے، جب تک کہ پروپوزڈ تعداد تک ہم نہ پہنچ جائیں، تو امید ہے کہ کوئی بڑی دقت ہمیں پیش نہیں آئے گی۔ اس صورت میں ۵۵-۱۹۵۴ء کے اندر صرف پندرہ ہزار آدمیوں کو

علاحدہ کرنا پڑے گا۔اس کے دو سال بعد پچیس ہزار کی نوبت آئے گی۔

اجیت پرشاد:۱۰	[۱۲]	اندراج #۶۸

مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ خواجہ غلام السیدین صاحب کے خاندان کے بعض آدمیوں کی نسبت یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ وہ ۴۷ء کے فسادات میں ہندوستان ہی کے اندر رہے یا پاکستان چلے گئے تھے۔میں ذاتی طور پر اس خاندان کے ایک ایک انڈیویجول سے واقف ہوں اور ۴۷ء اور اس کے بعد وہ جن حالات میں رہے، وہ سب میرے علم میں رہے ہیں۔میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس خاندان کا کوئی فرد ایک دن کے لیے بھی پاکستان نہیں گیا۔برابر انڈیا میں ہے۔

۱۔ خواجہ احمد عباس

۲۔ مسز عابد حسین

۳۔ مسز ازہر عباس

۴۔ مسز مستحسن زیدی

ان چار شخصوں کے لیے اگر سرٹیفکٹ کی ضرورت ہے تو میری یہ تحریر ان چاروں کے لیے سرٹیفکٹ تصور کی جائے، میں اپنے پرسنل علم سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ چاروں شخص ۱۹۴۷ء میں اور اس کے بعد برابر دہلی اور بمبئی میں رہے۔ایک دن کے لیے بھی پاکستان نہیں گئے۔پانی پت میں جو ان کی خاندانی جائداد ہے، اس کا قبضہ انھیں ملنا چاہیے۔

اڈوائزر پیپسو:۱	[۱۳]	اندراج #۱۴۲

یہ چٹھی اڈوائزر پیپسو کو بھیج دی جائے اور لکھا جائے کہ

"مولانا کے پاس آئی ہے۔ایک آدمی نے بھیجی ہے۔مولانا نہیں جانتے کہ وہ بھروسے کے قابل ہے یا نہیں؟ لیکن بہر حال آپ کو بھیج دی جاتی ہے"۔

ایس۔ایم۔آر:۱	[۱۴]	اندراج #۱۱

ڈیر......

مینی تھینکس فور یور لیٹر آف ...... جس کے ساتھ آپ نے رائل کمیشن کی رپورٹ اور دوسرے کاغذات بھیجے ہیں۔میں شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس معاملے میں اس قدر دل چسپی لی اور نہایت قیمتی معلومات میرے لیے مہیا کر دی۔

۲۵۔مارچ۔۱۹۵۳ء

H.E. MR. SCOTT, MERIDITIH REID

CANADIAN HIGH COMMISSIONER

(NEW DELHI)

اکرام:۱	[۱۵]	اندراج #۵۲

مائی ڈیر اکرام!

آپ کا خط مورخہ ۸۔مئی ۵۳ء مجھے وصول ہوا۔معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد کے حالات میں جو تبدیلیاں ہو چکی ہیں، ان سے آپ بے خبر ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ اسٹیٹ سے آپ کو جو "وظیفہ" ملا تھا، وہ ایک "منصب" تھا جو ایکزیکٹو کونسل کی منظوری سے دیا گیا تھا، اس لیے اس سے اسٹیٹ انکار نہیں کر سکتا۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسٹیٹ نے تمام منصبوں کے وظیفے ختم کر دیے ہیں۔ان کے لیے اسٹیٹ بجٹ میں ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم رکھی جاتی تھی، جو اب تخفیف میں آچکی ہے۔

اگر اس بارے میں کوئی کارروائی کی جاسکتی، تو میں ضرور کرتا، لیکن اب اس کا کوئی موقعہ نہیں رہا ہے۔

[آزاد]

۲۶۔ مئی ۱۹۵۳ء

اکسٹرنل افیرز منسٹری: ۱	[۱۶]	اندراج #۱۸۱

جہاں تک کتابوں کے پریذنٹ کرنے کا تعلق ہے، میں غور کروں گا۔ لیکن انڈین اسٹوڈنٹس کے بارے میں جو شکایت کی ہے، اکسٹرنل افیرز منسٹری اس پر غور کرے۔ میری یہ پکی رائے ہے کہ ہمیں انڈین اسٹوڈنٹس کو آرڈنیری رول سے زیادہ روپیہ منگوانے کا حق دینا چاہیے۔

ایمبیدکر، ڈاکٹر: ۱	[۱۷]	اندراج #۳۳

مائی ڈیر ایمبیدکر!

آپ نے اورنگ آباد کالج کی نسبت جو نوٹ بھیجا تھا، وہ میں نے چیف منسٹر حیدرآباد کو اپنے خط کے ساتھ بھیج دیا تھا کہ اس پر پوری ہمدردی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔ اب مجھے ان کا جو جواب ملا ہے، میں اس کی کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔

ڈاکٹر ایمبیدکر

ممبر کاؤنسل آف اسٹیٹ، دہلی

[آزاد]

۲۸۔ اپریل ۱۹۵۳ء

بدھان چندر، ڈاکٹر: ۱	[۱۸]	اندراج #۱۲۵

اکسپرس ٹیلی گرام

چیف منسٹر کلکتہ!

شرپاٹن ینگ کا ارادہ تھا کہ یہاں سے دارجلنگ جائے۔ مگر میں نے اسے ایڈوائس دی کہ چوں کہ وہ ایورسٹ اکسپیڈیشن کا ممبر ہے، اس لیے مناسب بات یہ

ہو گی کہ وہ اکسپیڈیشن کے ساتھ لنڈن جائے اور چند دن وہاں بسر کر کے پھر واپس آجائے (اسٹاپ)

ٹن زینگ اب لنڈن جارہا ہے۔اس کی بیوی اور لڑکیوں کے جانے کا بھی انتظام ہو گیا ہے۔مہربانی کر کے دارجلنگ کے دوستوں کو مناسب طریقے پر اطلاع دے دیجیے یہ ٹن زینگ کی درخواست ہے۔

آزاد

بدمان چندر، ڈاکٹر: ۲	[۱۹]	اندراج #۹

مائی ڈیر بدھان چندر!

آپ کی چٹھی مورخہ .... ملی۔آپ سے گفتگو کے بعد میں نے اس معاملہ پر غور کیا تھا۔یہ بات ضروری معلوم ہوئی کہ ایجوکیشن منسٹروں کی ایک کانفرنس بلا کر اس بارے میں تفصیلی گفتگو کر لی جائے۔کیوں کہ خط و کتابت سے یہ معاملہ طے نہیں ہو سکے گا۔سہجتاں چہ ۱۸-اپریل کو کانفرنس بلائی گئی ہے۔اس کے کاغذات دو تین دن کے اندر آپ کو مل جائیں گے۔

DR. BIDHAN CHANDRA ROY

CHIEFMINISTR,

WEST BENGAL, CALCUTTA

[آزاد]

۲۴-مارچ ۱۹۵۳ء

بدمان چندر، ڈاکٹر: ۳	[۲۰]	اندراج #۲۱۵

مائی ڈیر بدھان چندر!

شرپا ٹن زنگ کو گورنمنٹ آف انڈیا ایک میڈل دے رہی ہے۔لیکن صرف

میڈل دنیا کافی نہیں۔اس کے لیے اب ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ ایک ڈی سنٹ لائف بسر کرسکے۔

اسٹیٹسمین نے ایک فنڈ اس کے مکان کے لیے کھول دیا ہے۔اس کا انتظام ہو جائے گا۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے کم سے کم پانچ ایکڑ زمین دارجلنگ کے قریب ایسی دے دی جائے کہ اس کی پیداوار سے وہ اپنا خرچ نکال لیا کرے۔مہربانی کر کے مجھے بتلائیے کہ اس کا انتظام گورنمنٹ بنگال کرسکے گی؟

شری نیسکر کے لیے دو چک بھیج رہا ہوں۔

[آزاد]

بدھان چندر، ڈاکٹر:۴	[۲۱]	اندراج #۲۱۷

....

تھینکس فور لیٹر آف .... اباوٹ تھائی بودھسٹ مشن۔مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ مشن ہندوستان کے ان تمام مقامات کا وزٹ کرنا چاہتا ہے، جو لارڈ گوتم بدھا کی مقدس زندگی اور مشن سے تعلق رکھتے ہیں۔اس سلسلے میں جس بات کی بھی ضرورت آپ محسوس کریں، بلاتامل مجھے اطلاع دیں۔یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا اس سلسلے میں جو آسانیاں بھی ان کے وزٹ کے لیے مہیا کر سکتی ہے، نہایت خوشی سے کرے گی۔

بسواس، سی۔سی (۱):۱	[۲۲]	اندراج #۸۰

مائی ڈیر سی۔سی۔بسواس!

امید ہے اب آپ کی طبیعت بالکل درست ہو گی۔ہم بہت دنوں سے آپ کو مس کر رہے ہیں۔

مسلم وقف ایکٹ کے بارے میں آپ نے پرائم منسٹر کو جو چٹھی بھیجی تھی، وہ

انھوں نے مجھے بھیج دی تھی، پھر آپ کی منسٹری نے بھی ایک نوٹ مجھے بھیج دیا تھا۔ مہربانی کر کے اب ایک ایکٹ کے بارے میں ضروری ڈیکلریشن کر دیجیے تاکہ جو اسٹیٹ گورنمنٹیں اس بارے میں کارروائی کرنا چاہتی ہیں، وہ کر سکیں۔

حیدر آباد اسٹیٹ نے آپ کی منسٹری کو جو کچھ لکھا تھا، اس کی کاپی آپ نے پرائم منسٹر کو بھیج دی ہے۔ وہ میں نے دیکھ لی، لیکن ابھی چند دن ہوئے چیف منسٹر مجھ سے ملے تھے۔ انھوں نے کہا کہ غور اور مشورہ کے بعد ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ وقف بورڈ بنانا چاہیے۔ اب ہم انتظار کر رہے ہیں کہ سنٹرل گورنمنٹ کا ڈیکلریشن ہو جائے۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) سی۔ سی۔ بسواس وزیر قانون و اقلیتی امور گورنمنٹ آف انڈیا۔

بسواس، سی۔ سی: ۲	[۲۳]	اندراج #۱۰۱

مائی ڈیر سی۔ سی۔ بسواس!

مسٹر کاظمی نے اب مسلم وقف بل میں کچھ امنڈمنٹس تجویز کیے ہیں، جو کل (۳۰ جولائی) کو سلیکٹ کمیٹی کے سامنے آئیں گے۔ میں نے ان پر غور کیا تو یہ تمام امنڈمنٹس مناسب معلوم ہوئے۔ بہر حال قانون کے پوائنٹ آف ویو سے آپ کا دیکھنا اور رائے قائم کرنا ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس پر توجہ کریں گے۔

[آزاد]

بسواس، سی۔ سی: ۳	[۲۴]	اندراج #۲۰۰

ارجنٹ

مائی ڈیر سی۔ سی۔ بسواس!

پرسوں پارٹی میٹنگ کے بعد میں آپ سے کچھ باتیں کرنی چاہتا تھا، لیکن چند

ممبروں نے مجھے گھیر لیا اور آپ سے باتیں نہ ہو سکیں۔

جمعہ کے دن جب آپ کونسل آف اسٹیٹ سے میرے آفس میں آئے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ کونسل کا رزولیوشن آپ کو ہاؤس آف پیپل میں جانے اور بیان دینے سے نہیں روک سکتا۔ میں نے مسٹر بہار گو اور ڈپٹی اسپیکر سے باتیں کر لی ہیں کہ چند منٹ کے اندر یہ معاملہ ختم کر دیا جائے۔ جب آپ جائیں گے تو ڈپٹی اسپیکر بہار گو کو پکارے گا۔ بہار گو صرف یہ کہے گا کہ ہم لا منسٹر کا بیان سننا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ ایک شارٹ بیان دے دیں گے اور ڈپٹی اسپیکر اعلان کر دے گا کہ معاملہ ختم ہو گیا۔

چناں چہ آپ نے میرے مشورہ سے اتفاق کیا اور میرے ساتھ ہاؤس میں آگئے جیسا کہ پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ ڈپٹی اسپیکر نے مسٹر بہار گو کو بولنے کا موقعہ دیا، لیکن قبل اس کے کہ بہار گو کچھ کہیں، آپ کھڑے ہو گئے اور کونسل آف اسٹیٹ کے رزولیوشن کا حوالہ دے کر یہ کہا کہ میں کونسل کے ڈائرکشن کے خلاف نہیں جاسکتا۔ اس لیے اگر مسٹر بہار گو یہ معاملہ چھیڑیں گے تو میں ہاؤس سے غیر حاضر ہو جاؤں گا۔

آپ کی یہ کارروائی اس گفتگو کے بالکل خلاف تھی، جو چند منٹ پہلے آپ میں اور مجھ میں ہو چکی تھی۔ آپ نے میری رائے مان لی تھی کہ ہاؤس میں آئیں، بہار گو کی بات سنیں اور پھر اپنا بیان ہاؤس کو سنائیں۔ اسی بھروسے پر میں آپ کو ہاؤس میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ اگر آپ سمجھتے تھے کہ آپ کونسل کے ڈائرکٹو کے خلاف نہیں جاسکتے، تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ میری بات تسلیم کر کے میرے ساتھ ہاؤس میں آتے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ آپ صاف انکار کر دیتے کہ میں اُس کام کے لیے اس وقت ہاؤس میں نہیں جاسکتا۔ اگر آپ ایسا کرتے تو پھر میں آپ کو ہاؤس میں نہ لاتا اور معاملہ اس دن ملتوی کر دیا جاتا۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے بلاوجہ یہ طرزِ عمل اختیار کیا۔

[آزاد]

ڈیر اینڈ روایچ بکو برا

آپ کی چٹھی مورخہ .... مجھے ملی۔ مسٹر اشفاق حسین ڈپٹی سیکریٹری ایجوکیشن منسٹری نے اپنی چٹھی مورخہ ۴۔جون میں جو کچھ لکھا ہے، میری ہدایت سے لکھا ہے اور وہ میری نظر سے گزر چکی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ آپ خیال کرتے ہیں، میں نے آپ کو جو ایشیورنس دیے تھے، یہ چٹھی ان کے خلاف ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے بار بار آپ کو اس بات پر توجہ دلائی تھی کہ میں کالج کے بند کرنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ اگر مینجمنٹ تجربے اور انکوایری کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ موجودہ ٹیچنگ اسٹاف ناقص ہے اور اس میں تبدیلی ہونی چاہیے، تو اسے پورا حق ہے کہ جس حد تک تبدیلی ضروری ہو، اسے عمل میں لائے۔ اگر مینجمنٹ کو اندیشہ ہے کہ خود غرض آدمی اس کے خلاف کسی طرح کا پبلک ایجی ٹیشن کریں گے، تو میں نے بار بار زور دے کر کہا کہ اس اندیشہ سے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایسا کیا گیا تو گورنمنٹ پوری طرح اس کا مقابلہ کرے گی اور آپ کا ساتھ دے گی۔

جب ان تمام باتوں کے بعد بھی آپ نے اپنی مجبوری ظاہر کی اور یہ کہا کہ اب آپ کالج چلانا نہیں چاہتے، تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف گورنمنٹ مجبور نہیں کر سکتی۔ آپ جو بات مناسب سمجھیں، اپنی ذمہ داری پر کر سکتے ہیں۔ یہی بات آخر میں میں نے آپ سے کہی تھی۔

البتہ ایک تجویز اس وقت آپ سے نہیں کہی گئی تھی، اور اب سید اشفاق حسین نے آپ کو لکھی ہے۔ یعنی اگر آپ نے یہی فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ کالج بند کر دیں، تو کم از کم اس طرح کیجیے جس طرح ایک ذمہ دار جماعت اپنی ذمہ داریوں کے احساس کے ساتھ کرتی ہے۔ یعنی کم از کم اسٹوڈنٹس کو ایک برس کی مہلت دیجیے۔ میں پھر آپ کو اس تجویز پر توجہ دلاؤں گا۔ کیوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا اچانک کالج کو بند کر

دینا، کیوں کہ آپ کے علاحدہ ہونے کا نتیجہ یہی نکلے گا، کسی طرح بھی پراپر بات نہیں ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ "منسٹری نے ہمارا یہ رائٹ تسلیم کیا ہے کہ ہم اس کالج کے مینجمنٹ کی ذمہ داری سے الگ ہو سکتے ہیں۔ لیکن میں نہیں خیال کرتا کہ آپ کے اس رائٹ (حق) سے کوئی انکار کرتا ہے۔ اگر آپ کو اس کا اختیار تھا کہ نرملا کالج کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں، تو یقیناً آپ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ اس کے انتظام سے سبکدوش ہو جائیں، لیکن جس سوال پر آپ کو غور کرنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ کالج کے انتظام سے سبکدوش ہونے کا پراپر طریقہ کیا ہے؟

نرملا کالج کے لیے آپ کی سوسائٹی نے خود اپنی مرضی سے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ اس کے چلانے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے خیال کیا کہ یہ ایک قیمتی سروس ہے جو تعلیم کے لیے آپ کی سوسائٹی انجام دینا چاہتی ہے۔ اس لیے اس نے بخوشی یہ آفر منظور کیا۔ اب اگر اس ذمہ داری سے آپ سبکدوش ہونا چاہتے ہیں، تو آپ کو ایسا کرنے کا یقیناً حق ہے لیکن جب آپ نے ایک ذمہ داری اپنے سر لے لی، تو اس ذمہ داری کے چند لازمی تقاضے ہیں۔ کوئی ذمہ دار باڈی ان تقاضوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ ان تقاضوں میں سب سے زیادہ اہم تقاضہ یہ ہے کہ اب اگر آپ اس ذمہ داری سے الگ ہونا چاہتے ہیں، تو اس طرح ہونا چاہیے کہ سیکڑوں اسٹوڈنٹس کے مفاد کو نقصان نہ پہنچے جو آپ پر اعتماد کر کے اس کالج میں داخل ہوئے ہیں۔

[آزاد]

جون ۱۹۵۳ء

بھونسلے: ۱	[۲۶]	اندراج #۱۶۴

مائی ڈیر بھونسلے!

مولوی حفظ الرحمن سیکریٹری جمعیت (علماے ہند) کا مجھے ایک خط ملا ہے، جو میں آپ کو بھیجتا ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ اس بارے میں کیا کارروائی کی جاسکتی ہے؟

[آزاد]

بھونسلے: ٢	[٢٧]	اندراج #١٦٦

مائی ڈیر بھونسلے!

یہ مشرقی پنجاب کے ایک مسلمان کی درخواست ہے، جو ٤٧ء کے فساد میں مجبور ہوا کہ اپنا گاؤں چھوڑ دے، مگر یہ پاکستان نہیں گیا، مالیر کوٹلہ چلا گیا۔ اب ڈیڑھ برس سے یہ کوشش کر رہا ہے کہ اسے اس کا گھر اور زمین واپس ملے، مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس طرح کے معاملوں میں کارروائی آپ کی منسٹری کو کرنی ہے یا گورنمنٹ پنجاب کو؟ ضلع کرنال اور سونی پت کو جو مسلمان فساد کی وجہ سے انڈیا کے دوسرے شہروں میں چلے گئے تھے، انھیں ان کی زمین دلانے کی کارروائی گورنمنٹ آف پنجاب کر رہی ہے۔ بہرحال اس معاملے پر غور کیجیے اور صورت حال سے مجھے اطلاع دیجیے۔

[آزاد]

پانیکر (١): ١	[٢٨]	اندراج #١٠٩

مائی ڈیر پانیکر!

ایجوکیشن منسٹری آف انڈیا نے ایک نئی ہسٹری آف فلاسفی جو مرتب کرا کے دو جلدوں میں شائع کی ہے، اس کی ایک کاپی ہزایکسلنسی جنرل محمد نجیب (٢) کے لیے بطور تحفہ کے بھیج رہا ہوں۔ مہربانی کر کے میری جانب سے انھیں پیش کر دیجیے۔

نوٹ: یہ چٹھی اور کتاب فارن افیرز کے بیگ میں جائے گی۔

[آزاد]

حواشی:

(۱) ہندوستانی سفیر متعینہ مصر (قاہرہ)

(۲) مصر میں شاہ فاروق کے خلاف جنرل محمد نجیب اور جنرل جمال عبدالناصر کی رہنمائی میں ۱۹۵۲ء میں انقلاب آیا تھا۔ محمد نجیب ۱۹۵۴ء تک مصر کے صدر رہے۔

پرفلو سین:۱	[۲۹]	اندراج #۱۰۸

مائی ڈیر پرفلو سین!

معاف کیجیے، کاموں کی کثرت کی وجہ سے میں آپ کی چٹھی مورخہ ۲۷۔جولائی کا جواب جلد نہیں بھیج سکا۔آپ لکھتے ہیں کہ پریس میں میرا اسٹیٹ منٹ دیکھ کر آپ کو سرپرائز ہوا۔ مجھے آپ کے اس سرپرائز پر سرپرائز ہوا ہے۔

آپ کو معلوم نہیں کہ پچھلے تین ہفتوں کے اندر کلکتہ سے کتنے ٹیلی گرامز اور چٹھیاں پنڈت نہرو اور میرے نام آئی ہیں، اور کس درجہ لوگوں کا اصرار تھا کہ ہم اس بارے میں کچھ کریں۔یہ حالت دیکھ کر میں نے مناسب سمجھا کہ ایک اسٹیٹ منٹ دے دیا جائے اور کہا جائے کہ جو اڈوائز ہم دے سکتے تھے، ہم نے دی ہے۔یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر آپ کو سرپرائز ہو، یا آپ کے لیے قابل افسوس ہو۔ سنٹرل پارلیمنٹری بورڈ ہمیشہ اس طرح کی اڈوائز اسٹیٹ گورنمنٹوں کو دیتا رہتا ہے۔

[آزاد]

پرفلو سین:۲	[۳۰]	اندراج #۱۳۳

یہ میسج کوڈ میں بھیجنا چاہتا ہوں۔غالباً فارن افیرز کے ذریعہ جائے گا۔نہایت ضروری ہے۔

فردم آزاد ٹو شری پرفلو سین، چیف منسٹر کلکتہ

کلکتہ میں جس طرح پولیس کارروائی کر رہی ہے، نہایت درجہ قابل اعتراض ہے۔اس سے گورنمنٹ کے کاز کو نقصان پہنچے گا اور پبلک اوپینین اس کے خلاف جائے گی۔کل میدان کی میٹنگ پر جس طرح پولیس نے حملہ کیا اور بھاگے ہوئے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کے مارا۔یہاں تک کہ پریس کے رپورٹرز اور کیمرا مین بھی نہیں چھوڑے گئے اور سخت زخمی ہوئے۔وہ بہت ہی افسوس ناک واقعہ ہے۔پولیس کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔میرے پاس ایسے لوگوں کی شکایتیں آرہی ہیں، جو ٹریموے ایجی ٹیشن کے مخالف ہیں، لیکن وہ لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کا طریق کار بھی صحیح نہیں ہے اور اس نے اپنی ہمدردی بالکل کھو دی ہے۔مہربانی کر کے حالات کو سنبھالیے۔کل کے واقعہ کی فوری انکوایری ہونی چاہیے اور جو پولیس آفیسرز اس کے ذمہ دار ہیں، انھیں سزائیں ملنی چاہییں۔مہربانی کر کے صورتِ حال سے اطلاع دیجیے۔

پنتھ جی:۱	[۳۱]	اندراج #۲۱۲

مائی ڈیر پنتھ جی!

پلیز ریفر ٹو یور لیٹر آف ۲۸۔جون اباؤٹ پروبلم آف ریفارمنگ دیوناگری اسکرپٹ۔مجھے آپ کی اس تجویز سے پورا اتفاق ہے۔یہ نہایت ضروری ہے کہ ملک کی نیشنل زبان کے اسکرپٹ کا مسئلہ پوری طرح غور و فکر کے بعد ایک مرتبہ طے کر دیا جائے اور بلاشبہ یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ آل انڈیا لیول پر ہو۔

دیوناگری اسکرپٹ کا مسئلہ جس درجہ یو۔پی گورنمنٹ کے لیے اہمیت رکھتا ہے، اتنی ہی اہمیت سنٹرل گورنمنٹ کے لیے بھی رکھتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ! اس لیے زیادہ مناسب بات یہ ہوگی کہ آل انڈیا کانفرنس سنٹرل گورنمنٹ کے طرف سے بلائی جائے اور اس کا اجلاس دہلی میں ہو۔یہ ظاہر ہے کہ چوں کہ یو۔پی گورنمنٹ ۴۷ء

سے اس سلسلہ میں کام کر رہی ہے، قدرتی طور پر اس کا حصہ کانفرنس میں سب سے زیادہ اور نمایاں ہوگا۔

اگر آپ کو اس سے اتفاق ہو تو سنٹرل گورنمنٹ ستمبر میں کانفرنس بلانے کا انتظام کرے۔

[آزاد]

تاراچند، ڈاکٹر:۱	[۳۲]	اندراج #۱۱۱

مائی ڈیر تاراچند!

ہماری ہسٹری آف فلاسفی اب چھپ کر آگئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو دو جلدوں کا ہے، پرائم منسٹر ایران کے لیے بھیجتا ہوں (۱)۔ مہربانی کر کے ان سے ملیے اور میری جانب سے یہ تحفہ انھیں پہنچا دیجیے (۲)۔

[آزاد]

حواشی:

(۱) ڈاکٹر محمد مصدق وزیر اعظم ایران کو شاہ ایران آریہ مہر نے ۱۳۔ اگست ۱۹۵۳ء کو برطرف کر کے مسٹر زاہدی کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر ممتکن کر دیا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کا یہ خط ۱۳۔ اگست سے قبل کا ہے۔

(۲) ۱۹۵۱ء میں مشرق وسطیٰ کے ممالک کے دورے کے موقع پر ۱۰۔ جون کو تہران میں مولانا آزاد نے ڈاکٹر محمد مصدق سے ملاقات کی تھی اور اس سوال کے جواب میں کہ آیا تیل کو قومی ملکیت قرار دیے جانے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا تھا: "یہ تو ایران کا حق ہے"۔ ۱۹۵۳ء تک اس مسئلے نے پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی۔ مولانا کو حالات کی نزاکت کا اندازہ ہوا تو انھوں نے ۱۹۔ جون ۱۹۵۳ء کو ڈاکٹر مصدق کو ایک خط میں مشورہ دیا:

> "آپ متنازع تیل کے مسئلے میں اپنا رویہ نرم رکھیں اور برطانیہ سے تصفیہ کرنے کی کوشش کریں۔"

(مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری، مرتبہ: اثر بن یحییٰ انصاری، ص ۴۷۰ و ۴۹۷)

تاراچند: ۲	[۳۳]	اندراج #۹۸

مائی ڈیر تاراچند!

آپ کی چٹھی مورخہ ۱۹۔ اگست مجھے پہلی ستمبر کو وصول ہوئی۔ ان چند دنوں کے اندر ایران کی دنیا یک قلم بدل گئی۔ جس ایران میں کل تک مصدق سے بڑھ کر اور کوئی طاقت ور شخصیت نہ تھی، آج اسی ایران میں سب سے زیادہ بے یار و مددگار شخصیت مصدق کی ہے!

یہ انقلاب جس تیزی سے ہوا، وہ ابتدا میں ناقابل فہم تھا لیکن پھر جب تفصیلات آئیں، تو معلوم ہوا کہ آرمی کی طرف سے مصدق دھوکے میں رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ نہ تھی، جب وقت آیا تو نکلی اور مصدق کا تخت الٹ دیا۔

ہسٹری آف فلاسفی کی جو کاپی آپ کو بھیجی گئی تھی، اس کے ٹائیٹل پر چند سطریں میں نے لکھ دی تھیں۔ انھیں مٹا دیجیے، اور پھر طہران یونیورسٹی لائبریری کو دے دیجیے۔

آپ کے ڈسپیچ کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ آپ نے تفصیل کے ساتھ تمام صورتِ حال لکھ کر بھیج دی ہوگی، جو آج کل میں ہمیں مل جائے گی۔ پہلے خبر آئی تھی کہ فاطمی قتل کر دیا گیا لیکن پھر خبر آئی کہ وہ زندہ ہے اور چھپ گیا ہے۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) ایران میں انقلاب ۱۳۔ اگست ۱۹۵۳ء کو آیا تھا۔ ۱۹۔ اگست کی سفارتی ڈاک سے اس کی تفصیل یکم ستمبر کو پہنچی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ خط ستمبر کے پہلے ہفتے کا ہوگا۔

تاراچند:۳	[۳۴]	اندراج #۲۱۴

مائی ڈیر تاراچند!

آپ کی دونوں چٹھیاں ۷اور ۸۔جون کی وصول ہوئیں۔

مسٹر نفیسی (۱) سے اچھی طرح واقف ہوں۔میں خوش ہوں گا اگر وہ ہندوستان آسکیں۔لیکن جب تک کوئی قابل اعتماد انتظام نہ ہو جائے، میرے لیے مشکل ہے کہ انھیں امید دلاؤں۔مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) ایک اسکیم پر غور کر رہی ہے کہ اسلامی اسٹیڈی اور عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے چیئرز قائم کرے۔اگر یہ اسکیم جلد عمل میں لائی جاسکی تو چند پروفیسروں کی جگہیں نکلیں گی۔اس موقع پر نفیسی کا خیال رکھوں گا۔

نفیسی کے بارے میں ایک مشکل یہ ہے کہ وہ فرنچ جانتے ہیں، انگلش نہیں جانتے اور ہندوستانی یونیورسٹیوں کے لیے انگلش ضروری ہے (۲)۔بہرحال جب موقعہ نکلے گا تو میں آپ کو لکھوں گا۔

[آزاد]

حواشی:

(۱) ایران کے مشہور دانشور، فارسی کے اسکالر مسٹر سعید نفیسی ۱۹۴۹ء میں دہلی میں ایک سمینار میں شرکت کے لیے ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔مولانا آزاد سے ملاقات کی۔مولانا نے انھیں ہندوستان کی یونی ورسٹیوں کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔انھوں نے ۱۵۔نومبر ۱۹۴۹ء سے ۲۸۔فروری ۱۹۵۰ء تک ہندوستان کی ۱۲ یونی ورسٹیوں کا دورہ کیا۔مولانا کے دورہ ایران کے موقع پر جولائی ۱۹۵۱ء میں تہران میں مولانا سے متعدد ملاقاتیں کیں۔مولانا نے علی گڑھ یونی ورسٹی کی طرف سے ان کی دعوت کا انتظام کر دیا تھا۔چناں چہ ۱۹۵۷ء میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی طرف سے انھیں دعوت دی گئی اور وہ تشریف لے آئے۔اس موقع پر دہلی میں مولانا سے انھوں نے ملاقات کی۔فروری ۱۹۵۸ء میں مولانا کے انتقال کے وقت مسٹر نفیسی علی گڑھ میں تھے۔

مولانا کا یہ خط نفیسی صاحب کے متعلق ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۶ء کے دوران کا ہے، جب تاراچند ایران میں سفیر تھے اور ۱۹۵۳ء کے بعد ۵۴ء، ۵۵ء کا ہو تو تعجب نہیں۔

مسٹر نفیسی نے "مولانا ابوالکلام آزاد" (کتاب التذکرہ) مرتبہ ہمایوں کبیر میں مولانا سے متعلق اپنی یادوں کو مرتب کر دیا ہے۔ "کوارش کبیر" (ذوالقرنین، تفسیری و تاریخی تحقیقی مقالے کے فارسی ترجمے) پر ان کا پیش لفظ یادگار ہے۔

(۲) ان کا انگریزی جاننا تو مسلم ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اتنی نہ جانتے ہوں کہ درس و تدریس کے فرائض انجام دینے اور لیکچر وغیرہ دینے کے لیے کافی ہو۔

تاراچند: ۴	[۳۵]	اندراج #۲۱۸

مائی ڈیر تاراچند!

امید ہے آپ بخیر و عافیت اپنے کام میں مشغول ہوں گے۔ ڈاکٹر سید محمود آپ سے ملے ہوں گے (۱)۔

میں ایک ہزار روپیہ آپ کو "سیف آزاد" کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اس کے جتنے تومان ملیں، ان کے حوالے کر دیجیے اور میری جانب سے یہ پیغام انھیں پہنچا دیجیے کہ "امید ہے آپ نے "عرق فروشی" کا مبارک کاروبار پھر شروع کرنے کا ارادہ نہیں کیا ہوگا۔" (۲)

[آزاد]

حواشی:

(۱) مرکزی وزیر خارجہ ڈاکٹر سید محمود ایران کے دورے پر تشریف لے گئے تھے۔

(۲) "آثار آزاد" میں یہ جملہ اسی طرح "سیف آزاد" چھپا ہے، جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ "ضیف آزاد" اور "صدیق آزاد" میں عمل تصریف کی توجیہ کی جا سکتی ہے۔ بہ ہر حال شخصیت کی شناخت نہیں ہو سکی۔ شاید یہ مولانا کے اس وقت کے کوئی واقف ہوں، جب مولانا نے ۰۹-۱۹۰۸ء میں ایران، عراق وغیرہ کا سفر کیا تھا۔

ترکی سفیر برائے ہند: ۱	[۳٦]	اندراج #۱۹٦

ڈیر مسٹر ایمبیسیڈر!

مینی تھینکس فور یور لیٹر آف .... جس کے ساتھ آپ نے "ہدیۃ العارفین" کی ایک کاپی بطور تحفہ کے بھیجی ہے۔ مہربانی کر کے میرا دلی شکریہ ٹرکش منسٹری آف ایجوکیشن کو پہنچا دیجیے۔ میں نے یہ کاپی انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز کی لائبریری میں داخل کر دی ہے، کیوں کہ میں نے اپنا پرسنل کتب خانہ کونسل کو دے دیا ہے۔

آپ نے چٹھی میں لکھا ہے کہ آپ کتاب کی تیسری جلد بھیج رہے ہیں، لیکن اس کے ٹائٹل پیج پر پہلی جلد لکھا گیا ہے۔ میں شکر گذار ہوں گا اگر آپ مجھے اطلاع دے سکیں کہ کیا اس سے پہلے دو جلدیں (مزید) اس سلسلے کی نکل چکی ہیں؟ اگر نکل چکی ہوں تو میں خواہش مند ہوں کہ ان کی بھی ایک ایک کاپی مجھے بھیجی جائے۔

اس سے پہلے آپ کی ایمبیسی سے "رباعیات عمر خیام" کی کاپی مجھے وصول ہوئی تھی، جو مسٹر عبدالباقی پروفیسر آف .... استنبول یونیورسٹی نے ایڈٹ کر کے شائع کی ہے۔ میں شکر گذار ہوں گا اگر آپ میرا شکریہ پروفیسر عبدالباقی کو پہنچا دیں۔

[آزاد]

تیاگی، مہابیر: ۱	[۳۷]	اندراج #۱۵۳

مہابیر تیاگی کے نام مولانا کا یہ خط ۱۳۔ مئی ۱۹۵۲ء کے بعد کا ہے، جب وہ مرکز میں وزیر مملکت برائے مالیات بنائے گئے تھے۔

مائی ڈیر تیاگی!

سنتا کروز، بمبئی کے مسلمانوں کی یہ درخواست آئی ہے، جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ وہاں کے ملٹری کیمپ میں ایک مسجد ہے، جس میں پہلے آرمی کے مسلمان اور باہر کے مسلمان بھی جمع ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ کچھ دنوں سے ملٹری اتھارٹیز نے مسلمانوں کا وہاں آنا بند کر دیا تھا۔ اب مسلمان کہتے ہیں کہ یہاں دور تک کوئی اور

مسجد نہیں ہے، اس لیے ہمیں اجازت دی جائے۔ بیان کیا گیا ہے کہ لوکل ملٹری کمان کو کوئی اعتراض نہیں ہے، بشرطیکہ منسٹری کو بھی اعتراض نہ ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ واقعی صورت حال کیا ہے۔ بہر حال مہربانی کر کے انکوایری کیجیے۔

[آزاد]

تیاگی، مہابیر: ۲	[۳۸]	اندراج #۲۰۹

مولانا کے یہ دونوں خط اس زمانے کے ہیں جب مسٹر تیاگی ڈیفینس منسٹر تھے۔

مائی ڈیر تیاگی!

آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۳۰ء میں گورنمنٹ نے گڑھ والیوں کی رجمنٹ کو برخاست کر دیا تھا، کیوں کہ انھوں نے نان کوآپریشن کرنے والوں پر فائر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ واقعہ نارتھ ویسٹرن پراونس میں پیش آیا تھا۔

جو درخواست میں آپ کو بھیج رہا ہوں، یہ ایک ایسے شخص کی ہے، جو اسی رجمنٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ ڈیفنس منسٹری کے اسکالر شپس میں سے ایک اسکالر شپ اپنے لڑکے کے لیے چاہتا ہے۔ مجھے اس اسکالر شپ کی تفصیلات معلوم نہیں، لیکن اگر اسکالر شپ دیا جاسکتا ہے تو اس معاملہ پر ضرور ہمدردی کے ساتھ غور ہونا چاہیے۔

[آزاد]

تیاگی، مہابیر: ۳	[۳۹]	اندراج #۲۰۷

مائی ڈیر تیاگی!

پلیز ریفر ٹو یور لیٹر آف ..... اباوٹ ایجوکیشن منسٹرز فنڈ اکسپریمنٹل پروجکٹس اینڈ کلچرل ایکٹویٹیز۔ آپ لکھتے ہیں کہ آیندہ سے یہ طریقہ رکھا جائے کہ دس ہزار روپیہ

کے گرانٹ تک اس کی ضرورت نہ ہو کہ فینانس منسٹری کو پہلے معاملہ ریفر کیا جائے، لیکن اس سے زیادہ کے لیے ضروری ہوگا۔

میں آپ کو اس بات پر توجہ دلاؤں گا کہ ایجوکیشنل بجٹ میں یہ ایٹم سب سے پہلے پرائم منسٹر کی تجویز سے ڈاکٹر متھائی کے زمانے میں رکھا گیا تھا، اور اس وقت سے یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ جتنی گرانٹیں اس فنڈ سے دی جاتی ہیں، وہ پہلے فینانس منسٹری کو ریفر نہیں کی جاتیں، سینکشن کے بعد اس کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔ یہی طریقہ آیندہ بھی رہنا چاہیے، کیوں کہ یہ فنڈ اسی غرض سے رکھا گیا ہے کہ بعض کاموں کے لیے ایجوکیشن منسٹری اسے کام میں لائے۔ اس کے لیے فینانس منسٹری کو پری ریفرنس کی قید لگانا صحیح نہ ہوگا۔

[آزاد]

جارج اینڈ انوین لمیٹڈ: ۱	[۴۰]	اندراج #۴۱

میسرز جارج ایلن اینڈ انوین لمیٹڈ، رسکن ہاؤس " میوزیم اسٹریٹ لنڈن " کو لکھیے کہ

" ہسٹری آف فلاسفی جو گورنمنٹ آف انڈیا نے تیار کرائی تھی، آپ نے چھاپ کر شائع کر دی ہے، اس خیال سے کہ انڈیا کی پبلک کو اس کتاب کی اہمیت کا پورا اندازہ ہو جائے اور لوگ کثرت کے ساتھ اس کو خریدیں۔ آنریبل منسٹر چاہتے ہیں کہ ان کا انٹروڈکشن جو ہسٹری کی پہلی جلد میں چھپا ہے " ہندوستان ٹائمز " دلی میں شائع کرا دیں۔ اس کی اشاعت خود آپ کے مقصد کے لیے مفید ہوگی۔ آنریبل منسٹر امید کرتے ہیں کہ اس کی اجازت دینے میں آپ کو تامل نہ ہوگا (۱)۔

حاشیہ:

(۱) میسرز جارج ایلن اینڈ انوین لمیٹڈ (لندن) نے مولانا کے انٹروڈکشن کی اخبار میں اشاعت کی بہ خوشی اجازت دے دی تھی۔ اس کے بعد مولانا نے انٹروڈکشن ایک تمہیدی

عبارت کے ساتھ "ہندوستان ٹائمز" کو بھجوادیا جو اس کے سنڈے ایڈیشن کی دو اشاعتوں میں چھپ گیا۔ چوں کہ اس کی پہلی قسط میں کمپوزنگ کی ایک غلطی ہو گئی تھی، اس لیے مولانا نے اخبار کے ایڈیٹر درگا داس کے نام خط (شمارہ ۵۰) میں اس کی تصحیح کے گذارش کی ہے۔

جگ جیون رام (۱) : ۱	[۳۱]	اندراج #۱۲۳

مائی ڈیر جگ جیون رام!

ٹیلی گراف اور پوسٹ آفس کے بارے میں آپ کی جو چٹھی مجھے ملی تھی اس کی کاپی میں نے چیف منسٹر جموں کشمیر کو بھیج دی تھی۔ ان کا جو جواب مجھے ملا ہے، میں آپ کو بھیجتا ہوں۔

یہ بات کہ ایسی جگہوں کے لیے جو محض کلرکی کی جگہ ہیں کشمیر کے ۴۳ امیدوار درخواست دیں اور ان میں صرف ایک آدمی کامیاب ہو، یقیناً میرے لیے ناقابل فہم ہے۔ افسوس ہے کہ اس طرح کی باتوں کا جو اثر کشمیر پر پڑتا ہے اور اس سے کشمیر کے مسئلہ میں جو خرابیاں پڑتی ہیں، اس کا اندازہ ان لوگوں کو نہیں ہے، جن کے سپرد گورنمنٹ نے ریکروٹ کا کام کیا ہے۔

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ ابھی کشمیر نے صرف تین سبجیکٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے حوالہ کیے ہیں، جس میں ایک کمیونی کیشن اور دوسرا ڈیفنس ہیں۔ اگر ان دونوں منسٹریوں کا یہ حال ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں کے لیے ان میں کوئی جگہ نہیں نکل سکتی تو پھر دوسرے سبجیکٹوں میں اکسیشن کر کے ہم کیا امید کر سکتے ہیں؟

ہم اس کا کیا جواب دیں؟

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) مئی ۱۹۵۲ء جگ جیون رام نہرو کابینہ میں وزیر مواصلات (ڈاک و تار) کی حیثیت سے

شریک کیے گئے تھے۔

جگ جیون رام: ۲	[۴۲]	اندراج #۱۶۲

مائی ڈیر جگ جیون رام!

آپ کا ٹیلی گرام ملا۔ میں میسیج کل بھیج دوں گا۔ یہ چٹھی میں ایک اور اہم معاملہ کی نسبت لکھتا ہوں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے انٹرسٹ کے لیے یہ بات کتنی ضروری ہے کہ ہم کشمیر کے باشندوں کے اندر گورنمنٹ آف انڈیا کے لیے اچھے خیالات پیدا کرائیں اور ان کے اندیشے جو ہمارے طرزِ عمل کی نسبت ہیں، وہ یک قلم دور ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس بات کا بہت کم خیال رکھا جاتا ہے اور ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو یہاں کشمیر میں ہمارے خلاف ایک پروبلم بن جاتی ہیں اور پھر اس کے اثرات ہمارے تعلقات کو خراب کرتے ہیں۔

کمیونی کیشن یونین سبجیکٹ ہے اس لیے کشمیر اسٹیٹ کا پوسٹ اور ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ آف انڈیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اسٹیٹ گورنمنٹ ایک عرصے سے یہ شکایت کر رہی ہے کہ اس محکمے کی سروس میں کشمیری مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ جتنے آدمی رکھے جاتے ہیں، نان مسلم ہیں۔

ابھی حال میں نادرن سرکل کی کلرکی کے لیے امتحان لیا گیا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے لیے کشمیر کے ۷۳ نان مسلم کی اور ۶ مسلمانوں کی درخواستیں آئیں۔ امتحان کے بعد ۶۰ نان مسلم لیے گئے اور صرف ۳ مسلم۔

شیخ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کا کہنا یہ ہے کہ کشمیر کے ایجوکیٹڈ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد بے کار ہے اور اسٹیٹ ان کے لیے کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ اگر ان جگہوں کو اچھی طرح اڈورٹائز کیا جاتا تو چھ مسلمانوں کی جگہ دو تین سو مسلمان

درخواست دے دیتے، لیکن انڈین گورنمنٹ نے غالباً صرف گورنمنٹ گزٹ میں خبر نکال دی ہوگی اور پھر اگر اور کوئی انتظام کیا گیا ہوگا تو ایسا کہ ۷۳ نان مسلموں نے تو درخواست دے دی اور مسلمان بے خبر رہ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام کشمیر میں سے صرف ۴ مسلمان کلرک لیے گئے اور نان مسلم ۶۰ کامیاب ہوگئے۔ اگر گورنمنٹ آف انڈیا کے ہاتھ میں اس ڈیپارٹمنٹ کے جانے کا یہ نتیجہ نکلا ہے، تو کیوں کر کشمیر بھروسا کر سکتا ہے کہ اس کا انٹرسٹ فیوچر میں محفوظ رہے گا؟

میں نے شیخ عبداللہ کو سمجھایا کہ بغیر حالات دریافت کیے ہوئے مناسب نہیں ہے کہ کوئی رائے قائم کی جائے۔ میں اس معاملے پر منسٹری کو توجہ دلاتا ہوں۔

مہربانی کر کے معلوم کیجیے کہ اس بارے میں اصلی حالات کیا ہیں، تاکہ میں شیخ عبداللہ کو کوئی جواب بھیج سکوں۔

[آزاد]

نوٹ: جگ جیون رام کے نام خطوط میں ریاست جموں اینڈ کشمیر میں مسلمان ملازمتوں کے بارے میں جو ذکر آیا ہے، اس سلسلے میں شیخ عبداللہ کے نام پہلا اور تیسرا خط ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

چندیشر: ۱	[۴۳]	اندراج #۱۸۵

مائی ڈیر چندیشر!

آپ کے فورٹ نائٹلی لیٹر کی کاپی مجھے وصول ہوئی۔ سنگھ ایجی ٹیشن (۱) کے بارے میں آپ کی ریڈنگ بالکل درست ہے۔ ہماری بھی ایسی ہی رائے رہی ہے۔ دراصل یہ سارا ایجی ٹیشن ایک آرٹی فیشل ایجی ٹیشن ہے۔ جس کے پیچھے نہ تو عوام کے کسی گروپ کا سینٹی منٹ ہے اور نہ کسی طرح کا انٹرسٹ۔ ڈاکٹر مکرجی اس غلط فہمی میں تھے کہ شاید وہ اپنے آپ کو گرفتار کرا کے ایک نیا جوش پیدا کر دیں گے، لیکن جو کچھ نتیجہ نکلا وہ ملک کے سامنے ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ جتنے آدمی اس سو کالڈ ستیہ گرہ میں شریک ہوئے ہیں، سب باہر کے ہیں، پنجاب کا کوئی نہیں ہے ۔یہی حال دلی کے ستیہ گرہ کا بھی ہے ۔ زیادہ تر یو پی، بہار اور مدھیہ بھارت کے آدمیوں کو نکالا جاتا ہے ۔ ہم سوچ رہے ہیں کہ ان اسٹیٹوں میں کیا کارروائی اختیار کی جائے جس کی وجہ سے ان آدمیوں کی سپلائی روکی جاسکے ۔ لا منسٹری اور ہوم منسٹری، دونوں اس پر غور کر رہے ہیں اور میں بہت جلد اس بارے میں اسٹیٹوں کو ہدایت بھیجوں گا۔

امید ہے کہ آپ شملہ کا موسم انجوائے کر رہے ہوں گے ۔یہاں تو [ٹمپریچر] ایک سو دس ڈگری ہے ۔

[آزاد]

حواشی:

(۱) جن سنگھ کا پیدا کردہ ایجی ٹیشن مراد ہے ۔

(۲) یہ ایجی ٹیشن دسمبر ۱۹۵۲ء میں پنجاب کے ٹیچروں نے شروع کیا تھا، جنھیں جن سنگھ والے استعمال کر رہے تھے ۔ ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۳ء کو مولانا نے ہڑتالی ٹیچروں سے ایجی ٹیشن ختم کر دینے کی اپیل کی تھی ۔اس کا خاطر خواہ اثر ہوا ۔ ایجی ٹیشن کرنے والوں میں بے دلی پیدا ہو گئی ۔ شیاما پرشاد مکرجی نے ایجی ٹیشن میں جان ڈالنے کی انتہائی کوشش کی، حتیٰ کہ ۲۔ مارچ کو اپنے تئیں اور اپنے ساتھ جن سنگھ کے تین دوسرے رہنماؤں این ۔ سی ۔ چٹرجی، نندلال شرما اور گرودت وید کو گرفتار بھی کروایا، لیکن تحریک میں جان نہ پڑ سکی ۔ ۱۲۔ مارچ ۱۹۵۳ء کو حکومت نے رہنماؤں کو رہا کر دیا۔

چنگ چن ٹو : ۱	[۴۴]	اندراج #۸۴

ڈیئر مسٹر چنگ چن ٹو!

چین کی چائے اور چائے کا سیٹ جو آپ نے بھیجا ہے، اس کے لیے شکریہ ۔ میں صرف اس چیز کا شکریہ ادا نہیں کر رہا ہوں، جو آپ نے بھیجی ہے، بلکہ دل کی اس محبت

کا، جس کی وجہ سے آپ کو اس کے بھیجنے کا خیال پیدا ہوا۔

[آزاد]

۲۰۔دسمبر ۱۹۵۴ء

حاشیہ:

(۱) چنگ چن ٹو ہندوستان میں چین کے سفیر مقیم نئی دہلی۔

چیف منسٹر حیدر آباد: ۱ [۴۵] اندراج #۱۶۱

اکسپرس ٹیلی گرام

چیف منسٹر حیدر آباد (دکن)!

حیدر آباد سے شکایت آئی ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی اتھارٹیز آر ناٹ گوئنگ اڈمیشن ان دی فیکلٹی آف ریلیجن اینڈ کلچر (اسٹاپ) میں شکر گذار ہوں گا اگر آپ صورتِ حال سے مجھے اطلاع دیں (۱)۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) اس ٹیلی گرام کا اصل جملہ انگریزی زبان ہی میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:
"عثمانیہ یونی ورسٹی کے ذمہ دار "مذہب و ثقافت کے شعبے" میں داخلہ نہیں دے رہے ہیں۔"

چیف منسٹر حیدر آباد: ۲ [۴۶] اندراج #۲۰۳

مائی ڈیر چیف منسٹر حیدر آباد!

میں آپ سے کئی بار "اسلامک کلچر" کی نسبت کہہ چکا ہوں جو حیدر آباد کا ایک انگلش کوارٹرلی میگزین ہے۔ یہ میگزین ایک انٹرنیشنل حیثیت پیدا کر چکا ہے اور نہ صرف ایسٹرن کنٹریز میں بلکہ یورپ میں بھی اس کو خاص دل چسپی سے پڑھا جاتا ہے۔ دو

برس ہوئے جب میں انگلینڈ میں تھا تو آکسفورڈ میں پروفیسر گب نے پہلا سوال مجھ سے یہ کیا تھا کہ کیا: اب بھی "اسلامک کلچر" حیدرآباد سے نکلتا رہے گا؟ اور میں نے انھیں اطمینان دلایا تھا کہ کوئی وجہ نہیں کہ اس طرح کے کام آیندہ جاری نہ رہیں۔

اسلامک کلچر کا سالانہ خرچ صرف بارہ ہزار روپے تھا۔ بارہ ہزار کو آپ کی گورنمنٹ نے کم کر کے دس ہزار کر دیا تھا، لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ نئے سال کے بجٹ میں اس کے لیے صرف تین ہزار روپے کی رقم رکھی گئی ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میگزین بند کر دیا جائے۔ مجھے نہایت رنج کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ محض چند ہزار روپیوں کے لیے آپ لاکھوں روپے کی دولت ضائع کر رہے ہیں۔ بہر حال مہربانی کر کے مجھے صورتِ حال سے اطلاع دیجیے۔

حاشیہ:

(۱) یورپ کے پہلے سفر پر مولانا ۱۸۔ مئی ۱۹۵۱ء کو بمبئی سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ ۲۱۔ مئی کو لندن پہنچے تھے اور تقریباً وسط جون تک لندن میں مقیم رہے اور انڈیا آفس لائبریری سے متعلق معاملات پر گفتگو میں وقت گزارا تھا۔ لندن سے مولانا پیرس تشریف لے گئے تھے جہاں یونسکو کی چھٹی عام کانفرنس میں مولانا نے یونسکو کے نصب العین کے موضوع پر ایک عظیم الشان خطبہ دیا۔ پیرس، اٹلی، ٹرکی، ایران کا دورہ کرتے ہوئے اور کراچی میں مختصر قیام کے بعد دہلی تشریف لے گئے تھے۔ کراچی میں مولانا نے بانیِ پاکستان کی قبر پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کا یہ خط وسط ۱۹۵۳ء کا ہے۔

سی ایم مدھیہ پردیش (۱) :۱	[۴۷]	اندراج #۹۷

مائی ڈیر چیف منسٹر!

گورنمنٹ آف انڈیا نے جو کمیٹی اس غرض سے بٹھائی تھی کہ وہ نئی یونی ورسٹیوں کے قائم کرنے کے مسئلے پر غور کرے، اس نے اپنی رپورٹ بھیج دی ہے، جو

میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔

(۲) کمیٹی جن نتیجوں پر پہنچی ہے، گورنمنٹ آف انڈیا ان سے اتفاق کرتی ہے۔

(۳) کمیٹی کی رائے میں نئی یونیورسٹی جو قائم کی جائے، یونیٹری یونی ورسٹی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ فیڈریٹیو ہونا چاہیے۔ گورنمنٹ کو اس سے پوری طرح اتفاق ہے۔

(۴) کمیٹی معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ایک فیڈریٹیو یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے کم سے کم ایک کروڑ پچیس لاکھ روپے کا انتظام کیپٹل خرچ کے لیے اور دس لاکھ روپے کا انتظام سالانہ خرچ کے لیے ضروری ہے۔ جب تک اتنے روپے کا انتظام نہ ہو، یونی ورسٹی قائم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے۔ گورنمنٹ آف انڈیا اس رائے سے پوری طرح اتفاق کرتی ہے۔

کمیٹی نے سالانہ خرچ دس لاکھ روپیہ قرار دیا ہے۔ گورنمنٹ کی رائے میں دس لاکھ روپے کافی نہ ہوگا۔ غالباً اس سے زیادہ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ بہر حال یہ کم سے کم رقم ہے جس کا اسٹیٹ کو انتظام کرنا چاہیے۔

مدھیہ بھارت اسٹیٹ کی فینانشیل حالت جو گورنمنٹ کے علم میں آئی ہے، اسے سامنے رکھتے ہوئے گورنمنٹ نہیں خیال کرتی کہ سردست اتنے روپے کا انتظام اسٹیٹ کر سکے گا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی بھی فینانشیل پوزیشن اس وقت ایسی نہیں ہے کہ وہ اسٹیٹ گورنمنٹ کو یونی ورسٹی قائم کرنے کے لیے روپے دے سکے۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ آف انڈیا کا مشورہ یہی ہوگا کہ ابھی کچھ عرصے کے لیے یونی ورسٹی قائم کرنے کا خیال ملتوی کر دیا جائے، اور جس قدر روپیہ اسٹیٹ گورنمنٹ سردست نکال سکتی ہے، وہ اس طرح کے انسٹی ٹیوشنوں کے قائم کرنے پر خرچ کیا جائے، جن سے پروپوزڈ یونی ورسٹی کے قائم کرنے میں آیندہ ہمیں مدد مل سکتی ہے۔

(۵) کمیٹی نے اس سوال پر بھی غور کیا ہے کہ ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنس مدھیہ بھارت اسٹیٹ میں اس وقت موجود ہیں۔ انھیں آیندہ ایک فیڈریٹیو یونی ورسٹی کے

نقشے میں کس طرح کی جگہ دی جا سکتی ہے؟ اور اس میں گوالیار، اندور اور اوجین کا کیا کیا حصہ ہو سکتا ہے؟ اس سلسلے میں کمیٹی نے جو تجویز پیش کی ہے، گورنمنٹ آف انڈیا اس سے اتفاق کرتی ہے۔ اس تجویز کی رو سے گوالیار اور اندور کے موجودہ ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنس، پروپوزڈ یونی ورسٹی کے کانسٹی ٹیوینٹ یونٹ ہوں گے اور تعلیم کی جن شاخوں کا وہاں بہتر انتظام مہیا ہو گیا ہے، ان سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔ کمیٹی کی اس رائے سے بھی گورنمنٹ اتفاق کرتی ہے کہ انڈولاجی کی فیکلٹی کا انتظام اوجین میں کرنا چاہیے۔ فی الحقیقت اس فیکلٹی کے لیے اوجین سے زیادہ کوئی موزوں مقام مدھیہ بھارت میں نہیں مل سکتا۔

(۶) اس سوال پر بھی کہ پروپوزڈ یونی ورسٹی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہو؟ کمیٹی نے نظر ڈالی ہے، لیکن اس کا فیصلہ اسٹیٹ پر چھوڑ دیا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کو اس سے اتفاق ہے۔ یہ بات کہ پروپوزڈ یونی ورسٹی کا ہیڈ کوارٹر کس جگہ ہو؟ ایک ایسی بات ہے جس کا فیصلہ اسٹیٹ گورنمنٹ کی لیجس لیٹیو اسمبلی ہی کر سکتی ہے اور اسے اسی پر چھوڑ دینا مناسب ہے۔ کمیٹی کی رائے میں ہیڈ کوارٹر ایسی جگہ ہونا چاہیے، جہاں اسٹوڈنٹس کی زیادہ تعداد پائی جائے۔ امید ہے کہ جب اس مسئلے پر غور کیا جائے گا تو معاملے کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے گا اور جس جگہ کے لیے فیصلہ کیا جائے گا، وہ تعلیم کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے مناسب جگہ ہو گی۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) مدھیہ پردیش کے چیف منسٹر ۵۴-۱۹۵۳ء میں پنڈت روی شنکلا تھے۔

خوب چند (۱): ۱	[۴۸]	اندراج #۱۱۰

مائی ڈیر خوب چند!

ایجوکیشن منسٹری گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک نئی ہسٹری آف فلاسفی مرتب کرا کے شائع کی ہے، جس میں ایسٹرن فلاسفی اور ویسٹرن فلاسفی دونوں کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو دو جلدوں کا ہے آپ کو بھیجتا ہوں۔ عراق اکیڈمی کے پریسیڈنٹ کو میری جانب سے یہ تحفہ پہنچا دیجیے۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) عراق میں ہندوستان کے سفیر مقیم قاہرہ خوب چند اس سے قبل ۱۹۵۱ء میں کچھ عرصہ پاکستان (کراچی) میں ہندوستان کے قائم مقام ہائی کمشنر بھی رہے تھے۔

در گا داس: ۱	[۴۹]	اندراج #۲۰۱

یہ صفحہ مولانا نے خود اپنے قلم سے بنا کر "ہندوستان ٹائمز" دلی کو انٹروڈکشن کے تمہیدی نوٹ کے ساتھ دیا تھا۔ انٹروڈکشن تو مرسلہ تمہیدی نوٹ کے ساتھ ہندوستان ٹائمز کی دو اشاعتوں میں چھپ گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ اس صفحے کی اشاعت کا کیا موقع تھا؟

اے نیو ہسٹری آف فلاسفی

ایسٹرن اینڈ ویسٹرن

اسپونسرڈ بائی

دی منسٹری آف ایجوکیشن، گورنمنٹ آف انڈیا

انٹروڈکشن

بائی

مولانا ابو الکلام آزاد

مولانا کے قلم سے تمہیدی نوٹ یہ ہے:

۱۹۴۷ء میں جب مولانا ابو الکلام آزاد نے ایجوکیشن منسٹری کا چارج لیا تو انھوں

نے ایک ایجو کیشنل کانفرنس بلائی تھی۔اس کانفرنس کو اڈرس کرتے ہوئے انھوں نے چند اہم باتوں پر زور دیا تھا۔ من جملہ ان کے ایک بات یہ تھی کہ ایک نئی ہسٹری آف فلاسفی ایسی تیار کرنی چاہیے جس میں انڈین فلاسفی کو وہ اہم جگہ دی جائے جس کی وہ حق دار ہے اور جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

کانفرنس نے ان کی اس تجویز کو ویلکم کیا تھا۔چناں چہ اس کے بعد انھوں نے ڈاکٹر رادھا کرشن کی چیرمین شپ میں ایک بورڈ آف ایڈیٹرز بنایا اور یہ کام اس کے سپرد کر دیا۔ بورڈ نے دو برس تک اپنا کام جاری رکھا اور ۱۹۵۱ء میں کتاب تیار کر دی۔اب لنڈن کے مشہور پبلشر جارج ایلن اینڈ انوین نے اسے دو جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔ اس غرض سے کہ اس نئی ہسٹری کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ کیا جاسکے، ہم اس کا انٹروڈکشن شائع کر دیتے ہیں، جو مولانا ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے۔پبلشر نے ہمیں اس کے شائع کرنے کی اجازت دے دی ہے، جس کے لیے "ہندوستان [ٹائمز" اس کا شکر گذار ہے(۱)]۔

فلاسفی مولانا آزاد کا خاص سبجیکٹ ہے۔ گریک، انڈین اور ماڈرن فلاسفی کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا ہے، اس لیے ان کی راے اس بارے میں ایک مستند راے ہے(۲)"۔

[آزاد]

<u>حواشی:</u>

(۱) مسودے میں جگہ خالی تھی۔یہاں جملہ مکمل کر دیا گیا ہے۔

(۲) یہ نوٹ مولانا نے "ہندوستان ٹائمز" کے ایڈیٹوریل اسٹاف کی طرف سے "اے نیو ہسٹری آف فلاسفی" پر ان کے انٹروڈکشن (تعارف) پر بہ طور تمہید شامل کرنے کے لیے لکھ دیا تھا

درگاداس: ۲	[۵۰]	اندراج #۹۴

....

مسٹر درگاداس ایڈیٹر ہندوستان ٹائمز کو لکھیے کہ

آیندہ اتوار کو مولانا کے انٹروڈکشن کا دوسرا نمبر جو نکلے گا، اس میں ہیڈنگ کے نیچے ایک غلطی کی، جو پہلے نمبر میں ہو گئی ہے، تصحیح کر دی جائے:

" اس انٹروڈکشن کے پہلے حصے میں جو پچھلے اتوار کے سنڈے میگزین میں نکلا ہے، کمپوزیٹر سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ پڑھنے والوں نے محسوس کر لی ہو گی۔ میگزین کے صفحہ ۲ کالم ۳ میں ایک سائڈ ہیڈنگ ہے " ایونین فلاسفی "۔ اس ہیڈنگ میں "ایونین" کو ٹھیک کمپوز کیا ہے، لیکن اس کے نیچے دو جگہ "ایونین" کی جگہ "انڈین" چھپ گیا ہے۔"

حاشیہ:

نوٹ: اے نیو ہسٹری آف فلاسفی پر مولانا کے انٹروڈکشن کی اشاعت کے سلسلے میں دیکھیے شمارہ نمبر ۴۰۔ ۴۱

دیش مکھ، پنجاب راؤ: ۱	[۵۱]	اندراج #۱۱۹

مائی ڈیر پنجاب راؤ دیش مکھ!

آپ نے نئے کاغذ پر چھپے ہوئے " اسٹیٹس مین " کی جو کاپی مجھے بھیجی ہے، اسے دیکھ کر مجھے، بہت خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ یہ تجربہ پوری طرح کامیاب ہو گا۔

[آپ کا مخلص

ابوالکلام آزاد]

دیش مکھ، آر۔ایم ۱:	[۵۲]	اندراج #۱۵۷

مائی ڈیر دیش مکھ!

نرملا کالج چل رہا تھا اور اسے برابر گرانٹ دے رہے تھے۔ جیزویٹ ایجوکیشنل سوسائٹی اسے چلا رہی تھی۔ اب انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کا مینجمنٹ اپنے ہاتھ میں نہ رکھیں۔ میں نے انھیں مشورہ دیا تھا کہ کم از کم ایک برس تک جاری رکھیں مگر انھوں نے اتفاق نہیں کیا۔

اب دلی یونیورسٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دو برس تک اسے جاری رکھا جائے اس کے بعد بند ہو جائے گا اور اس عرصہ میں اسٹوڈنٹس اپنی تعلیم پوری کر لیں گے یا دوسرا انتظام کر لیں گے۔ میں نے یونی ورسٹی کی اس تجویز کی مخالفت نہیں کی کیوں کہ یہاں پبلک اوپینین اس کے سخت خلاف تھی کہ کالج اچانک بند کر دیا جائے۔

کل مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو اس تجویز سے اتفاق نہیں ہے اور آپ کی رائے میں کالج کو بند کر دینا چاہیے۔ میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ جب یونی ورسٹی نے صرف دو برس کے لیے درخواست کی ہے تو یہ ایک چھوٹی سی بات ہے۔ ہمیں یہ اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ فوراً بند کر دیا جائے۔ اگر جزویٹ سوسائٹی نے اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیا ہوتا تو ہم کالج کو برابر گرانٹ دینے پر مجبور تھے۔

آپ نے شاید کہا ہے کہ معاملہ کیبنٹ میں جائے۔ میں اس میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا جس کی بنا پر اسے کیبنٹ میں بھیجا جائے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس تجویز سے اتفاق کر لیں گے۔

[آزاد]

دیواکر ۱:	[۵۳]	اندراج #۶

مائی ڈیر دیواکر!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... اباؤٹ نالندا انسٹی ٹیوٹ۔ مجھ سے پریسیڈنٹ

نے بھی اس بارے میں گفتگو کی تھی۔ مجھے آپ کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے کہ اس طرح کا انسٹی ٹیوٹ وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گا۔ بلاشبہ اس طرح کے کاموں کی ہمیں مدد کرنا چاہیے۔

سنٹرل گورنمنٹ کی جو فینانشیل مشکلیں ہیں، وہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ جو کچھ کیا جا سکتا ہے کیا جائے۔

امید ہے آپ خیر و عافیت سے ہیں۔

[آزاد]

۲۰۔مارچ ۱۹۵۳ء

ڈی۔ایم (بلند شہر) :۱	[۵۴]	اندراج #۱۸۸

بلند شہر کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اس مضمون کا خط لکھیے کہ

گزشتہ سال مسٹر حسن برنی وکیل بلند شہر کو مولانا آزاد نے انڈین کونسل کلچرل ریلیشنز کا سکریٹری مقرر کیا اور وہ اس وقت سے دہلی میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں، لیکن مولانا کو یہ بات معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ حال میں ان کے مکان پر چوروں نے حملہ کیا اور مکان کا سامان اور بعض قیمتی چیزیں چرا کر لے گئے۔ جو چیزیں وہ لے گئے ہیں، وہ اس طرح کی نہیں ہیں کہ تھوڑے عرصے کے اندر خاموشی سے چرائی جا سکیں۔ کافی وقت ان کو اٹھانے اور لے جانے میں لگا ہو گا اور کھٹ پٹ بھی ہوئی ہو گی، لیکن نہ تو پولیس نے بروقت دیکھ بھال کی اور نہ ان چوکیداروں نے جو ان کے بنگلے کے قریب دوسرے بنگلوں میں رہتے ہیں۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک پولیس کوئی سراغ چوروں کا نہیں لگا سکی ہے"۔

مولانا امید کرتے ہیں کہ

"آپ اس معاملے میں خاص طور پر انٹرسٹ لیں گے، اور مقامی آفیسرز خصوصاً

پولیس سپرنٹنڈنٹ کو ہدایت کریں گے کہ ان کی کوٹھی بغیر نگرانی کے چھوڑ نہ دی جائے ۔اس کی ضروری نگرانی کی جائے ۔اگر پولیس چاہے تو آسانی کے ساتھ اس کا انتظام کر سکتی ہے ۔علاوہ بریں جو چوری ہو چکی ہے، اس کی سراغ رسانی اور مال کے برآمد کرنے کی بھی پوری کوشش کی جائے گی" (ا)۔

جو چٹھی آپ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بھیجیں اس کی ایک کاپی برنی صاحب کو بھیج دی جائے۔

حاشیہ:

(ا) یہاں پر جملہ تھا: "مولانا یہ امید کرتے ہیں۔" چوں کہ یہ پیراگراف شروع ہی اس جملے سے ہوا ہے۔اس لیے اس کی ضرورت نہ تھی۔ تاکید مزید کے لیے بھی نہیں۔

ڈی سوزا، ڈاکٹر: ۱	[۵۵]	اندراج #۱۷

مائی ڈیر ڈاکٹر ڈی سوزا

آپ نے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سوشل آرڈر پونا کے بارے میں جو کاغذات بھیجے تھے، میں نے انھیں پوری دل چسپی کے ساتھ دیکھا۔مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ایک ایسے کام کے لیے جس کی آج انڈیا کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، یہ انسٹی ٹیوٹ کھولا گیا ہے اور جنوری ۵۱ء سے وہ کام کر رہا ہے۔اس کے ڈپلومہ کورس سے خاص طور پر مجھے دل چسپی ہوئی، کیوں کہ اس سے ایسے آدمی تیار ہو کر نکلیں گے جو میں امید کرتا ہوں کہ پنج سالہ پلاننگ اور کیمونٹی پروجیکٹس کے اہم کاموں میں مفید ہو سکتے ہیں۔

[آزاد]

۴-اپریل ۱۹۵۳ء

راج پرمکھ راجستھان: ۱	[۵۶]	اندراج #۱۳۸

ڈیر راج پرمکھ!

آپ نے ۵۔جون کو جو رپورٹ پریسیڈنٹ کو بھیجی ہے، اس کی کاپی مجھے ملی۔ مجھے یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ راجستھان قحط کے ریلیف کے لیے ایک کمیٹی بنائی جارہی ہے تاکہ پرائیویٹ ڈونیشنز کی اور جنرل پبلک کی بھی فینانشیل ہیلپ حاصل کی جائے۔

برٹش پیریڈ میں ہم نے دیکھا تھا کہ وائسرائے اور گورنروں کے ایک اشارے پر لوگ بخوشی لاکھوں روپیہ جمع کر دیتے تھے۔ اب جب خود ان کی گورنمنٹ ہے، تو چاہیے تھا کہ ان کی فیاضیاں گورنمنٹ کا ساتھ دیتیں، لیکن برخلاف اس کے ہر طرف ہاتھ رکے ہوئے ہیں۔ عام طور پر یہ غلط خیال لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے کہ اب جب کہ ہماری گورنمنٹ ہے تو جو کچھ کرنا ہے گورنمنٹ کو کرنا ہے، ہم اپنی جیب کیوں خالی کریں۔

راجستھان کے باشندوں کے ہاتھ میں ملک کی تجارت کا بڑا حصہ ہے۔ اگر صرف کلکتہ اور بمبئی ہی کو دیکھا جائے تو وہاں بڑے بڑے بزنس مین راجستھان کے ملیں گے۔ اگر اس پروپوزڈ کمیٹی نے پوری سرگرمی کے ساتھ کام کیا تو مجھے یقین ہے کہ ایک بڑی رقم ریلیف کے لیے جمع ہو سکتی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ کمیٹی کے چیرمین چیف منسٹر ہوں گے۔ وہ ہو سکتے ہیں، لیکن یہ کام ایسا ہے جس میں خاص انٹرسٹ آپ کو لینا چاہیے۔ اگر ضرورت ہو تو آپ اس کام کے لیے دورہ کریں یہ بات کہ خود راج پرمکھ ریلیف کے لیے اپیل کر رہا ہے اور دورے میں نکلا ہے، لوگوں پر ایک خاص اثر ڈالے گا اور دوسرے راج پرمکھوں کے لیے ایک عمدہ مثال پیش کرے گا۔

مجھے امید ہے آپ اس کام میں پورا انٹرسٹ لیں گے۔ میں ایک چٹھی چیف منسٹر کو بھی اس بارے میں لکھ رہا ہوں۔

[آزاد]

ہزہائنس راج پرمکھ آف راجستھان، جے پور

راج کماری: ۱	[۵۷]	اندراج #۸۷

مائی ڈیر راجکماری!

مینی تھینکس فور یور لیٹر آف ۵۵-۳-۲۴-آپ نے دلی کے ایڈمنسٹریشن کے بارے میں جو رائے ظاہر کی ہے، بہت حد تک مجھے اس سے اتفاق ہے۔

نیو دلی میونسپلٹی کا جو آدمی میرے مکان کو ڈس انفکٹ کرنے کے لیے آیا تھا، اس نے میرے پرائیویٹ سکریٹری سے کہا کہ یہاں مکھیاں ساتھ کے مکان کے کمپاؤنڈ سے آتی ہیں جہاں گائے رکھی گئی ہے۔ اس مکان میں پنتھ جی رہتے ہیں۔ گائے کا رکھنا بہت اچھی بات ہے، کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں، لیکن مناسب ہوگا کہ نیو دلی میونسپلٹی اس کی دیکھ بھال کرتی رہے تاکہ مکھیاں پیدا نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خود پنتھ جی کو بھی مکھیوں سے تکلیف ہوتی ہوگی۔

[آزاد]

۲۶-مارچ ۱۹۵۵ء

راج کماری: ۲	[۵۸]	اندراج #۱۱۶

مائی ڈیر راجکماری!

نیو دلی میونسپلٹی کمیٹی میں ڈاکٹر شیو نندن رشی پریسیڈنٹ نیو دلی کانگریس کمیٹی کو آپ نے نامی نیٹ کیا تھا۔ اب تین برس کی مدت ختم ہو گئی ہے اور نئے سرے سے ممبرز نامی نیٹ کیے جائیں گے۔ رشی چاہتا ہے کہ اسے دوبارہ وہاں کام کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ اگر اس کے خلاف کوئی بات نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں اسے موقعہ دینا مناسب ہوگا۔

[آزاد]

راج کماری: ۳	[۵۹]	اندراج #۱۲۶

مائی ڈیر راجکماری!

ہمدرد دواخانہ ٹرسٹ نے ایک فنڈ قائم کیا ہے اور اس سے وہ ایسٹرن میڈیسن کا ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے زمین کے لیے آپ سے درخواست کی ہے کہ دلی گورنمنٹ سے دلوائی جائے۔ آپ کے یورپ جانے سے پہلے میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تھا۔ اس کی اسکیم میں نے دیکھی، وہ ہر طرح مفید معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس معاملے میں دل چسپی لیں گی۔

[آزاد]

راج گوپال اچاری: ۱	[۶۰]	اندراج #۲۹

راجہ جی کے نام مولانا کے یہ خطوط اس زمانے کے ہیں، جب راجہ جی صوبہ مدراس کے وزیر اعلیٰ تھے۔

مائی ڈیر راجاجی!

کچھ عرصہ ہوا، پرنس آف آرکاٹ کا انتقال اور یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا جانشین کون ہو؟ پرنس کی صرف لڑکیاں تھیں، لڑکا نہیں تھا، اس لیے آپ نے سفارش کی کہ پرنس کے بھائی کو جانشین مقرر کیا جائے اور پریسیڈنٹ نے اسے منظور کر لیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے جانشینی کے معاملے میں کوئی فرق لڑکے اور لڑکی میں نہیں کیا ہے۔ ایک پرنس کی ڈیگنیٹی کا وارث جس طرح لڑکا ہو سکتا ہے، لڑکی بھی ہو سکتی ہے۔ چناں چہ اسی بنا پر سابق پرنس کی بڑی لڑکی فضیلت النساء نے دعویٰ کیا تھا کہ جانشینی اسے ملنی چاہیے۔ اس نے اپنی درخواست میں لکھا تھا کہ

"برٹش گورنمنٹ نے اگر انگلش لا اور کسٹم [برٹش قانون اور روایت] کی بنا پر لڑکے کو جانشین تسلیم کیا تھا، تو یہ بات اب ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ انڈین کانسٹی ٹیوشن کوئی اس طرح کا فرق مرد اور عورت میں نہیں کرتا اور اسلامی

قانون میں بھی کوئی امتیاز نہیں ہے۔پس جانشینی مجھے ملنی چاہیے"۔

مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فضیلت النساء کے مطالبے میں وزن ہے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ جو فیصلہ ہو گیا ہے اسے پھر الٹانے کی کوشش کی جائے، لیکن میں سمجھتا ہوں فضیلت النساء کو محض اس کے چچا کے رحم پر چھوڑ دینا انصاف کے خلاف ہو گا۔ کم از کم نئے پرنس ارکاٹ پر زور ڈال کر کوئی سالانہ رقم اس کے لیے مقرر کرانی چاہیے جو اسے برابر ملتی رہے۔

وہ یہاں دلی میں آئی تھی۔ مجھے اس کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا اثر کام میں لا کر کم سے کم اتنی بات کرا دیں۔ سابق پرنس ہزاروں روپے سے اپنی لڑکی کی مدد کرتا تھا۔ نیا پرنس اگر اپنی بھتیجی کے لیے ایک رقم منظور کر لے گا، تو یہ روپیہ کہیں باہر نہیں جائے گا، اس کی بھتیجی کو ملے گا۔

[آزاد]

۲۲۔اپریل ۱۹۵۳ء

راج گوپال اچاری: ۲	[۶۱]	اندراج #۳۷

مائی ڈیر راجاجی!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... اباؤٹ مسٹر سدھوا۔ مسٹر سدھوا کو معلوم ہے کہ میں نے ہمیشہ ان کے لیے کوشش کی ہے اور اب بھی کروں گا۔ لیکن میں ان سے یہ نہیں کہنا چاہتا کہ جو رائے میری یا آپ کی ان کی نسبت ہے وہ جواہر لال کی نہیں ہے۔ بہر حال میں ضرور کوشش کروں گا۔

[آزاد]

۲۹-۳۰۔اپریل ۱۹۵۳ء

راج گوپال اچاری: ۳	[٦٢]	اندراج #۳۸

مائی ڈیر راجاجی!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جس معاملے پر میں نے آپ کو توجہ دلائی تھی، وہ خود آپ کے سامنے تھا اور آپ نے نئے پرنس آف ارکاٹ کو اس پر توجہ دلائی تھی، لیکن ان کی چٹھی سے جو انھوں نے آپ کو بھیجی ہے، صاف ظاہر ہے کہ وہ فضیلت النساء کے لیے کوئی رقم نہیں نکالنا چاہتے۔ محمڈن لا کی رو سے فضیلت النساء کو حق پہنچتا ہے کہ وہ پرنس آف ارکاٹ کی ڈیگنٹی کا مطالبہ کرے۔ اگر ہم اسے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کرے، تو کم از کم ہمیں اس بارے میں اطمینان دلانا چاہیے کہ اس کے حق کا خیال رکھا گیا ہے اور ایک رقم اس کے لیے مقرر کردی گئی ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ پرنس فضیلت النساء کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے اس طرح تیار ہوگا۔ وہ جبھی ہوگا جب اسے صاف صاف بتلا دیا جائے کہ گورنمنٹ اس بارے میں اطمینان چاہتی ہے اور جو رقم فضیلت النساء کے لیے مقرر ہوگی، وہ ڈائریکٹ اسے دے دی جائے گی۔

[آزاد]

یکم مئی ۱۹۵۳ء

راج گوپال اچاری: ۴	[٦٣]	اندراج #۴۲

مائی ڈیر راجاجی!

ایک دوست نے یہ کیس مجھے بھیجا ہے۔ اس کی درخواست گورنر کے سامنے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ گورنر وہی فیصلہ کرے گا جو آپ کا مشورہ ہوگا۔ میں اسے آپ کو بھیج دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ وہی کریں گے جو انصاف کا تقاضہ ہوگا۔ ودھ ریگارڈ۔

[آزاد]

۲۱۔ مئی ۱۹۵۳ء

راج گوپال اچاری: ۵	[۶۴]	اندراج #۱۵۱

مائی ڈیر راجاجی!

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۶۔ جون جس کے ساتھ آپ نے اس چٹھی کی کاپی بھیجی تھی جو شری کام راج کو آپ نے بھیجی ہے، وصول ہو گئی تھی۔ فرصت نہ ملنے کی وجہ سے بروقت رسید نہ بھیج سکا۔

یہ معاملہ کئی بار میرے سامنے آچکا ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے۔

[آزاد]

راج گوپال اچاری: ۶	[۶۵]	اندراج #۷۶

مائی ڈیر راجاجی!

تھینکس فور یور لیٹر آف ....

قدوائی کی وفات (۱) حقیقتاً ایک نیشنل نقصان ہے۔ میں نے پوری طرح یہ بات اپری شیئٹ کی ہے کہ جب تک اس کی ویکنس آپ کے سامنے آتی رہی، آپ کی رائے اس کے خلاف تھی، جب اس کی قابلیت کا نمونہ آپ کے سامنے آگیا تو آپ اس کی تعریف کرنے لگے۔ آپ کو معلوم ہے، میرے دماغ کا بھی یہی حال رہا ہے۔

بہر حال ہم سے ایک ایسا ساتھی جدا ہو گیا ہے، جس کی خوبیاں ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔

[آزاد]

یکم نومبر ۱۹۵۴ء

حاشیہ:

(۱) رفیع احمد قدوائی مرکزی وزیر خوراک، ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو دہلی میں انتقال ہو گیا تھا۔
روزنامہ "خلافت" بمبئی کے حوالے سے "مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری"
میں اثر بن یحییٰ انصاری لکھتے ہیں:

"مرکزی وزیر خوراک رفیع احمد قدوائی کا آج چار بج کر پینتالیس منٹ پر حرکتِ قلب بند ہو جانے سے (دہلی میں) انتقال ہو گیا۔ ہندوستان اپنے ایک سچے خادم سے محروم ہو گیا۔ آپ ضلع بارہ بنکی، قصبہ مسولی کے رہنے والے تھے۔ کئی بار جیل کی صعوبتیں جھیلیں۔ آپ کا دورِ وزارتِ خوراک نہایت کامیاب اور بے داغ رہا۔"

۲۵۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء، دہلی سے اسپیشل ٹرین کے ذریعے مسٹر رفیع احمد قدوائی کی نعش اپنے آخری سفر پر مسولی (بارہ بنکی) کے لیے روانہ ہو گئی۔ پورے فوجی اعزاز کے ساتھ "محاذ اغذیہ" کے اس فاتح اعظم کی میت توپ گاری کے ذریعے دو طرفہ چشم نم لاکھوں انسانوں کے درمیان سے دہلی اسٹیشن پر لائی گئی۔ کل دوپہر آپ کو مسولی میں سپرد خاک کیا جائے گا۔ متعدد وزراء میت کے ساتھ گئے۔ اپنے قابل ترین رہنما کی موت پر سارے ملک میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر میں سرکاری دفاتر بند ہو گئے۔ تفریحی تقریبات بھی ملتوی ہو گئیں۔ ہندوستان بھر میں تعزیتی جلسے ہوئے۔"

آج ہی رات (۲۵۔ اکتوبر) آل انڈیا ریڈیو سے وزیر تعلیم مولانا آزاد نے ایک نشریے میں مرحوم رفیع احمد قدوائی کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہا:

"یہ عجیب و غریب بات ہے کہ انسان کی زندگی کی قدر و قیمت سب سے زیادہ اس وقت محسوس ہوتی ہے، جب موت کا ظالم ہاتھ اسے، ہم سے چھین لیتا ہے۔ رفیع احمد قدوائی کے انتقال کو ابھی صرف چوبیس گھنٹے ہوئے ہیں، لیکن اس مختصر مدت کے اندر یہ ظاہر ہو گیا کہ ملک میں ان کی کتنی عزت ہے، ساری قوم کو اپنے نقصان کا کتنا احساس ہے۔ وہ اس واقعے سے ظاہر ہے کہ صبح سے اس وقت تک بے شمار انسان ان کی میت کے سامنے سے گزر کر انھیں خراج عقیدت ادا کر چکے ہیں اور کوئی آنکھ ایسی نہیں جو ان کے غم میں نم ناک نہ ہو۔ اس قومی نقصان کا بڑا احساس سارے ملک کو ہوا ہے۔"

۰ راجندر پرشاد، ڈاکٹر:۱	[٦٦]	اندراج #١٦٨

ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند کے نام پہلے تینوں خط ایک ہی معاملے کی نسبت ہیں۔ اس کی وضاحت دوسرے اور تیسرے خط میں موجود ہے

اس تحقیق کی ضرورت ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی فتح کرنے والی اس مہم جو جماعت کی فتح کی تاریخ اور پس منظر کی تلاش کے سلسلے پیش آئی تھی، جس کا ذکر راجندر پرشاد کے نام مولانا کے چوتھے خط میں آیا ہے۔ اس سلسلے کے چار خط مسٹر گوکھلے ہائی کمشنر برائے نیپال مقیم کھٹ منڈو کے نام، دو خط مسٹر کھیر سفیر برائے برطانیہ (مقیم لندن) کے نام اور دو خط پنڈت جواہر لال نہرو کے نام بھی ہیں۔

مائی ڈیر ڈاکٹر راجندر پرشاد!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... میں نے سکریٹری کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس سلسلے میں جو کارروائی کی جا سکتی ہے، کریں۔

[آزاد]

راجندر پرشاد، ڈاکٹر:۲	[٦٧]	اندراج #٢١٦

مائی ڈیر ڈاکٹر راجندر پرشاد!

تھینکس فور یور لیٹر آف لیسٹر ڈے اباؤٹ ایورسٹ۔

میں سروے آف انڈیا ڈیپارٹمنٹ کے ڈائرکٹر کو لکھ رہا ہوں کہ ڈیپارٹمنٹ کے پورے ریکارڈز کو دیکھ کر ایک رپورٹ پیش کرے۔

[آزاد]

راجندر پرشاد، ڈاکٹر:۳	[٦٨]	اندراج #١٦٣

مائی ڈیر ڈاکٹر راجندر پرشاد!

آپ نے ماؤنٹ ایورسٹ کی نسبت بعض باتوں کی تحقیقات چاہی تھی۔ مجھے

خیال ہوا کہ ۱۹۵۰ء میں مسٹر گلاٹھی ڈائریکٹر "جیوڈٹک اینڈ ٹریننگ سرکل سروے آف انڈیا" نے سروے ڈیپارٹمنٹ کے کاغذات کی ایک مفصل رپورٹ تیار کی تھی اور وہ شائع بھی ہو گئی تھی، اسے دیکھوں، چناں چہ اس کی کاپی میں نے نکلوائی۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جن باتوں کی طرف آپ کو توجہ ہوئی ہے، ان کا پورا جواب اس میں موجود ہے۔ میں اسے بھیجتا ہوں۔

میں نے مسٹر گلاٹھی کو لکھا ہے کہ اگر ان باتوں کے علاوہ جو اس رپورٹ میں لکھی گئی ہیں، کچھ اور باتیں بھی ان کے علم میں آئی ہوں تو لکھ کر بھیج دیں۔

[آزاد]

راجندر پرشاد، ڈاکٹر: ۲ [٦٩]	اندراج #۱۷۵

فروم فارن دلی ٹو پریسیڈنٹ راجندر پرشاد

برٹش گورنمنٹ شرپاٹن زنگ کو جارج میڈل دے رہی ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ہیلیری کو انڈین میڈل دیں۔ پنڈت نہرو کو اس رائے سے اتفاق ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی اتفاق کریں گے۔

آزاد

نوٹ: ڈاکٹر راجندر صدر جمہوریہ ہند کے نام پہلے تین خطوط میں ایورسٹ کی فاتح ٹیم اور اس کے ارکان کو میڈل دینے کا ذکر آیا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا آزاد کے مزید خطوط ملاحظہ کیجیے بنام:

۱۔ بدھان چندر، چیف منسٹر ویسٹ بنگال، خط نمبر: ۱

۲۔ کھیر، لندن میں ہندوستان کے سفیر، خط نمبر: ۲ و ۳

۳۔ گوکھلے، کھٹ منڈو میں ہندوستان کے ہائی کمشنر، خط نمبر: ۱ تا ۴

۴۔ پنڈت نہرو، وزیر اعظم ہند، خط نمبر: ۲۴ و ۲۵

راجندر پرشاد، ڈاکٹر: ۵ [۷۰]	اندراج #۲

صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد کے نام مولانا کا یہ خط اور بعد کے دونوں خط دلی یونی ورسٹی کی وائس چانسلر شپ کے بارے میں ہیں۔ تیسرا خط ڈاکٹر رادھا کومود مکرجی کے لیے راجندر پرشاد کی سفارش کے جواب میں ہے۔

مائی ڈیر پریسیڈنٹ!

ڈاکٹر جھا کا جواب مجھے مل گیا۔ وہ دلی یونیورسٹی کی وائس چانسلر شپ منظور کرنے کے لیے تیار نہیں۔ میں سمجھتا ہوں نرندر دیو کمیٹی کو اب لکھنا چاہیے کہ وہ نئے سرے سے ایک دوسرا پینل پیش کرے۔

راجندر پرشاد، ڈاکٹر: ۶ [۷۱]	اندراج #۷

مائی ڈیر پریسیڈنٹ!

تھینک یو فور یور لیٹر آف .... اباؤٹ دلی یونیورسٹی افیر۔

اس سلسلے میں ضروری کارروائی کی جارہی ہے۔

[آزاد]

۲۰۔ مارچ ۱۹۵۳ء

راجندر پرشاد، ڈاکٹر: ۷ [۷۲]	اندراج #۱۲

مائی ڈیر ڈاکٹر راجندر پرشاد!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... جب اس بات کا موقعہ آئے گا تو اس پر غور کیا جاسکے گا۔

REGARDING CONSIDERATION OF THE NAME
OF DR. RADHA KUMUD MOOKERJI
9. NORTH AVENUE, NEW DELHI TO SERVE

ON UNIVERSITIES GRANTS COMMITTEE

[آزاد]

۲۷-مارچ، ۱۹۵۳ء

راجیشور:۱	[۷۳]	اندراج #۱۴۰

کیمپ سرینگر

مائی ڈیر راجیشور!

آپ نے مسٹر چندا ڈپٹی منسٹر(۱) کی چٹھی اور اس کے جواب کی جو کاپی مجھے بھیجی تھی، میں نے پڑھی۔ میں نے چندا سے صورتِ حال دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ آپ نے پچھلے دنوں ان خاص تعلقات کی بنا پر، جو آپ میں اور کنگ آف نیپال میں ہیں، غالباً خواہش کی کہ ان کی خیر و عافیت معلوم کریں اور اس لیے فون پر گفتگو کرنی چاہیے۔ لیکن کسی وجہ سے وہاں یہ بات پسند نہیں کی گئی اور مسٹر گوکھلے (۲) کو کنگ نے لکھا کہ "اس کی وجہ سے مجھے امبرس ہونا پڑا"۔

میں نہیں خیال کرتا کہ اس میں امبرس ہونے کی کوئی بات تھی، لیکن بہر حال پیلس میں ایسا ہی رنگ پیدا کیا گیا۔ گوکھلے نے کنگ کی چٹھی کی کاپی فارن افیرز میں بھیج دی۔ فارن افیرز نے ضروری سمجھا کہ آپ کو اطلاع دے دے۔

مسٹر چندا کو میں نے بتلا دیا کہ آپ کے اور کنگ کے تعلقات کیسے رہ چکے ہیں دراصل جو بات گوکھلے نے لکھی تھی چندا نے اس کی آپ کو اطلاع دے دی۔ اس سے زیادہ اس بات کا نوٹس کسی نے نہیں لیا۔

نیپال کی حالت ہر روز بد سے بدتر ہو رہی ہے۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب کیا بات ظہور میں آئے گی (۳)۔

امید ہے آپ شملہ کا موسم انجوائے کر رہے ہیں۔ دہلی کی گرمی تو ناقابل برداشت ہو گئی۔ مجھے یہاں ایک خاص ضرورت سے آنا پڑا۔ ۱۵-جون کی صبح کو واپس

جاؤں گا۔

[آزاد]

شری ایس۔پی۔ان سنگھ

گورنر پنجاب۔شملہ

حواشی:

(۱) ڈپٹی منسٹر برائے فارن افیرز

(۲) ہندوستانی سفیر برائے نیپال مقیم کھٹمنڈو۔

(۳) نیپال کے مسئلے پر حاشیہ پنڈت جواہرلال نہرو کے نام خط نمبر۱ کے ضمن میں ملاحظہ ہو۔ نیز پنڈت جی کے نام مولانا کا خط نمبر۳ دیکھیے۔

رادھا کرشن:۱	[۷۴]	اندراج #۳۴

مائی ڈیر ڈاکٹر رادھا کرشنا!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... ودھ لیٹر آف مسٹر سپیلڈینگ۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں نے اس موومنٹ کو پسند کیا، اور اس کی تائید کی۔لیکن میں اس کی ممبری کی ذمہ داری قبول کروں، اس میں مجھے تامل ہے۔میں نے ابتدا سے ایک بات بطور بیسک پرنسپل کے اپنے رکھی ہے۔میں کسی ایسی ایسوسی ایشن کی ممبری کی ذمہ داری نہیں قبول کرتا، جس کے کام کے لیے وقت نہ دے سکوں اور جس کے کام کے انجام دینے میں میرا ہاتھ نہ ہو۔یہ فاؤنڈیشن ہمارا نام کسی کام کے لیے نہیں بلکہ محض نام کے لیے چاہتا ہے۔میں اس طرح کی ممبریوں سے ہمیشہ معذرت کرتا ہوں۔

[آزاد]

۲۸۔اپریل ۱۹۵۳ء

مائی ڈیر ڈاکٹر رادھا کرشنا!

دلی مبارک باد آپ کے کامیاب دورے پر!

آپ کو یاد ہوگا کہ یونیورسٹی ایجوکیشن بل پر غور کرنے کے لیے میں نے وائس چانسلرز کی ایک کانفرنس بلائی تھی۔ اس موقعہ پر مجھے خیال ہوا تھا کہ آپ بھی کانفرنس میں شریک ہوں تو اچھا ہے، لیکن آپ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وائس پریسیڈنٹ ہونے کے بعد مناسب ہے کہ آپ اس طرح کی کانفرنسوں میں حصہ نہ لیں۔ میں نے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور پھر آپ کو شرکت کی زحمت نہیں دی۔

لیکن دو ہفتہ ہوا، کیبنٹ میٹنگ میں لاء منسٹر مسٹر سی۔ بسواس نے ایک بات ایسی کہی جسے سن کر مجھے سرپرائز بھی ہوا اور افسوس بھی۔ انھوں نے آپ کا یہ قول نقل کیا کہ

"مجھے مولانا نے کانفرنس میں بلایا تھا مگر میں اس لیے نہیں گیا کہ اگر میں جاتا تو ان کے خلاف تقریر کرتا"۔

پانچ برس سے جو تعلق دوستی کا آپ میں اور مجھ میں قائم ہے، اس کے لحاظ سے مجھے یہ توقع تھی کہ اگر آپ کو کسی معاملے میں میری رائے سے اختلاف بھی ہوگا تو سب سے پہلے آپ خود مجھ سے کہیں گے، اس کے بعد دوسروں سے ذکر کریں گے۔ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ نے یہ بات مجھے نہیں بتلائی اور شریک نہ ہو سکنے کی بالکل دوسری وجہ لکھی، لیکن مسٹر بسواس سے کہنا ضروری سمجھا۔

[آزاد]

رادھا کرشن: ۳	[۷۶]	اندراج #۱۰۶

مائی ڈیر رادھا کرشن!

آپ کی یہ تجویز کہ ایجوکیٹڈ بیکار نوجوانوں کو کام پر لگانے کے لیے کوئی کارروائی کرنی چاہیے، ایک صحیح اور ضروری تجویز ہے۔ لیکن مجھے امید نہیں کہ اس کے لیے ہمیں فنڈ اس طرح مل سکے گا جس طرح آپ نے خیال کیا ہے۔

نظام (۱) سے میں نے کہا تھا۔ ممکن ہے وہ کچھ دے، لیکن وہ حیدرآباد ہی میں خرچ ہوگا۔ میں پلاننگ کمیشن سے اس بارے میں مشورہ کر رہا ہوں کہ کچھ روپیہ اس کام کے لیے نکالا جائے۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد ایک اسکیم تیار ہو جائے گی۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) سابق نظام دکن عثمان علی خاں آصف جاہ ہفتم (۴-اپریل ۱۸۸۶ء تا ۲۴- فروری ۱۹۶۷ء) اس زمانے کے راج پرمکھ تھے۔

رام دیال وید: ۱	[۷۷]	اندراج #۱۹۸

شری رام دیال وید سکریٹری پنجاب پراونشیل کانگرس کمیٹی، جالندھر کو لکھیے کہ:

"مولانا کے نوٹس میں آپ کا ایک پریس انٹرویو لایا گیا ہے جو "ہند سماچار"، جالندھر میں شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ کی طرف یہ بیان منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے کہا "پنجاب منسٹری کے خلاف چند ممبرز جو شرارتیں کر رہے ہیں ان کے ساتھ ایک منسٹر بھی شامل ہے اور وہ اپنی لیڈری کے لیے جوڑ توڑ کر رہا ہے۔"

"مولانا کو یہ بیان دیکھ کر افسوس ہوا۔ اگر ایک منسٹر کے خلاف کوئی الزام ہے تو وہ چیف منسٹر کے سامنے آنا چاہیے، یا سنٹرل پارلیمنٹری بورڈ کو اس پر توجہ دلانی چاہیے، لیکن آپ کو بہ حیثیت سکریٹری پراونشیل کمیٹی کے یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ ایک پبلک انٹرویو میں اس کا ذکر کریں۔ اگر اس طرح کا طریقہ اختیار کیا گیا تو نہ تو پارٹی کا

ڈسپلن قائم رہ سکے گا اور نہ کوئی کیبنٹ ذمہ داری کے ساتھ کام کر سکے گا"۔

"مولانا چاہتے ہیں کہ اگر "ہند سماچار" نے آپ کا بیان صحت کے ساتھ چھاپا ہے تو آپ ایک دوسرا بیان دے کر اس بات کو صاف کر دیجیے، نہیں تو صورتِ حال سے اطلاع دیجیے"۔

رام شرما:۱	[۷۸]	اندراج #۱۹۹

مائی ڈیر شری رام شرما!

آپ کی چٹھی مورخہ .... مجھے ملی جس کے ساتھ آپ نے "ہند سماچار" جالندھر کا ایک کٹنگ بھی بھیجا ہے۔ آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ کیبنٹ کے کسی منسٹر کے خلاف اس طرح کا بیان پبلک کے سامنے کرنا کسی طرح بھی درست نہیں تھا۔ اگر کسی منسٹر کے خلاف کوئی الزام ہے تو یہ چیف منسٹر کا کام ہے کہ اس بارے میں تحقیقات کرے یا سنٹرل پارلیمنٹری بورڈ کے سامنے وہ الزام آنا چاہیے۔ لیکن پراونشیل کانگرس کمیٹی کے سکریٹری کے لیے یہ جائز نہیں کہ کوئی پبلک بیان اس کے خلاف دے۔

میں اس سلسلے میں ضروری کارروائی کر رہا ہوں، آپ اس بارے میں کوئی کارروائی نہ کریں۔

[آزاد]

رام کرشن راؤ:۱	[۷۹]	اندراج #۱۹

مائی ڈیر رام کرشن راؤ!

ڈاکٹر ایمبید کرنے نے مجھے اورنگ آباد کالج کے بارے میں ایک چٹھی لکھی ہے جو میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اورنگ آباد جیسی چھوٹی جگہ میں دو کالجوں کا قائم ہو جانا ضرورت سے زیادہ ہوا اور قدرتی طور پر اسٹوڈنٹس بلا ضرورت دو

جگہوں میں بٹ گئے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایجوکیشن سوسائٹی کا کالج نقصان اٹھا رہا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ یہ سوسائٹی ہریجن کمیونٹی کی سوسائٹی ہے اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس کی مشکلات کو ہمدردی کے ساتھ دیکھیں۔ مجھے امید ہے، آپ معاملے پر غور کریں گے۔

[آزاد]

۲، ۴۔اپریل ۱۹۵۳ء

رام کرشن راؤ: ۲	[۸۰]	اندراج #۳۵

مائی ڈیر رام کرشن راؤ!

محمد عبدالحمید خاں سابق صدر المہام کوتوالی اور نواب فضل نواز جنگ حیدر آباد میں مجھ سے ملے تھے اور اب پھر انھوں نے اپنے معاملے پر توجہ دلائی ہے۔ یہ دونوں بھی بعض دوسرے منسٹروں کے ساتھ پولیس ایکشن کے بعد نظر بند کیے گئے تھے، لیکن بعد کو چھوڑ دیے گئے۔ ان کی رہائی پر پندرہ مہینے گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک ان کے "وظیفے" کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے اور وہ مالی مشکلوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے ایک ساتھی شری راج موہن لال تھے۔ رہائی کے تین ماہ بعد ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ لیکن ان دونوں صاحبوں کا معاملہ تاخیر میں ڈال دیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ سب ایک ہی بوٹ میں سوار تھے، ذمہ داری سب کی یکساں تھی۔

مجھے امید ہے کہ مہربانی کر کے آپ ان دونوں کے معاملے کا جلد تصفیہ کرا دیں گے۔

[آزاد]

۲۸۔اپریل ۱۹۵۳ء

رام کرشن راؤ: ۳	[۸۱]	اندراج #۳۶

مائی ڈیر رام کرشن راؤ!

آپ کو دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو کی گرانٹ کا معاملہ یاد ہو گا۔ ۲۱۔ جنوری ۵۲ء کو حیدرآباد گورنمنٹ نے مجھے اطلاع دی تھی کہ چھ ہزار روپیہ سالانہ کی گرانٹ ایک برس کے لیے منظور کر دی گئی ہے۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اپریل ۵۲ء کے بعد دار العلوم کو کوئی رقم نہیں پہنچی ہے۔ میں شکر گذار ہوں گا، اگر آپ تمام بقایا رقم کے بھیجنے کا انتظام کرا دیں گے۔ کیوں کہ انسٹی ٹیوشن کو سخت دشواریاں پیش آ گئی ہیں۔

[آزاد]

۲۸۔ اپریل ۱۹۵۳ء

رام کرشن راؤ: ۴	[۸۲]	اندراج #۵۰

مائی ڈیر رام کرشن راؤ!

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۰۔ مئی ۵۳ء اباؤٹ عثمانیہ یونی ورسٹی وصول ہوئی۔ میں پوری ہمدردی کے ساتھ یونی ورسٹی کی درخواست پر غور کروں گا۔ میں نے سکریٹری کو ہدایت کی ہے کہ یونی ورسٹی کی درخواست جو جنوری میں آئی تھی، میرے سامنے رکھیں

[آزاد]

مورخہ ۲۳۔ مئی ۱۹۵۳ء

رام کرشن راؤ: ۵	[۸۳]	اندراج #۹۰

مائی ڈیر رام کرشن راؤ!

مجھے معلوم نہیں مسٹر کرم اللہ کا کیس آپ کے سامنے آیا ہے یا نہیں؟ میں ان کے کاغذات آپ کو بھیجتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہمدردی کے ساتھ ان کے کیس پر

غور کریں گے ۔ سردست اور تو کچھ نہیں ہو سکتا، لیکن کم از کم یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ انھیں آئی ۔ اے ۔ ایس کی لسٹ نمبر ۳ سے نکال کر لسٹ اہیں داخل کر دیا جائے ۔ جو حالات میرے علم میں آئے ہیں، ان کی بنا پر میں انھیں ہر طرح اس کا حق دار سمجھتا ہوں

[آزاد]

رام کرشن راؤ: ٦	[۸۴]	اندراج #۹۹

مائی ڈیر رام کرشن راؤ!

آپ کو یاد ہو گا کہ حیدر آباد میں میں نے لیفٹننٹ کرنل ایس ۔ امیر الدین کے کیس پر توجہ دلائی تھی ۔ میرا خیال تھا کہ معاملہ طے ہو گیا ہے، لیکن مجھے یہ معلوم کر کے تعجب اور افسوس ہوا کہ ابھی تک ان کا معاملہ اسی جگہ پڑا ہے جہاں گزشتہ سال تھا اور باوجودیکہ سنٹرل اسٹیٹ گورنمنٹ بار بار اس معاملے پر توجہ دلا چکی ہے، لیکن اسٹیٹ گورنمنٹ کی جانب سے کوئی امید دلانے والا جواب نہیں ملتا۔

میں ایک نوٹ اس چٹھی کے ساتھ آپ کو بھیجتا ہوں جس سے اس کیس کا پورا حال آپ کے سامنے آجائے گا۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ امیر الدین کے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی ہے، اور ضروری ہے کہ اس ناانصافی کی تلافی کی جائے۔

امیر الدین کو جو مشکل پیش آئی ہے، اس کی پوری ذمہ داری اسٹیٹ گورنمنٹ پر ہے ۔ اس لیے اسٹیٹ گورنمنٹ کو اس کے لیے کوئی نہ کوئی ایسی جگہ نکالنی چاہیے جہاں اس کا فیوچر محفوظ ہو ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس سلسلے میں پوری توجہ دیں گے اور امیر الدین کو اس افسوس ناک مصیبت کی حالت میں نہیں چھوڑ دیں گے جس میں وہ بغیر اپنے کسی قصور کے مبتلا ہو گیا ہے۔

[آزاد]

راماپرشاد مکرجی:۱	[۸۵]	اندراج #۶۲

اکسپرس ٹیلی گرام

شری راماپرشاد مکرجی

جج ہائی کورٹ۔ کلکتہ

ڈاکٹر شیاما پرشاد کے انتقال کی خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ میرا دلی کنڈولنس قبول کیجیے اور ان کے تمام عزیزوں کو پہنچادیجیے (۱)۔

ابوالکلام آزاد

۲۳۔جون ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) شیاما پرشاد مکرجی کے انتقال کے بارے میں دیکھیے خط بنام پنڈت جواہر لال نہرو (خط نمبر: ۱۱) اور مولانا کا بیان تعزیت (متفرقات نمبر: ۲)

رامیشری نہرو:۱	[۸۶]	اندراج #۴۹

ڈیر رامیشری نہرو!

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۰۔ مئی مجھے وصول ہوئی۔آپ کی کمیٹی جو کام کر رہی ہے اس میں مجھے پوری دل چسپی ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ وہ کامیاب ہو۔ لیکن میں نہیں خیال کرتا کہ کیمپ کھولنے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے کھولنے کی رسم ادا کرے۔آپ کمیٹی کے چیئرمین ہیں، آپ ہی کو کھولنے کی رسم ادا کرنی چاہیے۔

میرا حال آپ کو معلوم ہے کہ میں ان کاموں کے سوا جن کا بوجھ میرے سر پڑ گیا ہے، اور باتوں کے لیے وقت نہیں نکال سکتا۔امید ہے کہ میرا عذر آپ قبول کر لیں گی۔

اگر آپ خیال کرتی ہیں کہ کسی دوسرے شخص کا یہ رسم ادا کرنا مناسب ہوگا تو

میری اڈوائزیہ ہوگی کہ شری اجیت پرشاد جین اس کے لیے ہر طرح موزوں ہوں گے یا شری تیاگی۔ دونوں اس موومنٹ میں خاص انٹرسٹ رکھتے ہیں۔

[آزاد]

۲۳۔ مئی ۱۹۵۳ء

رفیع الدین (۱) : ۱	[۸۷]	اندراج #۵

مائی ڈیر رفیع الدین!

بہت شکریہ دعوتی کارڈ کے لیے۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے لیے خوشی اور برکت کا ذریعہ ثابت ہو۔

آپ کے اس کارڈ نے پینتالیس برس پیشتر کے واقعات کی یاد میرے ذہن میں تازہ کر دی۔

امید ہے کہ آپ صحت و عافیت کے ساتھ ہوں گے۔

[آزاد]

۲۰۔ مارچ ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) بمبئی کے سابق وزیر تعلیم مولوی رفیع الدین کا ۹۔ مارچ ۱۹۵۴ء کو پونا کے ایک نرسنگ ہوم میں دوپہر کے وقت انتقال ہو گیا۔ (مولانا آزاد ۔۔۔ ایک سیاسی ڈائری)

روبابائی بیوہ غلام حسین : ۱	[۸۸]	اندراج #۹۶

---- ---- ----

اس شخص کو لکھیے کہ

آپ کی درخواست ری ہیبلی ٹیشن منسٹر کو بھیجی گئی ہے۔ آپ فوراً وہاں جائیے اور شری اجیت پرشاد جین سے ملیے۔ مولانا نے ان سے گفتگو کر لی ہے۔

پھر اس کے بعد یہ درخواست مسٹر اجیت پرشاد جین کو اس نوٹ کے ساتھ بھیج دیجیے کہ اس درخواست کے بارے میں آج مولانا نے آپ سے فون پر باتیں کی تھیں۔ درخواست جس آدمی کی ہے وہ بھی آپ کے یہاں حاضر ہوگا(۱)۔

حاشیہ:

(۱) مولانا کا یہ نوٹ رو بابائی بیوہ غلام حسین ابراہیم ماچس والا اور اس کی بہو اور بیٹے کے بارے میں ہے۔ دیکھیے خط بنام اجیت پرشاد نمبر: ۵۔

زکریا، ایم۔ای ۱:	[۸۹]	اندراج #۸۹

انھیں انگریزی میں جواب دے دیجیے کہ

گورنمنٹ آف انڈیا میں کوئی ایسا اسکالر شپ اب نہیں ہے جو ڈاکٹری کے لیے کسی امیدوار کو دیا جا سکے۔ جو اسکالر شپ آج کل دیے جاتے ہیں، ان کے لیے یہ شرط ہے کہ کوئی یونی ورسٹی اس کی سفارش کرے اور آدھا خرچ خود برداشت کرے۔ پس اگر یہ صاحب چاہتے ہیں تو بہار یونی ورسٹی کے پاس درخواست بھیجیں۔ وہ اگر سنٹرل گورنمنٹ کو لکھے گی اور ان کا آدھا خرچ اٹھائے گی تو گورنمنٹ اس پر غور کرے گی۔

M.E. ZAKIRIA, ESQ.

MOHALLA MULLACHAK

BHAGALPUR CITY

ستیہ پال ۱:	[۹۰]	اندراج #۲۵

مائی ڈیر ستیہ پال!

مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ کانگریس اسمبلی پارٹی پنجاب کے بعض ممبروں نے اب پھر وہی ڈھنگ اختیار کرنا شروع کر دیا ہے جس کے باعث پنجاب کانگریس پہلے تمام ملک میں بدنام ہو چکی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس بارے میں آپ سے

کچھ گفتگو کروں ۔ مہربانی کر کے ۲۲۔اپریل کو دہلی آئیے اور صبح ساڑھے نو بجے پارلیمنٹ آفس میں یا تین بجے سکریٹریٹ آفس میں مجھ سے ملیے ۔امید ہے یہ وقت آپ کے لیے مناسب ہوگا۔

[آزاد]

۱۵۔اپریل ۱۹۵۳ء

ستیہ پال : ۲	[۹۱]	اندراج #۳۹

مائی ڈیر ستیہ پال!

آپ کی چٹھی مورخہ .... اباوٹ انویٹیشن آف پیس کمیٹی وصول ہوئی ۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ معذرت کر دیں اور اس میں شریک نہ ہوں ۔

[آزاد]

یکم مئی ۱۹۵۳ء

ستیہ پال : ۳	[۹۲]	اندراج #۴۰

مائی ڈیر ستیہ پال!

آپ کی چٹھی مورخہ .... مجھے ابھی ملی ۔ ۲۳۔اپریل کو میں نے جو اسٹیٹ منٹ پنجاب افیئرز کے بارے میں پریس کو دیا، اس کا تعلق ان چار ممبران پنجاب اسمبلی سے ہے جنھیں میں نے دلی بلایا تھا۔اس کا کوئی تعلق آپ سے نہیں ہے۔ بلاشبہ میں نے آپ کو بھی زحمت دی تھی کہ آکر مل لیجیے، لیکن وہ ملاقات صرف اس لیے تھی کہ پنجاب افیئرز کے بارے میں آپ سے میں مشورہ کروں ۔ ۲۲۔ کو تین بجے جب میں نے پنجاب اسمبلی کے چار ممبروں سے شری بھیم سین سچر اور سردار پرتاپ سنگھ کی موجودگی میں گفتگو کی تو اس وقت آپ کانفرنس میں موجود ہی نہ تھے، کیوں کہ آپ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

[آزاد]

یکم مئی ۱۹۵۳ء

ستیہ پال: ۴	[۹۳]	اندراج #۴۳

مائی ڈیر ستیہ پال!

ابھی چار دن گزرے ہیں کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمام کانگریس کے ممبروں کو ہدایت کی جائے کہ وہ پیس کانفرنس میں حصہ نہ لیں، اور آپ اصرار کر رہے ہیں کہ آپ کو اس میں شریک ہونا چاہیے! آپ خود غور کیجیے کہ اگر آپ اس میں شریک ہوئے تو آپ کا طرزِ عمل کس درجہ قابل اعتراض سمجھا جائے گا؟

پھر آپ کو کانگریس پارٹی نے اسمبلی کا اسپیکر چنا ہے۔ آپ کا پیس کانفرنس میں جانا تو اور زیادہ قابل اعتراض تصور کیا جائے گا۔

[آزاد]

۲۱۔ مئی ۱۹۵۳ء

ستیہ پال: ۵	[۹۴]	اندراج #۱۲۴

مائی ڈیر ستیہ پال!

شری بھیم سین سچر آج آئے تھے ان سے میں نے گفتگو کی۔ انھوں نے کہا کہ یہ بات کہ جلد سے جلد چنڈی گڑھ میں جانا چاہیے اور اگر اس میں کچھ تکلیف بھی اٹھانی ہو تو اٹھا لینی چاہیے۔ مارچ ہی میں طے ہو گئی تھی اور اسپیکر کو بھی اسی سے اتفاق تھا۔ اسی بات کو سامنے رکھ کر گورنمنٹ نے ضروری کارروائی کی۔ البتہ انھوں نے تسلیم کیا کہ تاریخ فیکس کرنے کے معاملے میں آپ سے مشورہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ مناسب تھا، مشورہ کر لیا جاتا۔ اس پر انھیں افسوس ہے، اور انھوں نے اپنا یہ افسوس آپ پر ظاہر کر دیا۔

چنڈی گڑھ میں جو انتظام کیا گیا ہے اس کی تفصیلات میں نے معلوم کیں۔ میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ اب اس معاملے کو اور آگے نہ بڑھایا جائے اور بالکل ختم کر دیا جائے۔ آپ نے جو چٹھی اسمبلی کے ممبروں کو بھیجی ہے اس کا بھیجنا مناسب نہیں تھا۔ اب آپ کو چنڈی گڑھ جانے کے معاملے میں پوری خوش دلی کے ساتھ کوآپریشن کرنا چاہیے۔

[آزاد]

سچر، بھیم سین: ۱	[۹۵]	اندراج #۲۶

مائی ڈیر بھیم سین سچر!

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے بعض ممبروں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ پنجاب میں اپر ہاوس کو قائم رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے؟ وہ چاہتے ہیں کہ اس بارے میں اسمبلی ایک رزولیوشن منظور کر کے اپنی رائے کا اظہار کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسمبلی کے ممبروں کو پورا حق ہے کہ وہ اس سوال پر اپنی رائے کا اظہار کریں، لیکن ہمیں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس طرح کے سوالوں پر غور کرنے کے لیے کون سا وقت مناسب ہے اور کون سا مناسب نہیں ہے۔ اپر ہاوس صرف پنجاب ہی میں نہیں ہے دوسرے اسٹیٹوں میں بھی ہے اور وہاں بھی اس سوال پر غور کیا جا سکتا ہے۔ کوئی خاص وجہ اس بات کی نظر نہیں آتی کہ ایک ایسے اہم معاملے پر جلد بازی کر کے آپ کوئی فیصلہ کریں۔ معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میرا مشورہ اس بارے میں یہ ہے کہ سر دست یہ سوال نہ اٹھایا جائے ہمیں ابھی کچھ دن اور اس سسٹم کا تجربہ کرنا چاہیے، جو ہمارے کانسٹی ٹیوشن نے تجویز کیا ہے، یعنی دو ہاوسوں کے ہونے کا۔ آئندہ جب مناسب وقت آئے گا تو آپ کی اسمبلی اس بارے میں جو فیصلہ مناسب سمجھے گی، کر دے گی۔

مجھے یقین ہے کہ کانگریس پارٹی کے تمام ممبر میرے اس مشورے سے اتفاق کریں گے۔

[آزاد]

۱۵-اپریل ۱۹۵۳ء

سچر بھیم سین: ۲	[۹۶]	اندراج #۱۸۶

مائی ڈیر سچر!

سردار مہندر سنگھ بیدی پنجاب سروس کے آدمی ہیں، جن کی سروس دہلی اسٹیٹ میں ٹرانسفر ہوئی تھی۔ اب گورنمنٹ آف انڈیا کی فوڈ منسٹری کو ان کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ایسا انتظام کر دیں گے کہ سردست انھیں پنجاب واپس نہ بلایا جائے۔

[آزاد]

سچر، بھیم سین: ۳	[۹۷]	اندراج #۶۰

مائی ڈیر سچر!

کنور (مہندر سنگھ) بیدی کے بارے میں آپ کا وائرلس پیغام ملا تھا اور میں نے یہ جواب دے دیا تھا کہ اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا تو پھر میں اس پر زور نہیں دیتا، لیکن اس کے بعد میں نے ایگری کلچرل منسٹری سے مزید حالات دریافت کیے تو مجھے معلوم ہوا کہ بیدی کا معاملہ ان لوگوں سے مختلف ہے جو دلی اسٹیٹ گورنمنٹ میں پنجاب سے لیے جاتے ہیں اور اس لیے ان کے معاملے کو دوسرے پوائنٹ آف ویو سے دیکھنا چاہیے۔

کنور بیدی دلی میں سنٹرل گورنمنٹ کے مطالبہ پر آئے تھے۔ بلاشبہ انھیں دلی آئے ہوئے تین برس سے زیادہ مدت گزر چکی ہے۔ لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں

ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ میں باہر کے کئی آفیسرز چار چار پانچ پانچ برس سے کام کر رہے ہیں۔اب دلی گورنمنٹ انھیں نہیں لینا چاہتی، سنٹرل ایگری کلچرل منسٹری لینا چاہتی ہے۔اس نے یہ بات صاف کر دی ہے کہ اگر کسی وجہ سے گورنمنٹ آف پنجاب کنور بیدی کو نہیں دے سکتی تو وہ پھر ان کی جگہ پنجاب کے کسی دوسرے آفیسر کو لینے کے لیے تیار نہیں۔انھوں نے یو۔پی کا ایک آفیسر اپنے سامنے رکھا ہے، وہ اسے لیں گے۔

ان حالات میں میں سمجھتا ہوں یہ مناسب ہو گا کہ کنور بیدی کو آپ اجازت دے دیں۔ایگری کلچرل منسٹری کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کاشت کاری کی زندگی سے واقف ہو اور ان کے مسائل میں ذاتی طور پر انٹرسٹ لے سکے۔اس کام کے لیے کنور بیدی ہر طرح موزوں ہوں گے اور سنٹرل گورنمنٹ کو اپنے اس ضروری کام میں ان سے مدد ملے گی"۔

ابوالکلام آزاد

۹۔جون ۱۹۵۳ء

یہ چٹھی شملہ کے اڈرس پر جائے گی۔

سچر، بھیم سین: ۴	[۹۸]	اندراج #۱۲۷

مائی ڈیر بھیم سین سچر!

پچھلے برس میں نے آپ کو پنجاب کی مسجدوں کی حالت پر توجہ دلائی تھی کہ وہ ابھی تک خالی نہیں ہوئی ہیں اور ان کی وجہ سے ہمارے خلاف تمام باہر کے ملکوں میں پروپیگنڈا ہو رہا ہے۔مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سال بھر گزر جانے کے بعد بھی ابھی تک کوئی کوشش نہیں کی گئی۔اب چند دنوں کے بعد پاکستان سے ہماری بات چیت ہونے والی ہے اور یقیناً یہ معاملہ بھی ہمارے خلاف پیش کیا جائے گا۔

انبالہ شہر کی مسجدوں کا جو حال معلوم ہوا ہے وہ نہایت افسوس ناک ہے۔

مہربانی کرکے مجھے بتلایئے کہ پنجاب کی مسجدوں کے بارے میں کوئی موثر کارروائی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کی جا سکتی ہے تو اس کی صورت کیا ہے، تا کہ ہم پاکستان سے گفتگو کرتے ہوئے اس پوزیشن میں ہوں کہ کچھ کہہ سکیں۔

سچر، بھیم سین: ۵	[۹۹]	اندراج #۷۹

مائی ڈیر بھیم سین سچر!

مجھے آپ سے بعض معاملات کی نسبت باتیں کرنی تھیں۔ ان معاملوں میں مسجد کا معاملہ نہیں ہے، دوسری باتیں ہیں۔ اگر ممکن ہو تو کسی دن دہلی آکر مجھ سے مل لیجیے۔

آپ دلی آئے تھے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ آپ مجھ سے ملے بغیر نہیں جائیں گے، لیکن آپ نہیں مل سکے۔ آپ مطمئن رہیں میں لدھیانہ کی مسجدوں کے بارے میں باتیں نہیں کروں گا(۱)۔

[آزاد]

۲۵۔ نومبر ۱۹۵۴ء

حاشیہ:

(۱) اس خط کے انگریزی متن سے جو ترجمہ سعید نقوی نے سیاست حیدر آباد دکن میں مورخہ ۲۔ فروری ۱۹۹۲ء میں شائع کرایا ہے، اس پر مندرجہ ذیل تمہیدی عبارت کے ساتھ آخری جملوں کا ترجمہ بھی مولانا کی اصل تحریر سے مختلف ہے:

"..... مولانا آزاد کی جانب سے کئی خطوط ارسال ہونے کے باوجود مسٹر بھیم سین سچر نے اپنے دورہ، دہلی کے دوران جب مولانا سے ملاقات نہ کی تو مولانا آزاد نے پھر ایک خط انھیں لکھا۔ اس خط میں طنز کی چبھن کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔"

"اب جب آؤ تو مجھ سے ضرور ملنا۔ یقین کر لو کہ میں اس ملاقات میں لدھیانہ کی مساجد کی اندوہناک حالت کا تذکرہ نہیں کروں گا۔"

سچر، بھیم سین: ٦	[١٠٠]	اندراج #١٣٥

مائی ڈیر سچر!

کچھ عرصہ ہوا، بہار گو کالج شملہ کے بارے میں آپ سے گفتگو ہوئی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ اسے ایک برس کے لیے گرانٹ دے دی گئی ہے۔ لیکن آئندہ دینے کا ارادہ نہیں ہے۔ کیوں کہ سناتن دھرم کالج کے ہوتے ہوئے اس کالج کی ضرورت نہیں ہے۔

اب گورنمنٹ کے آفس بہت جلد نئے کیپٹل میں کھلنے والے ہیں۔ اس لیے بہار گو کالج کی ضرورت کسی طرح بھی باقی نہیں رہے گی۔ امید ہے کہ آپ اس معاملے پر اپنی توجہ رکھیں گے۔

[آزاد]

سچر، بھیم سین: ٧	[١٠١]	اندراج #١٥٨

مائی ڈیر بھیم سین سچر!

گورنمنٹ پنجاب کے اس فیصلے کے بارے میں اسمبلی کا نیکسٹ سیشن چندی گڑھ میں ہو، پریس میں طرح طرح کی باتیں آرہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت تک نہ تو وہاں اسمبلی کے لیے کوئی بلڈنگ بنی ہے اور نہ اسپیکر کے لیے۔ ارادہ کیا گیا ہے کہ انجینئرنگ کالج کی بلڈنگ میں ٹمپریری طور پر اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے اور وہیں ممبروں کو ٹھہرایا جائے۔ لیکن کالج کی یہ بلڈنگ بھی پھر خالی کرنی پڑے گی اور کوئی اور جگہ ڈھونڈنی پڑے گی۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اصلی حالات کیا ہیں؟ اگر واقعی حالت ایسی ہی ہے جیسی کہ بیان کی گئی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کیوں اسمبلی کو چندی گڑھ لے جانے کا فیصلہ کیا گیا؟ اسمبلی بہ دستور شملہ میں ہوتی، اور جب چندی گڑھ میں ضروری بلڈنگس تیار ہو جاتیں تب اسمبلی کو وہاں ٹرانسفر کیا جاتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ چار برس سے چندی گڑھ میں کام ہو رہا

ہے۔ کیوں ایسی ضروری عمارتوں کا، جیسی کہ اسمبلی ہال اور اسپیکر کا مکان ہے، خیال نہیں کیا گیا اور ان کی تعمیر شروع نہیں کی گئی؟

معلوم نہیں آپ نے اس بارے میں اسپیکر سے بھی مشورہ کیا ہے یا نہیں؟ جہاں تک اسمبلی کا تعلق ہے وہ اس کا ہیڈ اسپیکر ہے اور ضروری ہے کہ اس بارے میں اس سے مشورہ کیا جائے۔ ہم دہلی میں پارلیمنٹ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے جب تک اسپیکر اور چیئرمین سے مشورہ نہ کرلیں۔

مہربانی کر کے صورتِ حال سے مجھے اطلاع دیجیے، کیوں کہ میرے پاس کئی چٹھیاں اس بارے میں آچکی ہیں۔

[آزاد]

سروپ(۱): ۱	[۱۰۲]	اندراج #۲۱۱

مائی ڈیر سروپ!

تھینکس فور یور انویٹیشن۔ آپ جانتی ہیں کہ میں رات کے فنکشن میں شرکت سے ہمیشہ معذور رہا کرتا ہوں۔ پنڈت نہرو بھی اس سے واقف ہیں اور ہمیشہ میرا عذر قبول کر لیا کرتے ہیں۔ اس لیے میں اس موقعہ پر اپنی اسپرٹ میں تو موجود رہوں گا، لیکن جسم کے ساتھ شریک نہیں ہو سکوں گا۔

رسم ہے کہ دوست اور عزیز ایسے موقعہ پر خالی ہاتھ شریک نہیں ہوا کرتے۔ ایک چک بھیجتا ہوں، کوئی تحفہ ریتا کو دے دینا۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) سروپ، وجے لکشمی پنڈت کا بچپن کا نام۔ خاندان کے لوگ انھیں اسی نام سے پکارتے تھے۔ ان کی بیٹی ریتا کی شادی کا موقع تھا۔

سنجیوا ریڈی:۱	[۱۰۳]	اندراج #۹۱

فروم فارن نیو دلی ٹو چیف منسٹر مدراس

تھینکس فور یور ٹیلی گرام۔آندھرا میں بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ وائیلنس ڈسٹربنس کر کے ہم نے آندھرا اسٹیٹ کا فیصلہ کرایا ہے اور اب ایک دوسرا قدم اٹھا کر بلاری کا فیصلہ الٹا دیں گے۔اسٹاپ۔ہمیں مضبوط ایکشن لے کر بتلا دینا چاہیے کہ اس طرح کے فسادات کسی حال میں بھی ٹالریٹ نہیں کیے جائیں گے۔ اسٹاپ۔۱۴۔جون کے فساد کے جو لیڈر تھے ان سب کو گرفتار کرنا چاہیے۔مجھے آپ کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے کہ وقت ٹف ہونے کا ہے، سافٹ ہونے کا نہیں۔

آزاد

سنجیوا ریڈی:۲	[۱۰۴]	اندراج #۱۷۳

ٹیلی گرام

چیف منسٹر مدراس!

بلاری سے ٹیلی گرامز ملے ہیں کہ آندھرا کراوڈ نے کناڈا پیلس کی دکانوں، اسکولوں اور ہوٹل پر حملہ کر دیا۔دکانیں لوٹ لیں اور بلڈنگس کو نقصان پہنچایا۔ پولیس اور آفیشیلز فیلنگ آن ڈیوٹی (اسٹاپ) اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ ضروری ایکشن لے رہے ہوں گے۔

[آزاد]

سنجیوا ریڈی:۳	[۱۰۵]	اندراج #۱۷۹

اکسپریس ٹیلی گرام

شری ان۔ سنجیوا ریڈی (مدراس)!

بلاری میں جو کچھ ہو رہا ہے، نہایت افسوس ناک ہے۔میں یقین کرتا ہوں کہ

آپ اور آپ کے ساتھی اسے پبلکلی کنڈمنڈ کریں گے (اسٹاپ) جب ایک کمیشن مقرر ہو چکا اور اس کی سفارش گورنمنٹ نے منظور کرلی، تو پھر اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا نہایت درجہ افسوس ناک ہے۔ مجھے یقین ہے آپ اس بارے میں ضروری ایکشن لیں گے۔

آزاد

No. 2 Lin Periera Street

Sahthone, Madras 4

سورن سنگھ: ۱	[۱۰۶]	اندراج #۴۴

مائی ڈیر سورن سنگھ!

آپ کو معلوم ہے کہ ۱۹۵۰ء میں ہم نے ایک انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشنز قائم کی تھی جو اگرچہ ایک نان آفیشل ایجنسی کی حیثیت سے کام کرتی ہے، لیکن اس کا تمام خرچ گورنمنٹ کے گرانٹ سے چلایا جارہا ہے۔ اس کونسل کے قیام سے انٹرنیشنل فیلڈ میں گورنمنٹ کے مقاصد کو بہت بڑی مدد ملی ہے۔

اس کونسل کا آفس نظام پیلس کے ایک حصے میں ہے جس کے کرایے میں ہمیں ایک بڑی رقم دینی پڑتی ہے، اور پھر بھی کافی گنجایش نہ ہونے کی وجہ سے ضروری کام رکے پڑے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جلد سے جلد کونسل اپنی الگ بلڈنگ بنا لے۔

اس بلڈنگ کے لیے مناسب موقعہ پر ہمیں دو ایکڑ زمین ملنی چاہیے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ جس جگہ آرٹ اگزیبیشن بلڈنگ کے لیے زمین دی گئ ہے، وہاں خالی زمین موجود ہے اور انڈین کونسل کے لیے مل سکتی ہے۔ بہر حال اسے میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ کون سا موقعہ مناسب ہوگا۔

[آزاد]

۲۱- مئی ۱۹۵۳ء

سورن سنگھ: ۲	[۱۰۷]	اندراج #۴۵

مائی ڈیر سورن سنگھ!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... میں ضرور کوئی وقت نکال کر گاندھی سمادھی ماڈل کو دیکھوں گا اور آپ کو اپنا امپریشن لکھوں گا۔

[آزاد]

۲۱- مئی ۱۹۵۳ء

سورن سنگھ: ۳	[۱۰۸]	اندراج #۱۲۹

مائی ڈیر سورن سنگھ!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... اباؤٹ ایئر کنڈیشن مشین۔ مشین کی قیمت اگر ساڑھے پانچ ہزار روپیہ ہے، جب بھی دو سو دس روپیہ ماہوار کرایہ کیوں ہو؟ یعنی کیا دو برس کے اندر آپ کی منسٹری مشین کی قیمت وصول کرنا چاہتی ہے؟ مجھے نہیں معلوم اس بارے میں کیا پرنسپل ٹھہرایا گیا ہے۔

بہر حال کرایہ زیادہ سے زیادہ سو روپیہ ہو سکتا ہے۔

[آزاد]

سورن سنگھ: ۴	[۱۰۹]	اندراج #۱۳۴

مائی ڈیر سورن سنگھ!

کچھ عرصہ ہوا میں نے آپ کو لکھا تھا کہ انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشنز کو اپنے سنٹرل آفس لائبریری اور میٹنگ ہال کے لیے دو ایکڑ زمین کے ٹکڑے کی ضرورت ہے، اس کے لیے کوئی مناسب جگہ ملنی چاہیے۔ میں اب پھر آپ کو یاد دلاتا ہوں۔ مہربانی کر

کے اس معاملے کو انجام دیجیے، تاکہ تعمیر کا کام شروع کیا جاسکے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جیل اور ہارڈنگ برتج کے درمیانی حصے میں زمین کے پلاٹ ہیں جو فروخت کیے جائیں گے۔ یہ جگہ کونسل کے لیے مناسب ہوگی۔ یا اگر کوئی اور پلاٹ مناسب مقام پر ہو تو اسے تجویز کیا جائے۔

بہر حال میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے کا جلد فیصلہ ہو جائے کیوں کہ کافی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کونسل کا کام آگے بڑھایا نہیں جاسکتا اور ایک بڑی رقم کرایہ میں دی جارہی ہے۔

[آزاد]

سورن سنگھ: ۵	[۱۱۰]	اندراج #۱۸۳

مائی ڈیر سورن سنگھ!

آپ کو معلوم ہے میں چاہتا تھا میرے مکان کے ایک سٹنگ روم میں ایئر کنڈیشن مشین اسی پاور کی لگ جائے جتنے پاور کی بیڈروم میں لگی ہوئی ہے۔ آپ کی منسٹری نے مجبوری ظاہر کی کہ اس طرح کی بڑی مشین اس وقت نہیں لگائی جاسکتی، مگر اس کے لیے آمادگی ظاہر کی کہ ایک چھوٹی مشین لگادی جاسکتی ہے، جس سے کمرہ کے اندر کچھ نہ کچھ ٹھنڈک پیدا ہو جائے گی۔ میں نے اسے منظور کر لیا۔ چناں چہ وہ مشین لگادی گئی اور ایک فالس سیلنگ بھی لگادی ہے۔

اب آپ کی منسٹری سے لکھا گیا ہے کہ مشین کا کرایہ دو سو نو روپیہ اس مشین کا ماہوار کرایہ قرار دیا جائے۔ میرے بیڈروم میں بڑی مشین لگی ہوئی ہے، اس کے لیے ایک سو چالیس روپیہ کرایہ لیا جاتا ہے۔ اس چھوٹی مشین کے لیے یقیناً اس سے آدھی رقم کرائے کی ہونی چاہیے۔

مہربانی کر کے اس معاملے پر غور کیجیے۔

[آزاد]

سہا، ڈاکٹر میگھ ناد: ۱	[۱۱۱]	اندراج #۱۶۷

مائی ڈیر ڈاکٹر سہا!

آپ کی چٹھی مورخہ .... اباؤٹ دی انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیر فزکس مجھے وصول ہوئی۔ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ یہ معاملہ دو برس سے لٹکا پڑا ہے اور اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ جب آپ پارلیمنٹ سیشن کے زمانے میں دلی میں تھے، اگر آپ نے مجھ سے ذکر کیا ہوتا تو میں ڈاکٹر بھابھا اور بھٹناگر سے اس بارے میں صورتِ حال دریافت کرتا اور کوشش کرتا کہ فوراً فیصلہ ہو جائے۔ بہر حال آپ ۱۴۔جون کو دلی آرہے ہیں تو ضرور مجھ سے ملیے۔اس بارے میں زبانی گفتگو ہو گی۔

[آزاد]

سہگل و دیگر حضرات: ۱	[۱۱۲]	اندراج #۲۰۲

شری ساہگل

عبدالغنی ڈار   ممبرانِ پنجاب اسمبلی، شملہ (پنجاب مشرقی)

شریمتی شنو دیوی

سردار بوٹا سنگھ

ان میں سے ہر شخص کو اس مضمون کا خط لکھیے کہ

"آپ نے کانگریس پارٹی کے ممبر ہونے کے باوجود جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے، اس پر مولانا کو افسوس ہوا ہے۔ بہر حال وہ نہیں چاہتے کہ آپ سے گفتگو کیے بغیر کوئی رائے قائم کریں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ۲۲۔اپریل کو مہربانی کر کے دلی آئیں اور مولانا سے مل لیں"۔

[آزاد]

سکریٹری ایجوکیشن: ۱	[۱۱۳]	اندراج #۲۳

یہ دفتری ہدایات ہیں جو مختلف معاملات میں کارروائی کے لیے مولانا نے اپنے کسی سیکریٹری کے لیے تحریر فرمائیں۔ انھیں سیکریٹری ایجوکیشن ہی کے نام درج کر دیا گیا ہے۔

ہاؤسنگ منسٹری نے اب لکھا ہے کہ میرے مکان کا ایک اور کمرہ ایئر کنڈیشنڈ کیا جاسکتا ہے لیکن آرڈر دینے کے تین ماہ بعد مشین لگ سکے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب گرمی کا اصلی موسم ختم ہو جائے گا تب وہ کمرہ بیٹھنے کے قابل ہو گا!

آپ انھیں لکھیے کہ مولانا کو افسوس ہے کہ ایسا طریقہ آپ نے اختیار کیا۔ ایک برس سے یہ معاملہ آپ کو معلوم ہے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ گرمی سے پہلے انتظام کر دیا جائے گا۔ اگر آپ جنوری میں ہمیں لکھتے تو تین ماہ کی مہلت آپ کو مل جاتی اور اپریل میں مشین لگ جاتی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ کی اور اب اپریل میں آپ لکھتے ہیں کہ تین ماہ کی مہلت چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کام کے لیے تیار نہیں ہیں مولانا اب اس بارے میں کچھ نہیں لکھیں گے۔

[آزاد]

۱۴-اپریل ۱۹۵۳ء

سکریٹری ایجوکیشن: ۲	[۱۱۴]	اندراج #۶۷

میں نے مولوی مسعود علی سے اس بارے میں گفتگو کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ وہ گورنمنٹ سے کوئی ریکرینگ گرانٹ نہیں چاہتے۔ انھیں یقین ہے کہ اگر ان کی موجودہ مشکلات دور ہو جائیں تو وہ آیندہ کے لیے اپنے کاموں کو اس طرح چلا سکیں گے کہ اکیڈیمی کی کتابوں کی فروخت سے اس کا ضروری خرچ نکلتا رہے گا۔ موجودہ مشکلات

کے لیے انھوں نے ساٹھ ہزار کی لمپ سم رقم یکمشت طلب کی، اور یہی رقم انھوں نے اپنی درخواست میں بھی لکھی تھی۔ معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ کم سے کم رقم ہے جو انھوں نے طلب کی ہے، ہمیں اس کی منظوری دے دینی چاہیے۔

اکیڈمی کے پاس بڑی تعداد میں نئی کتابیں تیار موجود ہیں مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے انھیں چھپوا نہیں سکتی۔ مولوی مسعود علی نے کہا تھا کہ اگر یہ رقم مل گئی تو ہم ان کتابوں کو فوراً چھپنے کے لیے دے دیں گے اور پھر ان کی فروخت سے نیا سرمایہ فراہم کیا جاسکے گا۔

بہر حال ساٹھ ہزار روپیہ کی لمپ سم گرانٹ میں نے منظور کر لی ہے اور یہ اکیڈمی کے حوالے کر دینی چاہیے۔ ساٹھ ہزار روپیہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے جسے ہم ایک مرتبہ دے دینے میں تامل کریں۔ دس ہزار روپیہ دینا بالکل بے معنی بات ہو گی

سکریٹری صاحب! مہربانی کر کے اس بارے میں ضروری کارروائی کریں، مزید تاخیر نہ ہو۔

[آزاد]

۹۔ نومبر ۱۹۵۳ء

سکریٹری ایجوکیشن: ۳	[۱۱۵]	اندراج # ۸۲

اشفاق حسین صاحب کو یہ چیک پندرہ ہزار روپیہ کا بھیج دیجیے کہ یہ مسٹر گھنشام داس برلا نے اپنے ایک ٹرسٹ فنڈ سے غالب میموریل فنڈ میں دیا ہے۔ اسے بنک میں جمع کر دیں اور اس کی رسید شکریہ کے ساتھ بھیج دیں۔

[آزاد]

۸-دسمبر ۱۹۵۴ء

سکریٹری ایجوکیشن: ۲	[۱۱۶]	اندراج #۸۸

منسٹری آف ایجوکیشن

قاضی عبدالغفار سکریٹری انجمن ترقی اردو، اردو کے ایک مشہور آتھر ہیں۔ ان کی ساری زندگی لٹریچر کی خدمت میں بسر ہوئی۔ ادھر تین برس سے وہ سخت بیمار ہوگئے ہیں۔ پچھلے سال بمبئی میں انھوں نے ایک نازک آپریشن کرایا تھا، لیکن اب پھر ڈاکٹروں کی یہ رائے ہوئی ہے کہ دوبارہ آپریشن کرایا جائے اور آپریشن سے پہلے دو ہزار یونٹ خون ان کے جسم میں پہنچایا جائے۔

بیماری کی وجہ سے وہ کئی ہزار روپے کے قرض دار ہوگئے ہیں اور اب ان کی بیوی سے معلوم ہوا کہ نئے آپریشن کے کرانے کے مصارف کے لیے ان کے پاس نہ کوئی رقم ہے اور نہ کوئی ایسا ذریعہ رہا ہے جس کی بنا پر قرض لے سکیں۔ میں سمجھتا ہوں ان کی مدد کرنی چاہیے۔

انھیں علاج کے سلسلے میں ڈھائی ہزار روپیہ کی ایک رقم دے دی جائے۔

[آزاد]

۲-مئی ۱۹۵۵ء

سکریٹری ایجوکیشن: ۵	[۱۱۷]	اندراج #۹۳

انھیں انگریزی میں لکھیے کہ

"مولانا کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ دلی میں اسکول کھولنا چاہتے ہیں۔ مہربانی کر کے اس بارے میں دلی کے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن سے مشورہ کیجیے کہ کس جگہ کھولنا مناسب ہوگا؟ اس بارے میں ضروری باتیں آپ کو انہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

بہار گو کالج کو صرف دو برس کے لیے مدد دی گئی تھی۔ اب گورنمنٹ چندی گڑھ جارہی ہے، اس لیے کالج کو اور کوئی گرانٹ نہیں دی جائے گی۔

سکریٹری ایجوکیشن: ٦	[۱۱۸]	اندراج #۱۸۹

انھیں لکھیے کہ

"مولانا نے آپ کی چٹھی دیکھی، ان دونوں شخصوں کو مدد دی جاسکتی ہے اگر آپ ان سے ایک درخواست منگوالیں۔

دوسرا معاملہ جو شیو پوجن سہائے کا ہے۔ اس کی درخواست میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ کس طرح کی مدد چاہتے ہیں؛ کوئی منتھلی رقم یا یک مشت؟

سکریٹری ایجوکیشن: ۷	[۱۱۹]	اندراج #۱۹۰

انھیں لکھیے کہ

"آپ کے معاملے کا تعلق ریلوے سے ہے۔ آپ ریلوے منسٹری کو اپنی درخواست بھیجیے اور اس کی ایک کاپی یہاں بھی بھیج دیجیے۔ تب ریلوے منسٹری کو لکھا جاسکے گا کہ اس معاملے پر غور کریں۔

سیکریٹری ایجوکیشن: ۸	[۱۲۰]	اندراج #۲۰۸

انھیں لکھیے کہ

مولانا نے آپ کے انسٹی ٹیوشن میں جو انٹرسٹ لیا ہے وہ برابر قائم رہے گا۔ ان کی دلی خواہش ہے کہ یہ انسٹی ٹیوشن ترقی کرے۔

انھیں یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ آپ کے انسٹی ٹیوشن کی نگرانی میں ساؤتھ انڈیا کا پہلا گلیڈر تیار ہوا ہے۔ لیکن وہ معذرت کرتے ہیں کہ اس موقعہ پر وہ مدراس نہیں آسکیں گے۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ جن ریسرچ انسٹی ٹیوشنوں کا تعلق خود ان کی

منسٹری سے ہے وہ ان کے کھولنے کے لیے بھی سفر نہیں کر سکے۔

سیکریٹری ایجوکیشن: ۹	[۱۲۱]	اندراج # ۹۲

....

یہ ایک نیشلسٹ اخبار ہے اور ملک کی آزادی کی جدوجہد میں اس نے ہمیشہ گانگریس کا ساتھ دیا ہے۔ کم سے کم جو بات اس کے لیے کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے گورنمنٹ آف انڈیا کی تمام منسٹریوں اور ڈیپارٹمنٹوں کے اشتہارا چھاپنے کے لیے دیے جائیں۔ اردو کے اخباروں میں یہ ایک پرانا اور باعزت اخبار ہے۔

اشہار کا معاملہ کس سے تعلق رکھتا ہے؟ کیا انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ سے؟ کرپلانی صاحب دریافت کریں اور میری طرف سے توجہ دلائیں۔

سیکریٹری ایجوکیشن: ۱۰	[۱۲۲]	اندراج # ۱۰۲

....

یہ معاملہ جب میرے سامنے آیا تھا تو میں نے خیال کیا تھا کہ فارن افیئرز منسٹری کو اس میں دل چسپی ہے اور اسی کی تحریک سے یہ بات طے پائی ہے۔ لیکن اب پرائم منسٹر کمنٹ پڑھ کر مجھے معلوم ہوا کہ میرا خیال صحیح نہ تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسی حالت میں مسٹر رام چندر یا کسی شخص کو بھی وہاں بھیجا جائے؟

فارن افیئرز میں میرا یہ نوٹ بھیج دیا جائے۔ فارن افیئرز منسٹری کی کیا رائے ہے؟ وہ وہاں لیکچرز دینے کے لیے کسی آدمی کو بھیجنا ضروری سمجھتی ہے یا نہیں؟ ایجوکیشن منسٹری کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ فارن افیئرز کو فیصلہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ ضرورت محسوس کرتی ہے تو مسٹر رام چندر جائیں گے، نہیں تو نہیں جائیں گے۔

سکریٹری جے این ایم ٹی: ۱ [۱۲۳] اندراج #۸

انھیں لکھیے کہ مولانا کے لیے مشکل ہے کہ وہ کوئی رائے قائم کریں۔ جب تک کوئی موقعہ غور کرنے کا نہیں نکلتا۔ بہتر ہے کہ معاملہ چیرَمین کو ریفر کیا جائے۔ وہ ضرورت سمجھیں گے تو مولانا سے مشورہ کرلیں گے۔

۲۴۔ مارچ ۱۹۵۳ء

Secretary
Jallianwala National
Memorial Trust,
Amritsar.

سکریٹری دیال سنگھ: ۱ [۱۲۴] اندراج #۱۴۹

آنریری سکریٹری دیال سنگھ کالج ٹرسٹ سوسائٹی کرنال کو انگریزی میں لکھیے کہ "آپ کی ایک اردو میں لکھی ہوئی درخواست منسٹری کو ملی۔ آپ کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا سردست تمام کام انگریزی میں ہوتا ہے۔ آپ نے یہ اردو میں بھیج دی۔ اب اسے مولانا کسی آفیسر کے پاس یا ری ہیبلی ٹیشن منسٹری میں بھیجیں تو پہلے اس کا انگلش ٹرانسلیشن کرائیں پھر بھیجیں۔ اگر انگلش میں ہوتی تو آسانی ہوتی۔ تعجب ہے کہ انگریزی جانتے ہوئے آپ کو اردو میں بھیجنے کا خیال کیوں ہوا؟

کیا مہربانی کرکے آپ وہی درخواست انگلش میں بھیج دیں گے؟"

شاستری (لال بہادر): ۱ [۱۲۵] اندراج #۱۸

مائی ڈیر شاستری!

تھینکس فور یور لیٹر آف ۵۳-۴-۱۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ ۱۳۔ اپریل کی صبح کو میں دہلی میں موجود ہوں گا یا نہیں؟ بہرحال اگر موجود ہوا تو کوشش کروں گا کہ اس

موقع کو انجوائے کروں۔

[آزاد]

۴-اپریل ۱۹۵۳ء

شاستری (لال بہادر) : ۲	[۱۲۶]	اندراج #۳۰

مائی ڈیر شاستری!

عبدالرحیم نے آپ کو جو درخواست بھیجی ہے، اس کی کاپی میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ یہ ریلوے میں خلاصی تھا۔ اس نے پاکستان کے لیے اوپٹ کیا تھا، مگر اس شرط کے ساتھ کہ چھ مہینے کے اندر اگر چاہے گا تو پھر انڈین سروس میں واپس آجائے گا۔ یہ وہاں سے واپس آگیا لیکن پانچ برس سے بھوکا مر رہا ہے۔ اس کی درخواستوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ کیا آپ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟ یہ کوئی ریلوے آفیسر نہیں ہے، محض انجن کا خلاصی ہے۔ کیا ایک غریب خلاصی کے لیے ریلوے میں کوئی جگہ نہیں نکل سکتی؟

[آزاد]

۲۸-اپریل ۱۹۵۳ء

عبداللہ، شیخ : ۱	[۱۲۷]	اندراج #۷۱

مائی ڈیر شیخ عبداللہ!

سری نگر میں آپ نے پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف کلریکل اگزامنیشن کے بارے میں مجھ سے ذکر کیا تھا، اور میں نے اسی وقت شری جگ جیون رام منسٹر انچارج کو اس بارے میں ایک چٹھی لکھ دی تھی۔ وہ باہر دورے پر گئے ہوئے تھے۔ اب ان کا جو جواب مجھے ملا ہے، میں آپ کو بھیجتا ہوں۔

امید ہے کہ آپ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی شرکت کے لیے ضرور آئیں گے۔ ہم

دلی سے ۶۔جولائی کی صبح کو روانہ ہوں گے۔آپ اگر ۵۔جولائی کو دلی آجائیں تو ایک ساتھ آگرہ روانہ ہوں۔

[آزاد]

عبداللہ، شیخ: ۲	[۱۲۸]	اندراج #۱۲۰

مائی ڈیر شیخ عبداللہ!

مسٹر خورشید عالم کے بارے میں ایک نوٹ جو مجھے مسٹر زیدی نے دیا ہے، آپ کو بھیجتا ہوں۔روڈ ٹرانسپورٹ آرگنائزیشن کا انھیں کافی تجربہ ہے اور ان کی خدمات کشمیر گورنمنٹ کے لیے بہت کارآمد ہو سکتی ہیں۔اگر آپ ان سے کام لے سکتے ہیں تو لیجیے۔

[آزاد]

عبداللہ، شیخ: ۳	[۱۲۹]	اندراج #۱۵۰

مائی ڈیر شیخ عبداللہ!

پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ کے متعلق آپ نے جو شکایت کی تھی، وہ میں نے مسٹر جگ جیون رام کو بھیج دی تھی۔ضروری تحقیقات کے بعد انھوں نے یہ چٹھی مجھے بھیجی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سری نگر کے اردو اخبار "خدمت" میں بھی اس کا اشتہار شائع ہو گیا تھا۔ایسی حالت میں یہ شکایت نہیں کی جا سکتی کہ پبلسٹی کافی نہیں ہوئی۔

بہر حال ان کی چٹھی کی کاپی آپ کو بھیجتا ہوں۔

[آزاد]

عبدالله، شیخ: ۴	[۱۳۰]	اندراج #۱۵۹

مائی ڈیر شیخ عبداللہ!

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۶۔جون مجھے ابھی ملی۔میری بھی رائے یہی ہو گئ تھی کہ آپ کا آگرہ آنا ضروری نہیں ہے۔لیکن میرا خیال تھا کہ ۳۔جولائی کو آپ دلی آسکتے تھے۔ بہر حال اب مناسب ہو گا کہ آل انڈیا کمیٹی کے جلسے کے بعد آپ دلی آجائیں، مثلاً ۹ یا ۱۰۔ جولائی کو۔آپ نے پنڈت جی اور مجھے سری نگر آنے کی دعوت دی ہے، اس کے لیے شکریہ۔ہم بخوشی آتے لیکن آج کل ہمارا دلی سے نکلنا بہت دشوار ہے۔اس لیے آپ ضرور وقت نکالیں اور دلی آجائیں۔

[آزاد]

علی اصغر حکمت، آقا (۱): ۱	[۱۳۱]	اندراج #۷۴

مائی ڈیر آقائے حکمت!

بہت شکریہ آپ کی چٹھی مورخہ ۲۲۔جنوری ۵۴ء کے لیے، جو آپ نے مسٹر ہمایوں کبیر کو دی تھی۔یقین کیجیے کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ اتنے عرصے سے دہلی میں موجود ہیں اور میں آپ کی ملاقات کی خوشی حاصل نہیں کر سکتا۔میں نے ۳۱۔دسمبر ۱۹۵۳ء کو ارادہ کیا تھا کہ دوسرے دن یعنی پہلی جنوری ۱۹۵۴ء کو آپ کے مکان میں جاؤں گا اور آپ سے ملوں گا، لیکن بدقسمتی سے اسی دن مجھے ایکسیڈنٹ پیش آگیا (۲) اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔اس کے بعد سے ڈاکٹروں کی بے رحم حکومت کے انڈر آگیا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ بیماران کے آرڈر کے خلاف کہیں اپیل بھی نہیں کر سکتا ۔بہر حال امید ہے کہ اب چند دنوں کے بعد میری حالت اس قابل ہو جائے گی کہ بستر سے الگ ہو سکوں۔یقین کیجیے، جونہی میں اس قابل ہوا میرا پہلا کام یہ ہو گا کہ آپ کے یہاں آکر آپ کے ساتھ چائے پیوں اور آپ کی ملاقات کی خوشی حاصل کروں (۳)۔

ہندوستان میں اگرچہ آپ پہلے بھی کئی مرتبہ آچکے ہیں، لیکن اس مرتبہ آپ کا سفارت خانے میں آنا ہم سب کے لیے خاص طور پر خوشی کا باعث ہوا ہے (۴)۔

[آزاد]

۵۔جون ۱۹۵۴ء

حواشی:

(۱) ہندوستان میں ایران کے سفیر، مقیم نئی دہلی

(۲) مولانا اپنی کوٹھی میں گر گئے تھے اور کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ڈاکٹر ایس۔کے۔سین نے ان کی ہڈی بٹھائی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ مولانا چھ ہفتے کے بعد اپنے سرکاری فرائض اور معمولی کے کام انجام دینے کے لائق ہو جائیں گے۔ البتہ اس عرصے میں لیٹے لیٹے کاغذات پر دستخط کر سکیں گے اور زبانی ہدایات فرماتے رہیں گے۔ چناں چہ مولانا ۹۔جنوری کو ہونے والی یونسکو کمیشن کانفرنس میں بہ ذات خود شریک نہیں ہو سکے۔ ان کا خطبہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اسی طرح ۷۔ فروری کو تعلیم کے سنٹرل ایڈوائزری بورڈ کے اکیسویں اجلاس منعقدہ نئی دہلی میں بھی مولانا بہ نفس نفیس شریک نہیں ہو سکے۔ ان کا خطبہ صدارت پروفیسر ہمایوں کبیر نے پڑھ کر سنایا۔ البتہ ۱۳۔ مارچ کو نیشنل اکیڈیمی آف لیٹرز (ساہتیہ اکادمی)، نئی دہلی کے پہلے اجلاس میں مولانا نے شرکت فرمائی اور خطبہ صدارت پیش کیا۔

(۳،۴) ان جگہوں پر مولانا نے دو سطروں کی جگہ خالی چھوڑ دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ یقین ہے کہ مولانا یہاں آقائے حکمت سے ملاقات کی خوش وقتی اور ان کی ہندوستان آمد کی مسرت میں کوئی شعر استعمال کرنا چاہتے ہوں گے۔

علی اصغر حکمت، آقا: ۲ [۱۳۲] اندراج #۷۵

مائی ڈیر آقائے حکمت!

مینی تھینکس فور یور لیٹر آف ۵۴-۸-۱۶، جس کے ساتھ آپ نے اپنی تین تازہ کتابیں بھیجی ہیں۔ آپ کے ایران جانے کے بعد بھی عرصے تک میری طبیعت خراب

رہی تھی۔اب اچھا ہوں لیکن کمزوری باقی ہے۔

مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ خیر و عافیت کے ساتھ پھر واپس آگئے ہیں۔میں کسی دن آپ کے یہاں آؤں گا اور آپ کے ساتھ چائے پیوں گا۔ایک دن پہلے اطلاع دے دوں گا۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ابن سینا کا ہزار سالہ یادگاری فنکشن بہت اچھی طرح انجام پایا اور آپ کی قیمتی کوشش کامیاب ہوئی۔

[آزاد]

۱۷۔اگست ۱۹۵۴ء

علی اصغر حکمت، آقا: ۳	[۱۳۳]	اندراج #۸٦

مائی ڈیر آقائے حکمت!

مجھے معاف کیجیے گا کہ میں اس دن آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔آپ نے جن باتوں کی نسبت مجھ سے زبانی گفتگو کی تھی اور پھر ایک نوٹ میں انھیں لکھ کر بھی بھیج دیا تھا، وہ میرے سامنے ہیں اور میں بہت جلد اس بارے میں آپ کو لکھوں گا۔ان میں دو باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق فینانس منسٹری سے ہے۔اس لیے جب تک اس منسٹری میں اس کا فیصلہ نہ ہو جائے میں آپ کو نہیں لکھ سکتا۔

انڈین کلاسکس کے پرشین ترجمہ کے لیے ایک بورڈ بنانے کا معاملہ بھی میرے سامنے ہے۔میں نے مسٹر ہمایوں کبیر کو ضروری ہدایت کر دی ہے اور وہ اس بارے میں آپ سے مل کر مزید مشورہ کریں گے۔

ہز ایکسیلنسی آقائے علی اصغر حکمت

[آزاد]

٦۔جنوری ۱۹۵۵ء

غضنفر علی، (راجا) :۱	[۱۳۴]	اندراج #٦٥

مائی ڈیر غضنفر علی!

مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے دہلی آکر اپنے عہدہ کا چارج لے لیا ہے ۔ کئی دن سے میری طبیعت درست نہیں ہے ۔ امید ہے ایک دو دن میں درست ہو جائے گی ۔ پھر میں موقعہ نکالوں گا کہ آپ سے ملاقات ہو ۔

[آزاد]

جولائی ۔ اگست ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) راجا غضنفر علی (وفات: ۱۷ ۔ اپریل ۱۹۶۳ء) ہندوستان کے لیے پاکستان کے سفیر بن کر دہلی گئے تھے ۔

غضنفر علی، (راجا) :۲	[۱۳۵]	اندراج #٦٦

مائی ڈیر غضنفر علی!

میں خوش ہوں گا اگر آپ کل (۱۳ ۔ اگست) ۵ بجے چائے میرے ساتھ پییں (۱) ۔

[آزاد]

۱۲ ۔ اگست ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) بعدہ تاریخ ملاقات ۱۶ ۔ اگست ۱۹۵۳ء بروز اتوار شام ساڑھے چار بجے کے لیے تبدیل کر دی گئی ۔ اسی خط پر یہ عبارت درج ہے:

Changed to Sunday 16 Aug. 1953

4:30 p.m.

غلام محمد:۱	[۱۳۶]	اندراج #۴۷

مائی ڈیر غلام محمد!

میں آپ کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ نے جس ہمت کے ساتھ سچویشن کا مقابلہ کیا اور جس طرح کیا، اس پر میری دلی مبارک باد قبول کیجیے۔ آپ کی ایبٹ آباد کی اسپیچ پڑھ کر مجھے نہایت درجہ خوشی ہوئی۔ انٹی احمدیہ ایجی ٹیشن نے بتلا دیا ہے کہ اگر مذہبی فیناٹس ازم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے، تو اس کے تباہ کرنے والے نتائج کہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

جولائی میں مسٹر محمد علی کو دہلی بھیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان اور انڈیا کے تعلقات کا مسئلہ ہم حل کر کے رہیں گے۔

[آزاد]

۲۲-۲۳-مئی ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان (اکتوبر ۱۹۵۱ء تا اگست ۱۹۵۵ء)، (وفات: ۲۹-اگست ۱۹۵۶ء)۔

فضیلت النسا:۱	[۱۳۷]	اندراج #۱۵

....

انھیں لکھیے کہ آپنے جو نوٹ اپنے کیس کے بارے میں بھیجا تھا وہ مولانا نے دیکھا۔ مولانا آپ کو یہ اڈوائس دیں گے کہ آپ کو اس کیس میں کسی طرح کامیابی نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اس کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں۔ آپ اس ڈمانڈ میں اپنا وقت اور روپیہ ضائع نہ کریں۔

آپ کے معاملے کا کوئی تعلق انڈین کانسٹی ٹیوشن سے نہیں ہے۔ اس لیے اس

کا حوالہ دینا بیکار ہے۔ معاملے کی قانونی بنیاد ۱۸۰۰ء کی ٹریٹی اور پھر کوئن وکٹوریا کا لیٹر پیٹنٹ ۱۸۷۰ء ہے۔ اس میں صاف طور پر یہ بات لکھی ہے کہ پرنس آف ارکاٹ کا منصب میل لائن کے ممبروں کو ملے گا، نہ کہ فیمیل کو۔

اب سابق پرنس کے انتقال کے بعد چوں کہ ان کی نسل سے کوئی لڑکا موجود نہیں ہے، اس لیے قدرتی طور پر اس کے حق دار آپ کے چچا ہوئے اور گورنمنٹ آف انڈیا نے انھی کو پرنس تسلیم کیا(۱)۔

ہاں! آپ کے والد کی جو پرسنل جائداد ہے، وہ ضرور آپ کو اور آپ کی بہن کو ملنی چاہیے اور اگر نہیں ملی ہے تو آپ ضرور دعوا کر سکتی ہیں (۲)۔

Princess of Arcat,

19, Rakabgani Road,

New Delhi.

۲-اپریل ۱۹۵۳ء

حواشی:

(۱) فضیلت النساء نے اپنے مسئلے میں مولانا کو ایک خط میں انڈین کانسٹی ٹیوشن کا حوالہ دیا تھا کہ اس میں جانشینی کے لیے جنس کی قید نہیں۔ یہ خط اسی حوالے کے جواب میں ہے۔

(۲) اس سلسلے میں مولانا کے دو خط نمبر ا و ۳ مورخہ ۲۲-اپریل و یکم مئی ۱۹۵۳ء، راج گوپال اچاریہ وزیر اعلیٰ مدراس کے نام ملاحظہ ہوں۔

کاٹجو، ڈاکٹر: ۱	[۱۳۸]	اندراج #۳۲

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

آپ کو معلوم ہے کہ مہاراجہ نابھہ کی ماں اور بھائی ایک مدت سے کوشش کر رہے تھے کہ نابھہ میں انھیں مکان اور زمین ملے جو ان کا حق ہے اور مہاراجہ ٹال رہے تھے۔ اب انھوں نے مجھے لکھا ہے کہ ایک خاص مکان اور زمین کے دو ٹکڑے وہ دینے

کے لیے تیار ہیں۔ چوں کہ یہ جائداد مہاراجہ نابھہ کی ماں اور بھائی کو نہیں مل سکتی۔ جب تک پیپسو گورنمنٹ کی طرف سے کارروائی نہ ہو۔ اس لیے مہربانی کر کے مسٹر راؤ کو لکھوا دیجیے کہ اس بارے میں ضروری کارروائی کر دی جائے۔

میں مہاراجہ نابھہ کی چٹھی کی کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔

[آزاد]

۲۸۔ اپریل ۱۹۵۳ء

کاٹجو، ڈاکٹر: ۲	[۱۳۹]	اندراج #۵۱

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

دہلی مسلم وقف بورڈ کا تمام کام رکا پڑا ہے۔ محض اس لیے کہ ایک ممبر کے الیکشن کے خلاف ایک شرارت پسند آدمی نے کورٹ میں دعویٰ کر دیا ہے اور اس کا جلد فیصلہ نہیں ہو گا یا نہیں ہو سکتا۔ چیف کمشنر دلی کی رائے ہے کہ یہ مشکل وقف بورڈ کے کانسٹی ٹیوشن کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس میں امنڈمنٹ ہونا چاہیے۔ میری بھی یہی رائے ہے۔

مولوی حفیظ الرحمن (۱) نے ایک امنڈمنٹ پارلیمنٹ میں پیش کرنا چاہا تھا جس کی کاپی میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ یہ معاملہ بہت ضروری ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے وقف بورڈ نہ تو اپنا باقاعدہ جلسہ کر سکتا ہے، نہ کسی معاملہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ مہربانی کر کے اس معاملے پر توجہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو لاء منسٹری سے مشورہ کیجیے میں چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے آیندہ اجلاس میں ضروری کارروائی انجام پا جائے۔

[آزاد]

۲۵۔ مئی ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) یہ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ہیں۔ مولانا آزاد کی زبان پر ان کا نام حفیظ الرحمن ہی چڑھا ہوا تھا، وہی مرحوم کے قلم سے نکلا۔

کاٹجو، ڈاکٹر: ۳	[۱۴۰]	اندراج #۵۲

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

پلیز ریفر ٹو یور لیٹر آف اباؤٹ راج ماتا آف نابھہ میں نے آپ کو جن زمینوں کے بارے میں لکھا ہے، وہ وہی جائدادیں ہیں جو مہاراجہ نابھہ اور راج ماتا نے باہم مل کر اپنی آپس کی رضامندی سے طے کی ہیں۔ لیکن چوں کہ انٹی گریشن کے بعد اب کسی جائداد کا ٹرانسفر ہونا جبھی ہو سکتا ہے جب کہ پیپسو گورنمنٹ کرے۔ اس لیے مہاراجہ اور راج ماتا، دونوں نے درخواست کی ہے کہ اس بارے میں پیپسو گورنمنٹ کو لکھا جائے۔

میں نے جو آپ کو چٹھی لکھی تھی وہ دونوں کی درخواست پر لکھی تھی۔ مہربانی کر کے اس معاملے پر توجہ کیجیے۔

[آزاد]

۲۵۔ مئی ۱۹۵۳ء

کاٹجو، ڈاکٹر: ۴	[۱۴۱]	اندراج #۵۷

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

آپ نے ابھی مجھ سے کہا تھا کہ دلی کے سو کالڈ ستیہ گرہ کی جو حالت روزانہ رہتی ہے اور اس سلسلے میں اور جو ضروری باتیں ہوتی ہیں، ان کی روزانہ رپورٹ میں تیار کیا کروں گا۔ تاکہ پرائم منسٹر کو بھیجی جائے۔ مہربانی کر کے کل سے ایسا انتظام کیجیے کہ رپورٹ کی ایک کاپی ہر روز شام کو مجھے بھی مل جایا کرے۔ آپ دو کاپیاں تیار کرلیجیے۔

ایک لنڈن بھیج دیجیے اور ایک مجھے بھیج دیجیے۔

[آزاد]

۳۰۔ مئی ۱۹۵۳ء

کاٹجو، ڈاکٹر: ۵	[۱۳۲]	اندراج #۱۸۷

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

فرائڈے کو میں نے نیشنل اسٹنڈرڈ، بمبئی میں ایک غلط خبر دیکھی۔ میں اس کی تردید کر سکتا تھا، مگرچوں کہ اس میں آپ کا نام لیا گیا تھا، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو دکھا دوں۔ چناں چہ میں نے آپ کو دکھایا اور آپ نے ایسی خبر کے نکلنے پر سرپرائز ظاہر کیا۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ میں اس کی تردید کرا دوں، لیکن میں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ معاملہ آپ پر چھوڑ دوں۔ پھر رات کو جب آپ سے ٹیلی فون پر میں نے پوچھا تو آپ نے کہا کہ مسٹر پائی نے ایک بیان پریس کو دے دیا ہے۔ میں آپ سے یہ کہہ سکتا تھا کہ بیان پریس کو دینے سے پہلے مجھے دکھا دیا جائے لیکن اس اعتماد کی وجہ سے جو مجھے آپ پر تھا، میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

دوسرے دن صبح کو میں بہت بزی تھا، اس لیے اخبارات کو اطمینان سے نہیں دیکھ سکا اور مجھے اس کا خیال بھی نہیں، ہوا کہ آپ کا دیا ہوا بیان اخبار میں دیکھ لوں۔ لیکن رات کو میرے پاس دہلی اور دہلی سے باہر کی بہت سی انکوائریاں آئیں۔ مجھ سے کہا گیا کہ آج پی ٹی آئی نے ایک نیوز آئیٹم شائع کیا ہے اور لکھا ہے پرائم منسٹر کے آفس کے لیے کوئی آفیشئٹنگ اریجنمنٹ نہیں کیا گیا ہے۔ حالاں کہ پرائم منسٹر کی موجودگی میں یہ بات پریس میں نکل چکی ہے کہ ان کے جانے کے بعد آپ آفیشیئٹ کریں گے۔ چناں چہ میں نے اخبار منگوا کر دیکھا تو واقعی پی۔ٹی۔آئی نے اتھاری ٹیٹو ریسورس کا حوالہ دے کر یہی بات لکھی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس طرح کی غلط بات کا پریس میں دینا مناسب تصور کیا۔اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا(۱)۔

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) مئی کے ۱۹۵۳ء کے اواخر میں پنڈت جواہر لال نہرو لندن میں ملکہ الزبتھ کی تقریب تاج پوشی میں شرکت اور یورپ اور افریقہ کے بعض ممالک کے دورے پر روانہ ہوئے تھے پنڈت جی کی عدم موجودگی میں مولانا آزاد کو قائم مقام وزیر اعظم کی حیثیت سے فرائض انجام دینا تھے۔ یہ بات اسی وقت اخباروں میں آگئی تھی اور پنڈت جی کی روانگی کے دو روز بعد ۳۱۔ مئی کو گورنمنٹ آف انڈیا نے نوٹی فی کیشن بھی جاری کر دیا تھا۔ روزنامہ "خلافت" بمبئی کی اشاعت یکم جون ۱۹۵۳ء مظہر ہے:

"۳۱۔ مئی ۱۹۵۳ء کو گورنمنٹ آف انڈیا نے اعلان شائع کر دیا کہ مولانا ابو الکلام آزاد قائم مقام وزیر اعظم مقرر کیے گئے ہیں اور انھوں نے اس حیثیت سے کام شروع کر دیا ہے۔"

یہ ایک سرکاری فیصلہ تھا جو حکومت کی سطح پر دستور کے مطابق کیا گیا تھا اور جس روز پنڈت جی روانہ ہوئے تھے اسی روز اخبارات میں خبر آگئی تھی اور بعد میں سرکاری طور پر بھی اس کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خود کیبنٹ کے بعض ارکان اس سے خوش نہ تھے اور انھوں نے اس قسم کی کوئی خبر شائع کروادی تھی اور وزیر قانون مسٹر کاٹجو کا قلب بھی رنج کے اس اثر سے محفوظ نہ تھا۔ مولانا آزاد نے اپنے خط میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ خط کے آخری جملوں میں ان کے دکھ کی کسک کو صاف محسوس کیا جاسکتا ہے۔

کاٹجو، ڈاکٹر: ٦	[۱۴۳]	اندراج #٦٩

حوالہ: کیبنٹ سکریٹریٹ نمبر ۱۱۴/ سی۔ ایف / ۵۳/ ۱۴۔ جولائی ۵۳ء

سبجکٹ: ڈیپوٹیشن آف ڈاکٹر جے۔ ایم۔ سین ٹو دی سیوتھ انٹرنیشنل کانگرس فور دی

ہسٹری آف سائنس۔

میں نے منسٹر آف لاء کا نوٹ دیکھا۔ پرسنلی میں ڈاکٹر سین کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیوں کہ میں ان سے واقف نہیں۔ ۱۷۔اپریل ۵۳ء کو جب ایڈوائزری کمیٹی فور کوآرڈی نیشن سائنٹیفک ورک کا جلسہ ہوا تھا، تو غالباً ڈاکٹر بھٹناگر نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مسٹر کوٹھاری سے جانے کے لیے کہا جائے، اگر وہ نہ جاسکیں تو پھر ڈاکٹر سین سے کہا جائے۔ پرائم منسٹر نے، جو کمیٹی کے چیئرمین ہیں، اس سے اتفاق کیا تھا اور مجھ پر یہ اثر پڑا تھا کہ وہ اور دوسرے ممبر ڈاکٹر سین سے پوری طرح واقف ہیں اور اس کام کے لیے انھیں ہر طرح مناسب آدمی سمجھتے ہیں۔

چوں کہ کوآرڈی نیٹنگ کمیٹی کا یہ فیصلہ تھا، اس لیے جب مسٹر کوٹھاری نے معذرت کی تو انھیں لکھا گیا اور یہ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب کسی دوسرے آدمی کو تجویز کرنا مناسب نہ ہوگا۔

منسٹری کے سکریٹریٹ نے اس بارے میں جو نوٹ بھیجا ہے، اس کی کاپی بھی بھیج رہا ہوں۔

[آزاد]

۱۴۔جولائی ۱۹۵۳ء

کاٹجو، ڈاکٹر: ۷	[۱۴۴]	اندراج # ۱۳۱

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

فارن مشنریز کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے پارلیمنٹ میں آپ نے جو کچھ کہا تھا اس نے ان لوگوں میں بہت پریشانی پھیلا دی ہے۔ کچھ دن ہوئے بمبئی کے کیتھولک (آرک) بشپ نے مجھے اس بارے میں لکھا تھا۔ میں نے جواب میں جو چٹھی بھیجی، اس کی کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اس کے ساتھ بشپ کی چٹھی کی بھی کاپی

شامل کر دی ہے۔

[آزاد]

نوٹ: ڈاکٹر کاٹجو وزیر قانون نے ۲۱۔ اپریل ۱۹۵۳ء کو پارلیمنٹ میں عیسائی مشنریز کے بارے میں کسی رکن کے سوال کے جواب میں جو کچھ کہا تھا۔ اس کا ذکر کارڈنیل گریشیاس کے نام خط نمبر ۱ اور پنڈت جواہر لال نہرو کے نام خط نمبر ۱۴ میں آیا ہے۔ اس سے مسئلے کی پوری اہمیت اور مولانا کے خیالات بہ خوبی معلوم ہو جاتے ہیں۔

کاٹجو، ڈاکٹر: ۸ [۱۴۵] اندراج #۷۸

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

"دار المصنفین" اعظم گڑھ کو جو "شبلی اکیڈیمی" کے نام سے بھی پکاری جاتی ہے ریاست بھوپال سے دو ہزار ایک سو ساٹھ روپیہ کی سالانہ گرانٹ ملتی تھی، جو اسٹیٹ کے انٹی گریشن کے بعد بھی جاری رہی، کیوں کہ انٹی گریشن کے کنڈیشنس میں یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ ملک کے علمی اور لٹریری کاموں کے لیے اسٹیٹ جو گرانٹ دیتا رہا ہے اسے بدستور جاری رکھا جائے گا۔ لیکن اب اچانک اس سال اس گرانٹ کا روپیہ شبلی اکیڈیمی کو نہیں ملا۔ اس پر انھوں نے گورنمنٹ بھوپال کا لکھا۔ بھوپال سے انھیں یہ جواب ملا ہے کہ یہ معاملہ اب سنٹرل گورنمنٹ کے سامنے گیا ہے اور وہاں غور ہو رہا ہے۔

میں اس خط و کتابت کے کاغذات اس چٹھی کے ساتھ آپ کو بھیج رہا ہوں، میں شکر گذار ہوں گا اگر آپ اس بارے میں انکوائری کر کے حالات معلوم کر لیں گے۔ شبلی اکیڈیمی ملک کی ایک اہم اکیڈیمی ہے اور نہایت قیمتی لٹریری خدمت انجام دے رہی ہے۔ اگر بھوپال کی یہ گرانٹ بند ہو گئی تو اسے نقصان پہنچے گا۔ علاوہ بریں یہ اس معاہدے کے خلاف ہو گا جو بھوپال کے انٹی گریشن کے وقت ہم کر چکے ہیں۔

[آزاد]

۲۳- نومبر ۱۹۵۴ء

کاٹجو، ڈاکٹر: ۹	[۱۳۶]	اندراج #۱۱۸

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

ایک کیس میرے علم میں آیا ہے جس پر میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں - سید سلیمان احمد آئی - اے - ایس، کے پچھلے کمپیوٹر کے امتحان میں شریک ہوا تھا - ضرورت ۳۰ آدمیوں کی تھی، یہ ۳۲ نمبر پر آیا، اس لیے اسے سروس میں نہیں لیا جا سکتا - لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے، اسے پولیس، اکاؤنٹ، ریلوے وغیرہ میں جگہ دی جا سکتی تھی، لیکن ابھی تک نہیں دی گئی ہے - حالاں کہ جو لوگ امتحان میں اس سے کم درجے پر آئے تھے انھیں جگہیں دی گئی ہیں -

مجھے یقین ہے کہ آپ اس کیس پر پوری طرح توجہ دیں گے تاکہ کسی شخص کے ساتھ ناانصافی نہ ہو -

[آزاد]

کاٹجو، ڈاکٹر: ۱۰	[۱۳۷]	اندراج #۲۱۳

مائی ڈیر ڈاکٹر کاٹجو!

آپ کو معلوم ہے کہ سرہند میں شیخ احمد سرہندی کی درگاہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تیرتھ کی جگہ ہے اور ہندوستان سے باہر افغانستان اور سنٹرل ایشیا کے مسلمان بھی اسے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر سال وہاں کے عرس میں شریک ہوتے ہیں - چوں کہ سکھوں کے پنجاب پر قبضہ کرنے کی وجہ سے سرہند پٹیالہ اسٹیٹ کے اندر آ گیا تھا، اس لیے یہ اسٹیٹ برابر اس کی دیکھ بھال کرتا تھا اور ایک بڑی رقم وہاں کی ضرورت کے لیے خرچ کرتا تھا - خود مہاراجہ پٹیالہ کا نذرانہ وہاں بھیجا جاتا تھا -

ہندوستان کی تقسیم اور ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد پنجاب کے تمام حالات بدل گئے۔ اس کا اثر سرہند کی درگاہ پر بھی پڑا۔ آج کل وہاں کے سجادہ نشین خلیفہ سید مقبول احمد ہیں۔ یہ دو برس سے کوشش کر رہے ہیں کہ درگاہ کی موجودہ حالت پر اسٹیٹ گورنمنٹ توجہ کرے۔ ان کا بیان یہ ہے کہ جو رقم گورنمنٹ نے وہاں کے لیے مقرر کی ہے، یعنی سات ہزار روپیہ سالانہ وہ وہاں کے ضروری مصارف کے لیے کافی نہیں ہے، اس لیے اس میں اضافہ ہونا چاہیے۔

خود ان کے لیے جو ماہوار رقم مقرر کی گئی ہے وہ شکایت کرتے ہیں کہ آج کل کی گرانی کے زمانے میں کسی طرح کافی نہیں ہو سکتی۔

درگاہ کی عمارتیں مرمت کی محتاج ہو گئی ہیں۔ ان کی مرمت کے لیے روپیہ چاہیے۔

اس برس کے عرس میں سو آدمی پاکستان سے آئے تھے۔ گورنمنٹ نے ان کے ٹھہرانے اور کھانے کے لیے صرف تین سو روپے دیے جو کسی طرح بھی کافی نہیں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اس برس کے عرس کے موقعہ پر درگاہ مقروض ہو گئی ہے۔ لوکل کانگرس کمیٹی کے پریسیڈنٹ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

[آزاد]

کرشن: ۱	[۱۴۸]	اندراج #۱۱۵

مائی ڈیر شری کرشن!

آپ کو معلوم ہے کہ چھپرہ کے مولوی علی صاحب مرحوم کے لڑکے [زین العابدین] کے لیے میں نے آپ کو اور انوگرہ بابو کو لکھا تھا۔ اس کے لیے نوکری کی ایک صورت نکل آئی تھی لیکن اب فروری ۵۳ء سے پھر وہ بیکار ہو گیا ہے۔ اس نے ایک جگہ کے لیے درخواست بھیجی ہے جس کی کاپی میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اس جگہ کا

تعلق شری مہیش پرشاد منسٹر ٹرانسپورٹ سے ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ کی توجہ سے یہ درخواست کامیاب ہو جائے گی اور زین العابدین کام پر لگ جائے گا۔

[آزاد]

کرشنما چاری: ۱	[۱۴۹]	اندراج#

ڈیر کرشنما چاری!

مجھے افسوس ہے کہ آپ کی چٹھی مورخہ ۸۔ مارچ ۵۳ء اباؤٹ سوشیل ویلفیئر بورڈ کے جواب میں اس قدر تاخیر ہوئی۔ میں اس بارے میں بعض کاغذات کو دیکھنا چاہتا تھا، جو مجھے بروقت نہیں ملے تھے۔ بہرحال اب تمام ضروری کاغذات میرے سامنے ہیں اور میں آپ کو یہ چٹھی لکھ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ جواب میں جو غیر معمولی تاخیر ہوئی ہے اسے آپ معاف کریں گے۔

جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، یہ صحیح ہے کہ اس بارے میں شری گلزاری لال نندا سے میری زبانی گفتگو بھی ہوئی تھی اور خط و کتابت بھی ہوئی تھی، لیکن اس کا تعلق اس سوال سے نہیں تھا کہ اس پروپوزڈ بورڈ کا تعلق کس منسٹری سے ہو گا؟ یہ بات مان لی گئی تھی کہ بورڈ نمبر ۲ کا تعلق ایجوکیشن منسٹری سے ہو گا۔ بحث صرف اس بات میں ہوئی تھی کہ بورڈ کا نیچر کیا ہو گا؟ ایڈوائزری بورڈ ہو گا یا اسے کسی طرح کا اگزیکٹیو پاور بھی ہو گا؟ میری رائے تھی کہ ایڈوائزری بورڈ ہونا چاہیے، لیکن میں نے تسلیم کر لیا تھا کہ اس سوال پر مزید غور کرنے کی گنجائش ہے۔

اب مجھے معلوم کر کے تعجب ہوا کہ پلاننگ کمیشن کے سامنے کوئی ایسی تجویز آئی ہے کہ اس بورڈ کا تعلق فینانس منسٹری سے ہونا چاہیے۔ میں نہیں سمجھتا کہ فینانس منسٹری کس طرح اس پکچر میں آئی ہے؟ مہربانی کر کے مجھے صورتِ حال سے اطلاع

دیجیے۔

[آزاد]

یکم اپریل ۱۹۵۳ء

کرشنما چاری: ۲	[۱۵۰]	اندراج #۲۱

ڈیر کرشنما چاری!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... مجھے اس خیال سے اتفاق نہیں ہے کہ اس پروپوزڈ بورڈ کا تعلق فینانس منسٹری سے ہو۔ فینانس منسٹری کسی طرح اس پکچر میں آتی (ہی) نہیں ۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ،ہو گا کہ بورڈ کی حیثیت ایڈوائیزری بورڈ سے زیادہ ہو۔ اسے ہم کمیشن سے مشورہ کر کے طے کر لے سکتے ہیں ۔ لیکن بورڈ کا تعلق ایجوکیشن منسٹری سے رہنا چاہیے جو پانچ برس سے یہ کام کر رہی ہے۔

[آزاد]

۷۔اپریل ۱۹۵۳ء

کرشنما چاری: ۳	[۱۵۱]	اندراج #۶۴

ڈیر کرشنما چاری!

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۵۔ جولائی وصول ہوئی ۔ مسز درگا بائی دیش مکھ کئی بار مجھ سے کہہ چکی ہیں کہ وہ کسی حال میں بھی پسند نہیں کریں گی کہ خود بورڈ کی چیرمین ہوں ۔ مسٹر دیش مکھ نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا۔ جس خیال سے انھوں نے یہ فیصلہ کیا، اسے میں نے پوری طرح اپری شیئٹ کیا تھا اور میری خود بھی یہی رائے ہے کہ ان کا چیرمین ہونا خود ان کے لیے مناسب نہیں ہو گا۔

بہر حال اگر آپ کی یہ رائے ہے کہ انھیں چیرمین چنا جائے تو میں ان سے اس بارے میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ ان سے گفتگو کرنے کے بعد ہی کوئی رائے قائم کی

جاسکتی ہے۔

[آزاد]

۲۸۔جولائی ۱۹۵۳ء

کرن سنگھ:۱	[۱۵۲]	اندراج #۵۹

مائی ڈیر کرن سنگھ!

اگرچہ میرا دلی سے نکلنا مشکل تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ دو دن کے لیے سری نگر آجاؤں، تاکہ دلی کی سخت گرمی سے نجات ملے۔ میں ۱۶۔جون کو صبح آٹھ بجے فلائی کروں گا۔

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہیں۔

[آزاد]

۹۔جون ۱۹۵۳ء

کرن سنگھ
صدر ریاست جموں اینڈ کشمیر
سری نگر

کرن سنگھ:۲	[۱۵۳]	اندراج #۱۶۸

مائی ڈیر کرن سنگھ!

آج صبح میں نے شیخ صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اگر سردار حکم سنگھ ڈاکٹر مکرجی سے ملنا چاہیں تو اس کا انتظام کر دیا جائے اور یہ شرط نہ لگائی جائے کہ وہ کسی آفیشیل مین کی موجودگی میں ملیں۔ اگر کوئی اور شخص بھی ملنا چاہے تو اسے ملنے کا موقعہ دیا جائے گا، بشرطیکہ وہ پہلے گورنمنٹ آف انڈیا کو اطلاع دے دے اور گورنمنٹ آف انڈیا کشمیر گورنمنٹ کو لکھ سکے کہ فلاں آدمی کو ملنے کا موقع دینا چاہیے۔ گورنمنٹ کشمیر چوں

کہ لوگوں کی نسبت زیادہ واقفیت نہیں رکھتی، اس لیے اسے اس بات میں تامل ہے کہ خود فیصلہ کرے۔ وہ چاہتی ہے، دہلی سے اسے لکھ دیا جائے۔

اسٹیٹ گورنمنٹ جموں کے لیے بھی یہی طریقہ اختیار کرے گی۔ جن لوگوں کے لیے دہلی سے لکھ دیا جائے گا ان کے لیے انتظام کر دیا جائے گا۔

[آزاد]

کھیر، بال گنگا دھر: ۱	[۱۵۴]	اندراج #۴۸

مائی ڈیر کھیر!

تھینکس فور یور لیٹر آف ...... آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ اگر انڈیا آفس لائبریری کی اہم چیزوں کی فوٹو کاپیز تیار ہو جائیں تو وہ ہمارے لیے بہت کار آمد ہوں گی۔ میں یونسکو کو اس بارے میں لکھوا رہا ہوں۔ جب ان کا اسٹیٹمنٹ ہمیں مل جائے گا تو ہم آخری فیصلہ کریں گے۔

[آزاد]

۲۳۔ مئی ۱۹۵۳ء

کھیر، بال گنگا دھر: ۲	[۱۵۵]	اندراج #۶۳

فارن، نیو دلی ٹو HICOMIND LONDON

فروم آزاد ٹو کھیر

یور ٹیلی گرام نمبر ۵۴۲، (ملا)۔ ہماری انفرمیشن یہ ہے کہ نیپالی اکسٹریمسٹ اینڈ کمیونسٹ گٹ ہولڈ آف شرپا ٹن زنگ۔ یہ لوگ اس کا دماغ بگاڑ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ جارج میڈل لینے سے انکار کر دے اور لنڈن نہ جائے۔ میں نے کوکھلے کو لکھا ہے کہ وہ کوشش کرے کہ ٹن زنگ ان لوگوں کی باتوں میں نہ آئے اور لنڈن جائے۔ ٹن زینگ ۷، ۲۔ جون کو دلی پہنچے گا اور مجھے امید ہے کہ ہمارا مشورہ مان لے گا۔

میری پوری کوشش ہوگی کہ وہ لنڈن جائے اور جارج میڈل لے۔ جہاں تک انڈین گورنمنٹ کا تعلق ہے آپ پیلس کو اطلاع دے دیں کہ ہم خوش ہیں کہ ٹن زنگ کو میڈل دینا تجویز ہوا ہے۔ جہاں تک ٹن زنگ کے لنڈن جانے کا تعلق ہے، ۲۷۔جون کو اس سے باتیں کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔

[آزاد]

۲۴۔جون ۱۹۵۳ء

کھیر، بال گنگادھر: ۳	[۱۵۶]	اندراج #۱۳۷

لنڈن HICOMIND

اسی وقت جائے

فروم آزاد ٹو کھیر

یور ٹیلی گرام نمبر ۵۴۸۳ ملا۔ پلیز انفارم سکریٹری ٹو دی کوئن کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے فیصلہ کیا ہے کہ سرجان ہنٹ کو بھی ایک اسپیشل میڈل دے، کیوں کہ اس شاندار کامیابی کا اصلی کریڈٹ پورے برٹش مشن کو پہنچتا ہے اور وہ اس کے لیڈر رہیں۔

[آزاد]

کول: ۱	[۱۵۷]	اندراج #۱۶۵

مای ڈیر کول!

آپ کی چٹھی مورخہ .... مجھے ملی۔ اگر مسٹر بلونت رائے مہتا کے علم میں کوئی شکایت آپ کے خلاف لائی گئی تھی، تو انھیں چاہیے تھا کہ وہ آپ کو بھیج دیتے اور آپ سے دریافت کرتے کہ صورتِ حال کیا ہے؟ بغیر آپ سے دریافت کیے ہوئے اس طرح کی چٹھی لکھنا واقعی مناسب نہیں تھا۔

بہرحال آپ اس معاملہ کا زیادہ خیال نہ کریں۔ آپ نے اچھا کیا کہ مجھے لکھ دیا

مسٹر مہتا دلی میں نہیں ہیں۔ وہ جب آئیں گے تو میں انھیں اس بارے میں ضروری ہدایت دے دوں گا۔

[آزاد]

گریشیاس، کارڈینل :۱	[۱۵۸]	اندراج #۷۲، ۷۳

ڈیر کارڈینل گریشیاس (Cardinal Grancias)

تھینکس فور یور لیٹر آف ...... جس کے ساتھ آپ نے اپنے ایک اسٹیٹ منٹ کی کاپی بھی بھیجی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"آئی فیل ویری سیڈ ٹو تھنک ......"

میں آپ کو یقین دلاؤں گا کہ جہاں تک گورنمنٹ آف انڈیا کا تعلق ہے، اس کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور انڈین کانسٹی ٹیوشن نے جن فنڈامنٹل رائٹس کو تسلیم کیا ہے، وہ ان تمام انڈی ویجولز، کمیونٹیز اور گروپس کے لیے ہیں، جو انڈین یونین ٹیری ٹوریز کے اندر رہتے ہیں یا باہر سے آکر انھوں نے یہاں قیام اختیار کیا ہے۔

فارن مشنریز نے گذشتہ ڈیڑھ سو برس کے اندر جو عظیم الشان ایجوکیشنل اور ہیومینی ٹیرین سروس انڈیا کی انجام دی ہے، اس کا ہم سب کو پورا پورا اعتراف ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی ایک عرصے تک اس کی مخالف رہی تھی کہ ماڈرن ایجوکیشن کا ہندوستانیوں کے لیے انتظام کرے۔ یہ سیرام پور کی مشنری سوسائٹی تھی جس نے سب سے پہلے ماڈرن ایجوکیشن کا اسکول اور کالج کھولا اور ہندوستان کی انٹلک چول لائف میں ایک نئے انقلاب کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان کی متعدد زبانیں اپنی ماڈرن لٹریری لائف کے لیے انھیں مشنری سوسائٹیوں کے زیر بار احسان ہیں جنھوں نے بائبل کا ترجمہ کرنے کے لیے ان زبانوں کی گرامر اور ڈکشنری تیار کی، پروس کے نئے

نمونے پیدا کیے اور پھر ان کے اسکرپٹ کا ٹائپ ڈھال کر انھیں ڈیولپ منٹ او
پروگریس کی شاہراہ پر لگا دیا۔ انڈین لیڈرز ان واقعات سے بے خبر نہیں ہیں۔ انھو
نے ان خدمتوں کی قدر و قیمت کا ہمیشہ کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ انڈین انڈی
پنڈنٹ کے بعد مشنری سوسائٹیوں نے ہم سے کہا تھا کہ اگر ہم آپ کی موجودگی انڈیا
میں پسند نہیں کرتے تو وہ خدمات آیندہ جاری نہیں رکھیں گی۔ لیکن ہم نے انھیں
اطمینان دلایا کہ ہم ان کی خدمات کی قدر و قیمت کا اعتراف کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں
کہ وہ اپنا کام جاری رکھیں۔

آپ نے اپنے خط میں اس اسٹیٹ منٹ کا حوالہ دیا ہے جو گورنمنٹ آف انڈیا
کے ہوم منسٹر نے ۲۱۔ اپریل ۵۳ء کو انڈین پارلیمنٹ میں دیا تھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ
کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے اس اسٹیٹ منٹ کو جس شکل میں دیکھا ہے اور اس سے جو نتیجہ
نکالا ہے، وہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اس اسٹیٹ منٹ کا تعلق ایک خاص شکایت سے
تھا جو گورنمنٹ کے علم میں آئی تھی اور گورنمنٹ اس کی انکوائری کرنا چاہتی تھی۔

میں ابھی اس معاملے کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن میں آپ کو توجہ
دلاؤں گا کہ ایک پرٹی کلر بات کو لے کر اس طرح کا رنگ دینا کہ وہ ایک جنرل بات
بن جائے اور پھر اس سے طرح طرح کے نتیجے نکالنا، درست طریقہ نہیں ہے۔ اصلی سوال
یہ ہے کہ فارن مشنری جماعتوں کے بارے میں اس وقت تک گورنمنٹ آف انڈیا کی
جو پالیسی رہی ہے، کیا اس میں اب کوئی تبدیلی ہوئی ہے؟ میں آپ کو یقین دلاؤں گا کہ
اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی ہے اور جو اندیشے آپ کی طبیعت میں پیدا ہوئے
ہیں، وہ یک قلم بے بنیاد ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو آپ دلی آئیں گے اور پرائم منسٹر سے
ملیں گے۔ میں پرائم منسٹر کی جانب سے اور اپنی جانب سے آپ کو یقین دلاؤں گا کہ
آپ جب کبھی ملنا چاہیں گے ہم نہایت خوشی کے ساتھ وقت نکالیں گے اور آپ کی

ملاقات کی خوشی حاصل کریں گے (۱)۔

ہوم منسٹر کا مقصد یہ تھا کہ پچھلے زمانے میں بعض مشنری سوسائٹیوں نے ماس کنورژن کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، وہ کنورژن کا صحیح طریقہ نہیں ہے اور اگر اس طرح کا طریقہ اب کام میں لایا جائے گا، تو گورنمنٹ اسے قابل اعتراض طریقہ سمجھے گی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو ہوم منسٹر نے اب کہی ہو۔ انڈی پنڈنس کے بعد اس بارے میں ذمہ دار مشنری جماعتوں سے بارہا اس بارے میں گفتگو ہوئی اور انھوں نے گورنمنٹ کے پوائنٹ آف ویو سے اتفاق کیا۔ اسی طرح جب انڈین کانسٹی ٹیوشن ترتیب دیتے ہوئے فنڈامنٹل رائٹس کا سبجکٹ پیش آیا تھا، تو کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی نے اس معاملے پر پوری طرح غور کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ "ماس کنورژن" کا طریقہ فی الحقیقت مذہبی کنورژن نہیں ہے۔ اسمبلی کے کرسچین ممبرز نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔

مذہبی کنورژن کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایک بالغ عمر کا آدمی اس بات پر غور کرتا ہے کہ اپنے مذہب کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ اور جب وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اسے اپنا مذہب چھوڑ کر ایک دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہیے تو وہ اپنی فری چوائس سے دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ یہ دماغ اور دل کا سچا کنورژن ہے اور اس کا حق ہر آدمی کو ملنا چاہیے۔

لیکن ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی سوشیل یا اکنامک کاز کی وجہ سے بہت سے آدمیوں کا ایک گروپ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ ایک مذہب کے سرکل سے نکل کر دوسرے مذہب کے سرکل میں داخل ہو جائے۔ اگر اس گروپ کے ہر انڈی وجول آدمی سے پوچھا جائے کہ اس نے پرانا مذہب کیوں چھوڑا تو وہ اس کے جواب میں کوئی ایسی بات نہیں بتلا سکے گا جس سے معلوم ہو کہ واقعی اس نے مذہبی سچائی کے پروبلم پر غور کیا ہے اور اس کو سمجھا ہے۔ اکثر حالتوں میں یہ گروپ یک قلم ناسمجھ اور جاہل آدمیوں کا ہوتا ہے جو کسی حال میں بھی اس قابل نہیں ہوتے کہ مذہب کے بارے میں کوئی

رائے قائم کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے کنورژن کو مذہبی کنورژن نہیں کہا جاسکتا۔ کنورژن کی جگہ اسے کسی دوسرے نام سے پکارنا چاہیے۔ لیکن کانسٹی ٹیوینٹ اسمبلی نے اسے "ماس کنورژن" کے نام سے پکارا تھا۔

اسی طرح نابالغ بچوں کا معاملہ ہے۔ اگر ان کو کوئی شخص کنورٹ کرتا ہے تو فی الحقیقت یہ کنورژن نہیں ہے۔

جہاں تک پہلے قسم کے کنورژن کا تعلق ہے، اس کا حق انڈیا میں ہر شخص کو حاصل ہے۔ ہر مذہب کا ماننے والا اگر چاہے تو اپنے مذہب کو پریچنگ کے ذریعے دوسروں کے آگے پیش کر سکتا ہے اور دوسروں کو پورا حق ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی فری چوائس سے اپنا مذہب بدل لیں۔ انڈین کانسٹی ٹیوشن نے اس حق کا اعتراف کیا ہے اور ایک منٹ کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا کا یہ منشا نہیں ہے کہ اس حق میں انٹرفیئر کرے۔ جہاں تک فارن کرسچین مشنریز کا تعلق ہے، بلاشبہ انھیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ جو بالغ عمر کا آدمی اپنی خوشی سے کرسچین ہونا چاہتا ہے، اسے کرسچین بنائیں۔ ان کے اس حق میں جو انھیں انڈین کانسٹی ٹیوشن نے دیا ہے کوئی مداخلت کرنی نہیں چاہتا۔

لیکن جہاں تک دوسری قسم کے کنورژن کا تعلق ہے، یعنی اس کنورژن کا مجھے یقین ہے کہ کانسٹی ٹیوینٹ اسمبلی کے کرسچین ممبروں کی طرح آپ بھی تسلیم کریں گے کہ یہ حقیقتاً مذہبی کنورژن نہیں ہے اور اب چاہیے کہ اس طرح کے کنورژن کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ ۴۷ء اور ۴۸ء میں میری جس قدر گفتگو فارن مشنریوں سے ہوئی تھی میں کہہ سکتا ہوں کہ سب نے تسلیم کیا تھا کہ اس طرح کے ماس کنورژن کا طریقہ مناسب نہیں ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ اسے اختیار کریں (۲)۔

[آزاد]

حواشی:

(۱) اس کے بعد کا حصہ خط آثارِ آزاد میں الگ اندراج نمبر ۳) کی صراحت کے ساتھ درج کیا گیا تھا۔ لیکن یہ اندراج نمبر ۲) ہی کا مسلسل مضمون تھا۔ کوئی الگ خط نہیں تھا، اس لیے اسے مسلسل کر دیا گیا۔

(۲) تبدیلیِ مذہب تاریخ مذاہب کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا آزاد نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ صرف ہندوستان کے دستور کا محض اعلان ہی نہ تھا، صاف محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے مولانا کی سوچی سمجھی راے اور ان کے قلب کا اطمینان بھی اسی فیصلے میں تھا۔ ان کا بیان حکومتِ ہند کے وزیر قانون کے بیان کا دفاع اور حکومت کی پالیسی کی صرف وضاحت ہی نہیں، اس کے ساتھ دلائل کی قوت بھی ہے۔ یہ نہ صرف مولانا آزاد کی ذاتی راے تھی بلکہ اکابر مسلمانانِ ہند کا سوچا سمجھا فیصلہ بھی یہی تھا۔

اس مسئلے پر مولانا محمد علی مرحوم کی کوششوں سے مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں ۲۳۔ ستمبر ۱۹۲۴ء کو دہلی میں ایک کانفرنس بین المذاہب بلائی گئی تھی۔ اس میں چند فیصلے یہ بھی کیے گئے تھے:

۷۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ چاہے جس مذہب کو مانے اور جب چاہے اسے بدل سکے۔ دھرم بدلنے کی وجہ سے وہ قابل تعزیر نہ سمجھا جائے گا اور نہ اس کو کسی قسم کی اذیت پہنچائی جائے گی۔

۸۔ ہر ایک فرد یا جماعت کا حق ہے کہ بحث کر کے یا سمجھا بجھا کر جو دوسرے مذہب میں چلا گیا ہو اسے واپس لاسکے، مگر زبردستی یا دھوکا دے کر یا کسی ناجائز طریقے سے مثلاً کسی چیز کا لالچ دے کر کوئی کسی کا مذہب تبدیل نہ کرائے۔

۹۔ تبدیلیِ مذہب کے متعلق کوئی پوشیدہ بات نہ ہونی چاہیے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے مذہب والوں کو ان کی اپنی جگہ میں عبادت گاہ بنانے سے روکے یا اس میں خلل ڈالے۔ نئی عبادت گاہ دوسرے مذہب کی عبادت گاہ سے کچھ دور بنائی جائے۔

۱۰۔ پندرہ آدمیوں کی ایک قومی پنچایت بنائی جائے اور اسے حق دیا جائے کہ مختلف مذہبوں کے مقامی نمایندوں کی راے سے وہاں مقامی پنچایت قائم کرے جو اس قسم کے

سبھی جھگڑوں کو نمٹا دیا کرے۔ پنچایت کو اپنے قواعد و ضوابط بنانے کا بھی حق ہو گا اس پنچایت کے صدر مہاتما گاندھی ہوں گے اور حکیم اجمل خان (مسلمان)، مسٹر سی ۔ کے ۔ نریمان (پارسی)، ڈاکٹر ایس ۔ کے ۔ دت (عیسائی)، ماسٹر سندر سنگھ لائلپوری (سکھ) ممبر خصوصی ہوں گے ۔ باقی ممبروں کو وہی چن لیں گے۔

اس کانفرنس میں مولانا آزاد (صدر)، ڈاکٹر انصاری، علی برادران، لالہ لاجپت رائے، کے ایف نریمان، بابو راجندر پرشاد، حکیم محمد اجمل قوم کے بہت سے نمائندے علما اور سکھ شریک ہوئے۔ (مولانا آزاد..... ایک سیاسی ڈائری ۔ ص ۷۰)

گریشیاس، کارڈینل: ۲	[۱۵۹]	اندراج #۱۳۲

ڈیر کارڈینل گریشیاس

تھینکس فور یور لیٹر آف ۲۔ جولائی (۱۹۵۳ء)۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ دلی آنے کا ارادہ کر رہے ہیں ۔ یہ بہت بہتر ہو گا کیوں کہ اس طرح کے معاملوں پر زبانی گفتگو ہی مفید ہوتی ہے۔

[آزاد]

نوٹ: تبدیلی مذہب کے جس مسئلے میں گریشیاس کے نام مولانا کے یہ دو خط ہیں، اسی مسئلے میں دیکھیے:

ڈکٹر کانجو کے نام خط نمبر: ۷

پنڈت جواہر لال نہرو کے نام خط نمبر: ۱۲

گوپالن، اے۔ کے: ۱	[۱۶۰]	اندراج #۱۱۴

ڈیر اے۔ کے گوپالن!

آپ کی چٹھی مورخہ .... مجھے وصول ہوئی ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایجوکیشن اسٹیٹ سبجکٹ ہے، اس لیے سنٹرل گورنمنٹ اس بارے میں ڈائریکٹ کوئی کارروائی نہیں کر سکتی ۔ البتہ وہ اسٹیٹ گورنمنٹ کو توجہ دلا سکتی ہے ۔

آپ نے جو شکایتیں لکھی ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو بلاشبہ قابل افسوس ہیں اور انھیں فوراً دور کرنا چاہیے ۔ میں اسٹیٹ گورنمنٹ کو اس بارے میں توجہ دلاتا ہوں اور دریافت کرتا ہوں کہ واقعی صورتِ حال کیا ہے ؟

[آزاد]

گوکھلے : ۱	[۱۶۱]	اندراج #۱۶۹

ٹو انڈین ایمبیسی کھٹ منڈو (نیپال)

میری جانب سے برٹش ایورسٹ اکسپیڈیشن کے لیڈر کرنل بی ۔ سی ہنٹ کو دلی مبارک پہنچا دیجیے ۔ ۱۹۲۱ء سے لے کر ۵۲ء تک ایک کے بعد ایک اٹیمپٹ کیے گئے، لیکن نیچر تلا ہوا تھا کہ لڑائی جاری رکھے ۔ دراصل یہ لڑائی نیچر اور انسانی عقل کے درمیان تھی ۔ بالآخر دوسرے بے شمار میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی عقل انسانی کا عزم فتح یاب ہوا ۔

ابو الکلام آزاد

آفیشیٹنگ پرائم منسٹر آف انڈیا

گوکھلے : ۲	[۱۶۲]	اندراج #۱۳۶

فروم آزاد ٹو گوکھلے

یور ٹیلی گرام نمبر ۵۵۲۳ / ۵۵۲۲ ملا ۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ تن زنگ کیونسٹ اور نیپالی کانگرس کی باتوں میں آگیا اور برٹش اکسپیڈیشن سے الگ رہنے کی کوشش کی ۔ جہاں تک ایورسٹ کو سر کرنے کا تعلق ہے، سارا کریڈٹ اکسپیڈیشن

کے ٹیم ورکس اور اس کے لیڈر کی آرگنائزنگ کیپیسٹی کو ملنا چاہیے۔ مہربانی کر کے برٹش ایمبیسڈر کو میری طرف سے کہہ دیجیے کہ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ تن زنگ کوئی غلط طریقہ اختیار نہ کرے۔ کلکتہ میں کل اس نے جو اسٹیٹ منٹ دیا ہے وہ اچھا ہے، لیکن انگلینڈ جانے کے بارے میں صاف نہیں ہے۔ ہمارا مشورہ یہ ہو گا کہ وہ بلاتامل لنڈن جائے۔

[آزاد]

گوکھلے: ۳	[۱٦۳]	اندراج #۱۷۴

مسٹر گوکھلے (نیپال) کو لکھ دیجیے کہ گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ انڈین میڈل مسٹر ہیلیری کو بھی دیا جائے۔ برٹش اتھاریٹی کو اس بارے میں لکھا گیا ہے۔ آپ کو ابھی سے اطلاع دے دی جاتی ہے تاکہ آپ سرجان ہنٹ اور ہیلیری کو انڈین گورنمنٹ کے فیصلہ کی خبر دے دیں۔ ۲۹۔ جون کو گورنمنٹ ہاوس کے ایک خاص فنکشن میں تن زنگ اور ہیلیری دونوں کو میڈل پہنایا جائے گا۔

PLEASE CABLE IMMIDIATELY FULL NAMES AND CORRECT SPELLINGS OF TENSING AND HILLERY(۱)

[آزاد]

حاشیہ:

(۱) یہ جملہ انگریزی میں خط پر اسی طرح درج ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "براہِ کرم مکمل ناموں کا تار فوراً روانہ کیجیے اور تن زنگ اور ہیلیری املا درست کیجیے"۔

ان دونوں کے پورے نام اور املا یہ ہے:

1. Sri Tenzing Nokay
2. Sir Edmund Hillary

کوکھلے:۲	[۱۶۴]	اندراج #۱۸۲

فروم آزاد ٹو گوکھلے!

مجھے اس تجویز سے اتفاق ہے کہ سرجان ہنٹ (Sir John Hunt) کو بھی ایک اسپیشل انڈین میڈل دیا جائے۔ میں آرڈر دے رہا ہوں کہ اب تین میڈل تیار کیے جائیں۔ میڈل دینے کی رسم اس ترتیب سے ادا کی جائے گی۔

فرسٹ : جان ہنٹ

سیکنڈ : تن زنگ

تھرڈ : ہیلیری

مسز تن زنگ اور ان کی دونوں لڑکیوں کو گورنمنٹ کے خرچ پر کھٹ منڈو سے روانے کردیا جائے۔ یہاں سے انھیں واپس دارجلنگ پہنچا دیا جائے گا۔

[آزاد]

گیری:۱	[۱۶۵]	اندراج #۱۸۳

مائی ڈیر گیری!

آپ نے مسٹر کٹیال کے بارے میں جو چٹھی پرائم منسٹر کو لکھی تھی وہ انھوں نے مجھے دکھائی تھی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اس طرح کے معاملوں کی ساری ذمہ داری منسٹر انچارج پر ہے، اگر منسٹر کسی شخص کے لیے محسوس کرتا ہے کہ اس کی منسٹری کے لیے وہ موزوں نہیں ہے، تو ہم یقیناً اس پر زور نہیں ڈال سکتے کہ وہ ضرور اس آدمی کو رکھے۔ اس بارے میں ہمیں اس کی رائے پر اعتماد کرنا چاہیے۔

لیکن جہاں تک حالات کا مجھے علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بارے میں اصلی جھگڑا کٹیال اور سین کا تھا۔ کسی وجہ سے دونوں میں ان بن ہوئی اور پھر یہ بڑھتی گئی۔ قصور دونوں کا تھا۔ کسی ایک سائڈ ہی کو قصوروار نہیں کہا جاسکتا۔ بہرحال وہ وقت

گزر گیا۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں، اب کٹیال کو اپنی غلطی کا کافی احساس ہے، اور وہ سمجھ گیا ہے کہ کام کرنے کا صحیح طریقہ یہ نہیں ہے کہ ڈیپارٹمنٹ کے ذمہ دار آفیسرز سے برابر جھگڑا قائم رکھا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی حالت پر آپ کو توجہ دلاؤں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کٹیال کے بارے میں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں؟ اس شخص نے لنڈن میں اپنی ایک زندگی بنالی تھی اور مطمئن زندگی بسر کر رہا تھا۔ ہم نے اسے یہاں کام پر لگایا اور یقین دلایا کہ اس کے انٹرسٹ کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اب اسے بیکاری کے حوالے کر دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ اس بارے میں جو کچھ کر سکتے ہیں ضرور کریں گے۔

[آزاد]

متھائی، ڈاکٹر: ۱	[۱۶۶]	اندراج #۷۷

مائی ڈیرڈاکٹر متھائی!

دعوتی کارڈ کے لیے شکریہ جو آپ نے اپنے لڑکے کی میرج کے موقع پر بھیجا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ رشتہ دونوں کے لیے اور دونوں کے خاندانوں کے لیے خوشی اور برکت کا ذریعہ ثابت ہو۔

مہربانی کر کے مسز متھائی کو بھی یہ چٹھی دکھا دیجیے اور میرا اسلام پہنچا دیجیے۔

۱۹۔ نومبر ۱۹۵۴ء

[آزاد]

محمد علی، بوگرا (۱): ۱	[۱۶۷]	اندراج #۴۶

ڈیر محمد علی!

مجھے یاد نہیں کہ کبھی کلکتہ میں آپ سے ملاقات ہوئی ہو، لیکن آپ کے مرحوم نانا میرے دوست تھے۔ اس لیے آپ میرے لیے اجنبی نہیں ہو سکتے۔

میں آپ کو تہہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے ایک نازک موقعہ پر پاکستان کو صحیح لیڈ دی ہے اور پاکستان اور انڈیا دونوں کی خدمت انجام دی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاؤں گا کہ جہاں تک انڈیا کا تعلق ہے، آپ دیکھ لیں گے کہ امن، دوستی اور برادرانہ آمادگی میں اس کی طرف سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔

آپ لنڈن میں جواہر لال سے ملیے اور پھر جولائی میں دہلی آیئے۔ پاکستان اور انڈیا کا پروبلم ہمیں حل کرنا ہے اور ہم حل کر کے رہیں گے۔

[آزاد]

۲۲-۲۳ مئی ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) محمد علی بوگرا وزیر اعظم پاکستان (اپریل ۱۹۵۳ء تا اگست ۱۹۵۵ء، وفات: ۲۳۔ جنوری ۱۹۶۳ء)

منسٹر آف کیبنٹ ڈویژن: ۱ [۱٦٨] اندراج #۱۷۱

پروڈکشن منسٹری کا یہ طریق کار یقیناً قابل اعتراض ہے کہ بغیر کیبنٹ کی اطلاع اور منظوری کے پہلا بیچ بھیج دیا گیا اور اب جب کہ ان کی ٹریننگ کی مدت پوری ہو چکی ہے تو کیبنٹ کی منظوری کے لیے نوٹ بھیجا گیا ہے۔ نوٹ میں بروقت منظوری نہ لینے کی جو وجہ ظاہر کی گئی ہے میں اسے سمجھ نہ سکا۔ اگر یو۔کے گورنمنٹ نے ان کے بیج کا انتظام کیا تھا اور اس لیے ان کی روانگی ملتوی نہیں کی جا سکتی تھی، تو اس کی وجہ سے منسٹری کو کیا مجبوری پیش آئی کہ کیبنٹ کو باقاعدہ منظوری کے لیے نہیں لکھا گیا؟ وہ نوٹ میں یہ صورتِ حال لکھ دے سکتی تھی۔

بہر حال میں امید کرتا ہوں کہ آیندہ ایسی غلطی نہیں کی جائے گی۔

میرا یہ نوٹ پروڈکشن منسٹری کے نوٹ کے ساتھ کیبنٹ منسٹروں میں سرکلیٹ کر دیا جائے۔

[آزاد

منسٹر آف کیبنٹ ڈویژن: ۲ [۱۶۹] اندراج #۱۷۲

(بعد میں شاید مولانا نے یہ خیال فرمایا کہ اس نوٹ کا کیبنٹ منسٹروں میں محض سرکلیٹ کر دینا کافی نہ ہوگا۔ یہ بہت بڑی بے ضابطگی تھی۔ اس پر بحث ہونا اور آیندہ اس قسم کی بے ضابطگی کے انسداد کے لیے کارروائی ضروری تھی۔)

میں نہیں خیال کرتا کہ ایک ایسے اہم معاملے کی نسبت یہ کارروائی کافی ہوگی کہ ایک نوٹ کیبنٹ کے ممبروں میں سرکلیٹ کر دیا جائے اس پر کیبنٹ کی میٹنگ کو غور کر کے فیصلہ کرنا چاہیے۔

اسے آیندہ میٹنگ کے لیے رکھا جائے۔

منسٹر آف کیبنٹ ڈویژن: ۳ [۱۷۰] اندراج #۱۸۰

میں سمجھتا ہوں، کامرس اینڈ انڈسٹری منسٹر کی اس رائے میں وزن ہے کہ اکنامک اینڈ سوشیل کونسل کا زیادہ تعلق فائنانس منسٹری اور کامرس اینڈ انڈسٹری منسٹری سے ہے، اس لیے اس کے ڈیلی گیشن کے سلیکشن میں انھیں رائے دینے کا موقعہ دینا چاہیے۔

پرائم منسٹر کی عدم حاضری سے کیبنٹ کا ضروری کام روکا نہیں جاسکتا۔ کل ۲۱۔ جون سنڈے کو ساڑھے چار بجے گورنمنٹ ہاوس کیبنٹ روم میں کیبنٹ میٹنگ بلائی جائے تاکہ اس بارے میں ضروری ڈسکشن کیا جاسکے۔

ان فیکٹ میں ارادہ کر رہا تھا کہ کل ایک کیبنٹ میٹنگ بلائی جائے تاکہ کوریا سچویشن ممبروں کو بتلایا جاسکے اور نیپال میں جو ادھر ڈیولپ منٹ ہوا ہے، اس کی تفصیلات بھی کیبنٹ ممبروں کے سامنے آجائیں۔ اب اس معاملہ کی بھی ضرورت پیش آگئی ہے۔

ایجنڈے میں فارن افیئرز منسٹری کے طرف سے "ڈیلی گیشن ٹو دی ۱۶ سیشن آف دی ایکانامک اینڈ سوشیل کونسل" کا آیٹم رکھا جائے اور ایجوکیشن منسٹری کی طرف سے "کوریا سچویشن اینڈ سم آسپکٹ آف نیو ڈیولپ منٹس ان نیپال" رکھا جائے۔

شری مہاویر تیاگی (Shri Mahavir Tyagi)، شری انیل کمار چنداڈپٹی منسٹرا کسٹرنل افیئرز کو بھی دعوت دی جائے۔

[آزاد]

منشی (۱) : ۱	[۱۷۱]	اندراج #۱۳

مائی ڈیر منشی!

کچھ دن ہوے آپ کی چٹھی مجھے بمبئی بھون کے بارے میں ملی تھی اور میں نے ڈاکٹر بھٹناگر کو ہدایت کر دی کہ اس بارے میں جو کارروائی سردست کی جاسکتی ہے کی جائے۔ امید ہے کہ انھوں نے آپ کو صورتِ حال کی اطلاع دے دی ہو گی۔ ود تھ ریگارڈ۔

[آزاد]

۲۸۔ مارچ ۱۹۵۳ء

حاشیہ:

(۱) کے۔ ایم منشی گورنر یوپی (۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۸ء)

مہاراجا۔ خاندان ٹیگور : ۱	[۱۷۲]	اندراج #۱۳۶

ڈیر مہاراجہ صاحب!

تھینکس فور یور لیٹر آف .... آپ لکھتے ہیں کہ "آئی انڈراسٹینڈ ...." مجھے یہ پڑھ کر سخت سرپرائز ہوا، کیوں کہ شری آردن گھوش سے میری جو گفتگو ہوئی تھی وہ اس بات سے بالکل اپوزٹ تھی جو آپ نے لکھی ہے۔ میں نے ان سے صاف صاف یہ

بات کہہ دی تھی کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے لیے مشکل ہے کہ وہ یہ کلکشن سردست خرید کرسکے۔

جب پہلے پہل یہ بات میرے علم میں آئی تھی تو میں نے منسٹری کے سکریٹری کو ہدایت کی تھی کہ وہ ضروری انفارمیشن اس بارے میں منگوالیں۔ جو کاغذات ان کے پاس آئے، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کلکشن کا بڑا حصہ ویسٹرن آرٹ سے تعلق رکھتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ویسٹرن آرٹس میں بھی ضرور انٹرسٹ رکھتی ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسے پریاریٹی نہیں دے سکتی۔ وہ سردست جتنی چیزیں آرٹ گیلری کے لیے جمع کرتی ہے، انڈین آرٹ کی کرتی ہے۔

علاوہ بریں گورنمنٹ کے لیے مشکل ہے کہ وہ سردست کوئی بہت بڑی رقم اس کام کے لیے نکال سکے۔

[آزاد]

مہاراجہ نابھہ: ۱ [۱۷۳] اندراج #۲۰۵، ۲۰۶

مائی ڈیر مہاراجہ صاحب!

چند دن ہوئے آپ دہلی میں اپنی والدہ سے ملے اور پھر مجھ سے بھی ملے، اور مجھے اطمینان دلایا کہ اب آپ میں اور آپ کی والدہ میں جائداد کے بارے میں کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا ہے اور آپ نے تمام باتیں ان کی خواہش کے مطابق طے کر دی ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی، لیکن اب اچانک ایک ایسی بات میرے نوٹس میں لائی گئی ہے کہ اگر میں اسے صحیح مان لوں تو مجھے فوراً وہ پوری رائے بدلنی پڑے گی جو میں نے آپ کے بارے میں قائم کی تھی۔ میری دلی خواہش ہے کہ مجھے ایسا نہ کرنا پڑے۔

آپ جب پچھلی دفعہ اپنی ماں سے ملے اور انھیں ہر طرح اطمینان دلایا تو انھوں نے آپ سے کہا کہ ان کی پہلی خواہش یہ ہے کہ انگلینڈ کے مکان کے بارے میں جو آپ

نے قانونی کارروائی میرے خلاف کی ہے، اسے واپس لے لیجیے۔ آپ نے اس سے اتفاق کیا۔ چناں چہ آپ کے اتفاق اور آپ کے علم سے انھوں نے ۱۵۔ مارچ کو ایک چٹھی لندن کے سالسٹر کو لکھی، جس کی کاپی میں اس چٹھی کے ساتھ بھیجتا ہوں۔

اس چٹھی کے جواب میں ان کے سالسٹر کی جو چٹھی مورخہ ۲۶۔ مارچ ۵۳ء کی آئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو آپ نے اپنی والدہ کو یقین دلایا کہ میں انگلینڈ کی جائیداد کے بارے میں اپنا دعویٰ واپس لے لیتا ہوں، دوسری طرف اپنے سالسٹر کو بالکل اس کے خلاف ہدایت کی اور یہ بھی لکھ دیا کہ اس طرح کی چٹھی میری ماں کی طرف سے جائے گی اور ان کا سالسٹر اس طرح کی بات تمھیں لکھے گا، تم اسے ہرگز تسلیم نہیں کرنا! میں اس چٹھی کی بھی کاپی آپ کو بھیجتا ہوں۔

قبل اس کے کہ میں اس بارے میں کوئی رائے قائم کروں، یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ سے اصلی حالت دریافت کر لوں۔ چوں کہ اب اس معاملے میں میری ذمہ داری بھی شامل ہو گئی ہے، اس لیے مہربانی کر کے مجھے بتلایے کہ جو بات آپ کی والدہ کے سالسٹر کی چٹھی سے معلوم ہوئی ہے، کیا وہ صحیح ہے؟

[آزاد]

---- ---- ۱۹۵۳ء(۱)

یہ دونوں چٹھیاں ہمارے پاس رہیں گی۔ ان کی کاپیاں مہاراجہ نابھہ کو بھیجی جائیں گی۔ لہٰذا ان کی کاپیاں کرا لیجیے (۲)۔

حواشی:

(۱) اس خط پر صرف سنہ درج ہے، تاریخ نہیں، لیکن خط کی اندرونی عبارت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ خط اپریل ۱۹۵۳ء کا ہوگا، یا زیادہ سے زیادہ مئی کا۔

(۲) یہ جملے اندراج نمبر ۲۰۶ کی صراحت کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ لیکن یہ کوئی الگ رقعہ نہیں، بلکہ یہ جملے بہ طور ہدایت مولانا نے زیر نظر خط (اندراج نمبر ۲۰۵) ہی کے سلسلے

میں لکھے تھے۔ "دونوں چٹھیاں" سے مراد ایک تو مولانا کا یہی خط ہے اور دوسری ۲۶۔ مارچ ۱۹۵۳ء کی لندن سے سالسٹر کی چھٹی ہے۔

استدراک:

مہاراجہ نابھ پرتاب سنگھ اور ان کی والدہ مہارانی امرت کور کے اختلافات پر دیوان سنگھ مفتون کے ایک بیان سے روشنی پڑتی ہے، لیکن ہمارے لیے زیادہ دل چسپی کی چیز یہ ہے کہ اس سے مولانا آزاد کی فکر اور سیرت کا ایک خاص گوشہ نمایاں ہوتا ہے۔ یہ بیان ہفت روزہ "چٹان" لاہور (۶۲-۹-۱۷) نے مفتون کی یادگار تصنیف "ناقابل فراموش" سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"موجودہ مہاراجہ نابھ شری پرتاب سنگھ اور ان کی والدہ کے باہمی تعلقات کشیدہ تھے۔ ان مہاراجہ اور حقیقی بھائیوں کے درمیان مقدمہ بازی بھی ہو رہی تھی۔ مہاراجہ کی والدہ راجکماری امرت کور ہیلتھ منسٹر گورنمنٹ کے پاس گئیں اور اپنے بیٹے کے خلاف شکایتوں کے سلسلے میں یہ بھی کہا کہ ان کے دوسرے بچوں (یعنی مہاراجہ کے بھائیوں) کی رہائش کے لیے جگہ تک نہیں اور ان کو ڈیرہ دون کی ایک کوٹھی دی جائے، جہاں یہ اپنے بچوں کے ساتھ رہ سکیں۔ راجکماری نے یہ تمام واقعات پنڈت جواہر لال سے بھی بیان کیے۔ پنڈت جواہر لال نے یہ مسئلہ مولانا ابو الکلام آزاد کے سپرد کیا۔ مولانا مرحوم نے مہاراجہ کو طلب فرمایا اور نصیحت کی کہ وہ اپنی والدہ کے مطالبات پر لبیک کہتے ہوئے ڈیرہ دون کی کوٹھی انھی کو دے دے۔ مہاراجہ نے مولانا سے کوٹھی دینے کا وعدہ کر لیا اور یہ جب واپس نئی دہلی کے دھول پور ہاؤس (جہاں مہاراجہ مقیم تھے) پہنچے اور ان کی بیوی یعنی مہارانی نے حالات سنے تو اس خاتون نے ڈیرہ دون کی کوٹھی دینے کی مخالفت کی اور کہا کہ وہ خود مولانا سے بات چیت کریں گی۔ چناں چہ یہ میاں بیوی مولانا کی کوٹھی پہنچے اور انھوں نے پرائیویٹ سیکرٹری محمد اجمل خاں کی معرفت مولانا کو اطلاع کرائی اور ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا نے پوچھا کہ یہ میاں بیوی کیا کہنا چاہتے ہیں۔ محمد اجمل خاں نے بتایا کہ مہاراجہ کی بیوی ڈیرہ دون کی کوٹھی راج ماتا کو دینے کے حق میں نہیں ہے اور وہ اس بارے میں خود بات چیت کرنا چاہتی ہیں۔ مولانا نے سنا تو اجمل خاں صاحب سے کہا "ان سے کہہ دو کہ میں ایسے لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتا جن کو اپنی زبان کا پاس نہ ہو اور جو اپنے وعدے پر قائم نہ رہیں

"چناں چہ مہاراجہ اور ان کی بیوی نے بہت کوشش کی کہ مولانا ان کی بات سن لیں مگر مولانا نے قطعی انکار کر دیا۔ یہ واقعہ جب مولانا نے خود راقم الحروف کو سنایا تو اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد آپ نے یہ بھی کہا" جو لوگ اپنی زبان اور اپنے وعدے کے پابند نہ ہوں ان کی تو شکل بھی نہ دیکھنی چاہیے۔"

مہارانی:۱	[۱۷۴]	اندراج #۱۹۷

ڈیر مہارانی صاحبہ!

آپ کی چٹھی مورخہ .... وصول ہوئی۔ کچھ روپیہ ایجوکیشن منسٹری نے پبلک اسکولوں کی نان ریکرینگ مدد کے لیے رکھا ہے۔ میں نے سکریٹری کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس بارے میں ضروری کارروائی کریں۔ وہ آپ کو اس بارے میں لکھیں گے

[آزاد]

نواب صاحب رام پور:۱	[۱۷۵]	اندراج #۵۵

مائی ڈیر نواب صاحب!

تھینکس فور یور لیٹر آف ۲۳۔ مئی ۵۳ء اباؤٹ رضا لائبریری مینجنگ کمیٹی۔ میں نے ضروری آرڈر دے دیے ہیں۔ ۵۔ جون کی میٹنگ میں دونوں شریک ہوں گے۔ یعنی ڈائرکٹر آرکیالاجیکل ڈیپارٹمنٹ اور ڈائرکٹر نیشنل آرکائیوز۔

ڈائرکٹر نیشنل آرکائیوز کو آپ کمیٹی کے لیے کوآپٹ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس بارے میں ضروری کارروائی کر دی ہے۔

آپ مطمئن رہیں، میں یوپی گورنمنٹ سے لائبریری کے بارے میں خط و کتابت کر رہا ہوں۔

[آزاد]

۲۸۔ مئی ۱۹۵۳ء

نواب صاحب رام پور: ۲ [۱۷۶] اندراج #۸۱

مائی ڈیر نواب صاحب!

آئی تھینک یو فور یور انویٹیشن ٹو ڈنر پارٹی۔ میں اس موقعہ پر نہایت خوشی سے شریک ہوتا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں نے تین برس سے رات کے فنکشنز میں شرکت ترک کر دی ہے۔ کیوں کہ ڈاکٹروں نے میری صحت کی کمزوری دیکھتے ہوئے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اس بارے میں احتیاط کروں۔ دلی میں میری یہ معذوری سب کو معلوم ہے، حتیٰ کہ گورنمنٹ ہاؤس کے فنکشنز میں بھی میں شریک نہیں ہوتا۔ امید ہے کہ آپ میری معذرت قبول کر لیں گے۔

مہربانی کر کے بیگم صاحبہ کو میرا اسلام پہنچادیں اور برتھ ڈے کی "مبارک باد"

[آزاد]

۲۔دسمبر ۱۹۵۴ء

نواب صاحب رام پور: ۳ [۱۷۷] اندراج #۸۳

مائی ڈیر نواب صاحب!

تھینکس فور یور لیٹر آف ۵۴-۱۲-۱۵۔ میں آپ کی دعوت کے لیے شکر گزار ہوں، لیکن جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں، کانگرس کے اجلاس کے موقع پر کاموں کا نیچر ایسا ہوتا ہے کہ اگر آدمی کانگرس کیمپ میں نہ ٹھہرے تو وہ آسانی کے ساتھ تمام ضروری جلسوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اس لیے اگر میں اس موقعہ پر مدراس گیا تو میرے لیے ممکن نہ ہو گا کہ میں کسی دوسری جگہ ٹھہروں۔ امید ہے کہ آپ میری معذرت قبول کر لیں گے۔

[آزاد]

۲۰۔دسمبر ۱۹۵۴ء

نواب صاحب رام پور :۴	[۱۷۸]	اندراج #۸۵

مائی ڈیر نواب صاحب!

آپ کی لڑکی کی "رخصتی" کی تقریب کی دعوت کا کارڈ مجھے ملا، جس کے لیے شکر گذار ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ تقریب دونوں کے لیے اور دونوں کے خاندانوں کے لیے خوشی اور برکت کا موجب ہو۔ مہربانی کر کے ہر ہائنس بیگم صاحبہ کو میرا اسلام پہنچا دیجیے۔

[آزاد]

۲۳۔ دسمبر ۱۹۵۴ء

نواب صاحب رام پور :۵	[۱۷۹]	اندراج #۱۲۱

مائی ڈیر نواب صاحب!

میں نے آپ سے مدرسہ عالیہ رام پور کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ میں نے اس معاملے پر پوری طرح غور کیا، اب میں اس پوزیشن میں ہوں کہ آپ کو مشورہ دوں

آپ کی رائے مدرسہ کے دو پروفیسروں کی نسبت (جو پرنسپل شپ کے خواہش مند ہیں) صحیح ہے۔ انھیں پرنسپل بنانا مناسب نہ ہو گا۔ لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ موجودہ پرنسپل الگ ہو جائیں اور ان کی جگہ کسی ایسے "عالم" کو مقرر کیا جائے جس کی قابلیت مانی ہوئی ہو۔ ایسے کئی آدمی میری نظر میں ہیں۔

یہ کارروائی آپ کی مرضی سے ہونی چاہیے اور خود آپ کو کرنی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اس بات کا بہت اچھا اثر ان لوگوں پر پڑے گا جو کل تک آپ کی رعایا تھے اور آج بھی آپ کو پہلے کی طرح اپنی "سرکار" یقین کرتے ہیں۔

[آزاد]

نواب صاحب رام پور: ٦	[۱۸۰]	اندراج #۱۵۲

مائی ڈیر نواب صاحب!

میں نے رضا لائبریری کے بارے میں چیف منسٹر یو۔پی سے بہ تفصیل گفتگو کی اس شکایت پر کہ لائبریری کے اسٹاف کو بروقت تنخواہیں نہیں ملتیں، انھوں نے سخت تعجب کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم تیس ہزار روپیہ سالانہ لائبریری کے لیے دے دیتے ہیں۔ اب یہ نواب صاحب اور بورڈ کا کام ہے کہ اسٹاف کو بروقت تنخواہ ملے۔ اس کی ذمہ داری یو۔پی گورنمنٹ پر نہیں ہو سکتی۔

اس بارے میں بھی کہ لائبریری کو دربار ہال قلعہ میں ٹرانسفر کیا جائے، میں نے گفتگو کی وہ تیار ہیں کہ اس بارے میں جو کچھ کرنا ضروری ہے، کیا جائے۔ اب مہربانی کر کے کسی سے کہیے کہ وہ پوری طرح غور کر کے مجھے ایک تخمینہ مصارف کا بھیج دے، یعنی دربار ہال کی ضروری مرمت کے لیے کتنے روپے کی ضرورت ہے؟ اور پھر کتابوں کا ٹرانسفر کرنے کے لیے مصارف کا کیا اندازہ ہے؟ میں فوراً اس بارے میں ضروری کارروائی انجام دوں گا۔

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہیں۔

[آزاد]

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱	[۱۸۱]	اندراج #۱۶۰

مولانا کا یہ خط ۱۹۵۰ء کا ہے۔ جب نیپال میں صورتِ حال بگڑی اور کنگ آف نیپال کو ملک سے راہِ فرار اختیار کرنی پڑی تھی۔ وہ پہلے تھائی لینڈ چلے گئے تھے، وہاں سے ہندوستان آئے تھے، پھر ان کے لیے وطن واپسی کی راہ ہموار ہو گئی تھی۔

ہاں اگر کنگ نے اس طرح کی درخواست کی، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم انکار کریں۔ ہم بخوشی اسے انڈیا آنے کا موقعہ دیں گے۔ لیکن ہمیں اپنی طرف سے کوئی بات

ایسی نہیں کرنی چاہیے جس کا یہ مطلب نکالا جاسکے کہ ہم نے اپنی غرض سے اس سچویشن کو اکسپلائٹ کرنا چاہا۔ ہمیں اپنی ایمبیسی بنکاک کو اس بارے میں ابھی کسی طرح کا انسٹرکشن نہیں دینا چاہیے۔ صرف یہ لکھنا چاہیے کہ حالات کی اسٹیڈی کرتے رہیں۔

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲	[۱۸۲]	اندراج #۱۴۳

---- ---- ----

مجھے خود خیال ہوا تھا کہ ہمیں یہاں اب نہ صرف یو۔ ایس اور چائنا ایمبیسیز سے بلکہ کمیشن کے تمام ممبر اسٹیٹوں کے نمایندوں سے بیچ میں آنا چاہیے اور انھیں کہہ دینا چاہیے کہ گورنمنٹ آف انڈیا چاہتی ہے کہ کمیشن کے سلسلے میں تمام باتیں باہمی مشورے اور اتفاق کے ساتھ ہوں۔

کمیشن ایک نیوٹرل کمیشن ہے اور وہ اپنی اس حیثیت کو ہر بات میں قائم رکھے گا۔

پولینڈ کا نمایندہ یہاں نہیں ہے، مگر میں سمجھتا ہوں۔ یو۔ ایس۔ ایس۔ آر ایمبیسی کے ذریعے ہم پولینڈ سے تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔

سکریٹری فارن افیئرز ضروری ایکشن لیں۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۳	[۱۸۳]	اندراج #۱۴۴،176

کوڈ کیبل

نیپال کے بارے میں لیٹسٹ سچویشن رتن نے آپ کو بتلا دیا ہے۔ ایم کویرالا نے اگر منسٹری بنائی تو اس سے سچویشن قابو میں نہیں آئے گا۔ شاید ایک نئی شورش کے لیے سگنل کا کام دے۔ لیکن اتنا فائدہ ہو گا کہ ایک آدمی ٹاپ پر آجائے گا جو گورنمنٹ نیپال کے نام سے ہماری مدد مانگ سکے گا (اسٹاپ)۔

کوریا کمیشن کے بارے میں چاہیے کہ ہم پریسیڈنٹ رہی (RHEE) کے بلف کو اگنور کریں (اسٹاپ) ۔ افسوس ہے کہ سوئس نے خواہ مخواہ اسے اہمیت دے دی ہے (اسٹاپ) ۔ میں نہیں خیال کرتا کہ پانچ ہزار انڈین آرمی مین سے زیادہ کی ضرورت ہو گی ۔ اگر کیمپوں کی تعداد کم رکھی جائے، جو کم رکھی جا سکتی ہے، تو شاید پانچ ہزار بھی ضرورت سے زیادہ ہو (اسٹاپ) ۔ اس میں شک نہیں کہ فائنانشیل ذمہ داری کا سوال طے پیدا ہوتا ہے، لیکن میری رائے میں یہ سوال ہمیں نہیں اٹھانا چاہیے ۔ ورلڈ پیس کی خا اگر ہمیں خرچ کا بوجھ اٹھانا بھی پڑے، تو اٹھانا چاہیے (اسٹاپ) ۔

کل شیخ عبداللہ سے دو گھنٹے تک باتیں ہوئیں، آج پھر ہوں گی ۔ امیڈیئٹ خطرہ جو پیدا ہو گیا تھا، اب وہ ٹل گیا ہے ۔ انھوں نے مان لیا کہ سردست وہ پبلک کے سامنے کوئی بات نہیں رکھیں گے ۔ اب باتیں اصلی پروبلم پر ہو رہی ہیں ۔ کل نیشنل کانفرنس ورکنگ کمیٹی کے ممبروں سے ملوں گا (اسٹاپ) ۔

محمد علی سے جو باتیں ہوئیں اس کا امپریشن آپ پر کیا ہوا؟ مہربانی کر کے لکھیے (ا) ۔

یہ یادداشت لکھنے کے بعد مولانا کو کوریا کے مسئلے میں مزید وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ چناں چہ مندرجہ ذیل یادداشت لکھ کر دی کہ اس کا ٹیلگرام میں اضافہ کر دیا جائے ۔ اس کا رجسٹر میں ۱۷۶ نمبر ہے ۔

اتنی عبارت اور بڑھا دی جائے:

" ساؤتھ کورین گورنمنٹ نے کھلے طور پر یو ۔ این سے بغاوت کر دی ہے ۔ ہمیں کوریا کے معاملے میں ڈائرکٹ دخل دینے کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب نیوٹرل کمیشن کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے تو ہم اس سچویشن کو نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ ہمیں زور ڈالنا چاہیے کہ پریسیڈنٹ رہی کے خلاف فوراً افیکٹو اسٹیپ لینا چاہیے ۔ اس نے ابھی پہلا قدم اٹھایا ہے اور یقیناً وہ کوئی دوسرا قدم بھی اٹھائے گا ۔ ورلڈ پیس کا مسئلہ ایک

کرپٹ اور فیناٹک آدمی کی خاطر قربان نہیں کیا جاسکتا۔ یو۔ ایس اور یو۔ کے، دونوں کو صاف صاف ہمارا ڈمانڈ معلوم ہونا چاہیے۔"

نوٹ: مولانا ابوالکلام آزاد قائم مقام وزیراعظم ۱۱۔ جون ۱۹۵۳ء کو سری نگر پہنچے تھے۔ انھوں نے اس روز یا دوسرے روز (۱۲۔ جون) کو شیخ عبداللہ سے بات چیت کی ہوگی۔ مولانا اس خط میں پنڈت جی کو لکھتے ہیں: "کل شیخ عبداللہ سے دو گھنٹے باتیں ہوئیں۔ آج پھر ہوں گی" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کا یہ خط ۱۱ یا ۱۲۔ جون کا ہے۔

پنڈت جی اس زمانے میں ملکہ الزبتھ کے جشن تاج پوشی اور دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے ہوئے تھے۔ مولانا چاہتے تھے کہ کشمیر کا مسئلہ وہاں کے عوام کے مفاد میں شیخ عبداللہ اور نیشنل کانفرنس کے رہنماؤں کی موجودگی میں طے ہو جائے۔

پاکستان کے وزیراعظم محمد علی بوگرا بھی اسی سلسلے میں لندن گئے ہوئے تھے اور دونوں رہنماؤں میں اس مسئلے پر گفتگو کے لیے ملاقات پروگرام میں شامل تھی۔ مولانا آزاد اس ملاقات کے نتائج معلوم کرنے کے لیے بے چین نظر آتے ہیں۔

۲۔ جون کو ملکہ کی تاج پوشی کی رسم وی۔ ایم گرجا گھر لندن میں تزک واحتشام سے انجام پائی تھی اور ۹۔ جون کو پاک وہند کے وزرائے اعظم کی گفتگو شروع ہو چکی تھی

خط کے دیگر مسائل میں ایک مسئلہ نیپال کے اندرونی خلفشار کا تھا جو ہندوستان کے لیے باعث تشویش تھا۔ کوریا کا مسئلہ پچھلے چھ سات سال سے الجھا ہوا تھا۔ مولانا اس مسئلے کو عالمی امن کے تناظر میں دیکھتے تھے اور مسئلے کے حل کے لیے ہندوستان نے بعض ذمہ داریاں بھی قبول کرلی تھیں اور مولانا کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں ہندوستان کو زیادہ ایثار، ہمت اور فراخ دلی سے کام لینا چاہیے۔ جیسا کہ مولانا کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۴ [۱۸۴]	اندراج#۱

مائی ڈیر جواہر لال!

میں چاہتا ہوں ڈیفنس منسٹری کے معاملات میں زیادہ دل چسپی لوں۔ کیا مہربانی کر کے آپ کیبنٹ سیکریٹریٹ کو ہدایت کر دیں گے کہ آیندہ جب ڈیفنس سب کمیٹی کی میٹنگ ہو تو اس کی نوٹس اور ایجنڈا مجھے بھی بھیج دیا جائے۔ جو ایجنڈا ایسا ہوگا جس کے غور و فکر کرنے میں میں بھی شریک ہونا چاہوں گا اس میں شریک ہو جاؤں گا(۱)۔

آزاد

حواشی:

(۱) مولانا کا یہ خط اس زمانے کا ہے جب ڈیفنس کا پورٹ فولیو بھی پنڈت جی کے پاس تھا۔ پنڈت جی ۱۹۵۲ء کے آغاز سے اپریل ۱۹۵۷ء تک ملک کے وزیر دفاع بھی رہے تھے۔

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۵ [۱۸۵]	اندراج#۳

اس بارے میں جو صورتِ حال پیش آئی ہے وہ مسٹر اشفاق حسین ڈپٹی سکریٹری نے لکھ دی ہے جو میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ بغیر ایجوکیشن منسٹری کے علم اور اجازت کے شری گلزاری لال نندا نے انھیں جے پور ہاؤس میں ٹھہرا دیا۔ میں سمجھتا ہوں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کہ ایک منسٹر دوسری منسٹری کے متعلق کوئی کارروائی کرے اور اس منسٹری کو اس کی کوئی خبر نہ ہو۔

آزاد

۱۹۔ مارچ ۱۹۵۳ء

نہرو، پنڈت جواہر لال: ٦ [۱۸٦]	اندراج #۴

مائی ڈیر جواہر لال!

تھینک یور فور لیٹر اباؤٹ راما سوامی مدلیار۔ ہم نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ بات یونسکو کو لکھ دی ہے کہ انڈیا کوئی امیدوار ڈائر کٹر شپ کے لیے نہیں کھڑا کرنا چاہتا۔ جاپان ایمبیسی بون نے آصف علی سے انڈیا کا فیصلہ دریافت کیا تھا، اس کا جواب بھی یہی گیا کہ انڈیا کوئی امیدار نہیں کھڑا کرے گا۔ ایسی حالت میں میں نہیں خیال کرتا کہ اب ہمارا کوئی نام پیش کرنا مناسب ہوگا۔

آزاد

۱۷۔ مارچ ۱۹۵۳ء

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۷ [۱۸۷]	اندراج #۱۷۰

(ٹیلی گرام)

مجھے یہ معلوم کر کے سرپرائز ہوا کہ یونسکو ڈائرکٹر شپ کے لیے خود ملک امیدوار ہونا چاہتے ہیں (اسٹاپ)۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم بار بار یہ ڈکلیر کر چکے ہیں کہ کسی انڈین کو امیدوار نہیں کھڑا کریں گے (اسٹاپ)۔ سیریا گورنمنٹ نے اپنے امیدوار کے لیے ہم سے مدد مانگی تو ہم نے کہہ دیا کہ ہم موجودہ امیدواروں کی نسبت کوئی رائے دینا نہیں چاہتے (اسٹاپ) اب اگر ہم ملک کو کھڑا کریں گے تو ہمارا پوزیشن ریڈی کلس ہو جائے گا (اسٹاپ)۔

اس کے علاوہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کسی طرح بھی ایک موزوں سلیکشن ہوگا۔ میری یہ مضبوط رائے ہے کہ ہمیں اپنی پالیسی پر قائم رہنا چاہیے اور کوئی امیدوار کھڑا نہیں کرنا چاہیے۔

آزاد

یہ معاملہ جس شکل میں آپ کے سامنے لایا گیا ہے، صحیح نہیں ہے۔ ایجوکیشن منسٹری کی جانب سے اس معاملے میں کسی طرح کی تاخیر نہیں ہوئی۔ جو تاخیر ہوئی اس کی ذمہ داری یونی ورسٹیوں اور اسٹیٹ گورنمنٹوں پر ہے اور اس کے بعد ہماری فائنانس منسٹری پر۔

ایجوکیشن منسٹری میں پانچ سال سے میں یہ طریقہ اختیار کر رہا ہوں کہ جونہی برس ختم ہوا اور نیا بجٹ پاس ہوا، اپریل کے پہلے ہفتہ میں سکریٹری، جوائنٹ سکریٹری اور ڈویژنل آفیسرز کی ایک کانفرنس بلائی جاتی ہے اور نئے بجٹ کے ایک ایک ایٹم پر بحث کی جاتی ہے۔ پھر فوراً انھیں عمل میں لانے کی کارروائی بلاتاخیر شروع ہو جاتی ہے۔ چناں چہ اس سال بھی ۴۔اپریل کو یہ کانفرنس ہوئی اور اب نئے بجٹ کے تمام کام تیزی کے ساتھ شروع ہو گئے ہیں۔

جس معاملے کی نسبت آپ نے لکھا ہے اس کے صحیح حالات یہ ہیں:

گزشتہ سال جو رقم یونی ورسٹیوں کے لیے رکھی گئی تھی، اس کا تعلق پانچ سال کے پلاننگ سے تھا۔ پلاننگ میں چار کروڑ روپیہ ہائر ایجوکیشن کے ڈیولپ منٹ اور امپرومنٹ کے لیے رکھا گیا ہے جسے چار برس کے اندر ہمیں خرچ کرنا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ کوئی خاص رقم کسی ایک برس کے اندر ضرور ہی خرچ کر دی جائے بلکہ پلاننگ کے ماتحت، حالت اور ضرورت کے مطابق، اسٹیپ بائی اسٹیپ خرچ کرنا ہے۔

۱۶۔اکتوبر ۱۹۵۱ء کو منسٹری کے ڈویژنل ہیڈز کی ایک میٹنگ نے اس معاملے پر غور کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ اس رقم میں سے پہلی قسط ایک کروڑ روپیہ تک خرچ کی جا سکتی ہے۔

۹۔ فروری ۵۲ء کو ایک چٹھی تمام اسٹیٹ گورنمنٹوں اور یونی ورسٹیوں کو بھیجی گئی کہ وہ اپنی اپنی اسکیمیں یونی ورسٹی ایجوکیشن کے ڈیولپ منٹ کی بھیج دیں۔

اسٹیٹ گورنمنٹوں سے یہ بھی دریافت کیا کہ وہ اس سلسلے میں کتنا روپیہ نکال رہے ہیں، تاکہ سنٹرل گورنمنٹ کا اس کے مطابق کوٹا رکھا جائے۔

جب بار بار لکھنے پر بھی جون ۵۲ء تک اسٹیٹ گورنمنٹوں اور یونی ورسٹیوں نے اپنا اپنا پلان نہیں بھیجا تو پھر ایک نیا سرکلر تیار کیا گیا اور ۲۱۔ جون کو بھیجا گیا جو فائل میں موجود ہے۔

بالآخر دسمبر ۵۲ء میں یونی ورسٹیوں نے اپنی اپنی اسکیمیں بھیجیں، لیکن اسٹیٹ گورنمنٹوں میں سے بہتوں کے جوابات اس وقت تک بھی نہیں ملے۔ مجبور ہو کر ۱۶۔ دسمبر ۵۲ء کو پھر ایک چٹھی بھیجی گئی اور تاکید کی گئی کہ ۲۱۔ دسمبر تک ہمیں جوابات بھیج دیے جائیں۔ دو منسٹریوں نے جواب بھیجے، باقی خاموش رہیں اور ابھی تک خاموش ہیں

چوں کہ اب اور زیادہ انتظار نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے یونی ورسٹیوں کی اسکیموں پر منسٹری نے غور کیا اور ۲۵۔ جنوری (۱۹۵۳ء) کو فائل میرے پاس آئی، میں نے اسی دن اپنے کمنٹس کے ساتھ اسے واپس کیا، اور ۲۸۔ جنوری کو معاملہ فائنانس منسٹری میں بھیجا گیا۔

اب یہاں سے معاملے کی دوسری رکاوٹ شروع ہوئی، یعنی فائنانس منسٹری کے طرزِ عمل کی ۔ ۳۱۔ جنوری کو فائنانس منسٹری نے لکھا کہ یہ معاملہ ریونیو منسٹر کو بھیجا جائے، چناں چہ بھیج دیا گیا، لیکن ریونیو منسٹر نے ۹۔ مارچ تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ۹۔ مارچ کو جب فیصلہ ہوا تو پھر ڈرافٹ فائنانس منسٹری میں بھیجا گیا۔ وہاں سے ۱۸۔ مارچ کو منظوری آئی اور ۱۹۔ مارچ کو ایجوکیشن منسٹری نے یونی ورسٹیوں کو اطلاع دی۔

اتنی تاخیر ہونے پر بھی فائنانس منسٹری نے ایجوکیشن منسٹری کی پوری تجویز منظور نہیں کی۔ ایجوکیشن منسٹری نے ۲۸ لاکھ روپیہ تجویز کیا تھا لیکن فائنانس منسٹری

نے صرف ۲۰ لاکھ منظور کیے۔

اگر فائنانس منسٹری دو ماہ نہ نکال دیتی تو فروری کے پہلے ہفتے میں کارروائی ختم کر دی جاسکتی۔

آزاد

۱۰-اپریل ۱۹۵۳ء

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۹ [۱۸۹]	اندراج #۲۷

مائی ڈیر جواہر لال!

مسز لکشمی مینن فارن افیئرز منسٹری میں پارلیمنٹری سکریٹری ہیں۔ انھوں نے چند دن ہوئے ایک آرٹیکل لکھ کر نیشنل ہیرالڈ لکھنو میں شائع کرایا ہے، جس میں ایجوکیشن منسٹری انڈیا کے طریق کار پر سخت اعتراض کیا ہے اور ایک ایسی بات لکھی ہے جو بالکل بے اصل ہیں۔ بہر حال میں ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ ان کا خیال کس درجہ غلط ہے۔ میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ کیا سنٹرل گورنمنٹ کے ایک پارلیمنٹری سکریٹری کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنی گورنمنٹ کی ایک منسٹری کے خلاف اخبار میں آرٹیکل شائع کرائے؟ اگر مسز مینن کو تعلیم میں انٹرسٹ ہے اور وہ چاہتی تھیں کہ ایجوکیشن منسٹری کے متعلق کوئی رائے دیں تو وہ سکریٹری کو لکھ کر دریافت کر سکتی تھیں یا مجھ سے کہہ سکتی تھیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اس کا انھیں کوئی حق نہیں تھا کہ ایک اخبار میں منسٹری کے خلاف آرٹیکل شائع کرائیں۔ اگر ان پارلیمنٹری سکریٹریوں کو ان کے درجے کے اندر نہیں رکھا گیا تو آگے چل کر طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

میں وہ آرٹیکل آپ کو بھیجتا ہوں۔

آزاد

۱۸۔اپریل ۱۹۵۳ء

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۰	[۱۹۰]	اندراج #۲۸

مائی ڈیر جواہر لال!

سیریا کا ایمبیسیڈر مسٹر بسطامی جب سے آیا ہے، مکان کے لیے بہت پریشان ہے اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جن کو ہوٹل میں آسائش نہیں مل سکتی۔وہ چاہتا ہے کہ کوئی مکان اسے مل جائے، جہاں سردست وہ منتقل ہو جائے۔ضروری نہیں کہ بڑا مکان ہو، وہ چھوٹے مکان کو بھی ہوٹل کی زندگی سے زیادہ پسند کرے گا۔

میں نے سردار سورن سنگھ سے کہا تھا۔وہ کہتے ہیں کہ معاملے کا تعلق ایکسٹرنل افیئرز سے ہے اگر ایکسٹرنل افیئرز منسٹری لکھے تو کوشش کی جائے۔اگر مہربانی کر کے آپ منسٹری کو ضروری ہدایت دے دیں تو مسٹر بسطامی کی پریشانی دور ہو جائے۔

آزاد

۲۱۔اپریل ۱۹۵۳ء

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۱	[۱۹۱]	اندراج #٦١

پنڈت جواہر لال نہرو یورپ کے سفر سے واپس آتے ہوئے .....
قاہرہ میں تھے کہ شیاما پرشاد مکرجی کا انتقال ہو گیا۔مولانا نے انھیں اطلاع دی۔
مولانا اس وقت قائم مقام وزیر اعظم کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے۔

فارن، نیو دلی ٹو انڈین ایمبیسی کیرو۔فروم آزاد ٹو نہرو۔

ڈاکٹر شاما پرشاد مکرجی کی طبیعت کل سری نگر میں خراب ہوئی۔پلوریسی کی شکایت تھی۔گورنمنٹ کشمیر نے انھیں نرسنگ ہوم میں پہنچا دیا۔لیکن آج صبح چار بجے ان کا انتقال ہو گیا۔اسپیشل ہوائی جہاز کے ذریعے ان کی لاش کو کلکتہ پہنچانے کا انتظام

کر دیا ہے۔ اگر کشمیر کا موسم ٹھیک رہا تو تین بجے تک کلکتہ پہنچ جائے گی۔ گورنمنٹ کشمیر نے ان کی دیکھ بھال کا زیادہ سے زیادہ بہتر انتظام جو کیا جا سکتا تھا، کیا۔

آزاد

۲۳۔جون ۱۹۵۳ء

نہرو پنڈت جواہر لال: ۱۲: [۱۹۲]	اندراج #۱۳۰

مائی ڈیر جواہر لال!

پارلیمنٹ میں ایک سوال فارن کرسچین مشنری کی نسبت کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر کاٹجو نے اس کے جواب (ا) میں کہا تھا کہ اگر یہ مشنری انڈیا میں ایونجے لیکل مقصد سے آتے ہیں، تو میں کہوں گا کہ جس قدر جلد وہ آنا روک دیں اتنا ہی بہتر ہو گا۔ اس بیان نے مشنریوں کو بہت پریشان کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کرسچین مذہب کو پریچ کرنا ہمارے کریڈ کا ایک آرٹیکل ہے۔ ہم اسے کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں تمام مذہبوں کے ماننے والوں کو پوری آزادی ہے کہ وہ اپنا مذہب پیش کریں۔ اسلام، بدھ ازم، ویدانت ازم، آریہ سماج، بہائی ازم، سب کے پریچر وہاں کام کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا یہ درست ہو گا کہ انڈیا اپنا دروازہ کرسچین مشنریز پر بند کر دے؟

کچھ دن ہوئے بمبئی کے کیتھولک بشپ نے اس بارے میں مجھے لکھا تھا۔ میں نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ جواب دیا۔ میں ان چٹھیوں کی کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں، کیوں کہ غالباً بشپ آپ سے ملنے کے لیے دلی آئے گا۔

آزاد

حاشیہ:

(ا) مسٹر کاٹجو وزیر داخلہ کے پارلیمنٹ میں بیان مورخہ ۲۱۔اپریل ۱۹۵۳ء کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا حوالہ کارڈینل گریشیاس کے نام مولانا کے پہلے خط میں آیا ہے۔ مولانا کا یہ خط

جولائی ۱۹۵۳ء کا ہے۔

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۳ [۱۹۳] اندراج #۱۵۴

مولانا آزاد کا یہ خط اس وقت کا ہے جب یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن قائم نہیں ہوا تھا۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں یہ کمیشن قائم ہو گیا اور ۲۸۔ دسمبر کو اس کا پہلا اجلاس ہوا، جس سے مولانا نے خطاب کیا۔ یہ خط یقیناً اس سے ایک دو ماہ قبل کا ہے۔

مائی ڈیر جواہر لال!

یونی ورسٹی گرانٹ کمیشن ڈرافٹ بل پر جب کیبنٹ نے غور کیا تھا تو آپ نے یہ رائے دی تھی کہ اسے پارلیمنٹ میں پیش کرنے سے پہلے یونی ورسٹیوں کو بھیجا جائے اور ان کی رائے طلب کی جائے۔

میں نے اس معاملے پر غور کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ڈرافٹ بل کو یونی ورسٹیوں کے پاس اب پھر بھیجنا بالکل غیر ضروری ہے۔ اگر ہم بھیجیں گے تو اس کا نتیجہ صرف یہ نکلے گا کہ ہم ایک ایسی بات کو جواب طے شدہ سمجھ لی گئی ہے، پھر غیر ضروری بحثوں کے حوالے کر دیں گے۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اسی مسئلے پر غور کرنے کے لیے تمام وائس چانسلرز کو بلایا تھا۔ انھوں نے دو دن کے غور و بحث کے بعد تین ریزولیوشن پاس کیے یہ بل ٹھیک ان ریزولیوشنوں کے مطابق بنایا گیا ہے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اب اس کے متوقع نہیں ہیں کہ دوبارہ ان سے مشورہ کیا جائے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ اب یونی ورسٹی گرانٹ کمیشن کی شکل میں یہ پاس کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ جس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ یونی ورسٹیوں کی حالت اکیڈمک اور ایڈمنسٹریشن دونوں کے لحاظ سے سخت خراب ہو رہی ہے۔ یونی ورسٹی ایجوکیشن میں اہم تبدیلیاں فوراً ہونی چاہییں اور اگر مؤثر طریقے پر

نہیں ہوتیں، تو نیشنل لائف کو روز بروز سخت نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کانسٹی ٹیوشن میں یونی ورسٹی ایجوکیشن کی دیکھ بھال کا اختیار سنٹرل گورنمنٹ کو دیا گیا ہے، اور سنٹرل گورنمنٹ جبھی اپنا فرض انجام دے سکتی ہے کہ ایک انڈی پنڈنٹ باڈی اس غرض سے قائم ہو۔ اب اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو کوئی قدم اس بارے میں جبھی اٹھانا چاہیے جب یونی ورسٹیوں کے موجودہ وائس چانسلروں میں سے ایک ایک آدمی اس سے اتفاق کرے، تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس طرح کا اتفاق کبھی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وائس چانسلروں اور ایگزیکٹو باڈیز کے ممبروں میں کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو یونی ورسٹیوں کی خرابیوں کے لیے ذمہ دار ہیں اور وہ کبھی اس سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ کوئی دروازہ ریفارم کا کھلے۔ اس صورت میں بل بنانا اور اسے بار بار رائے کے لیے یونی ورسٹیوں کو بھیجنا بیکار ہے۔ ہمیں یونی ورسٹی ایجوکیشن ریفارم کے مقصد کو گڈ بائے کہنا چاہیے اور بل کو ہمیشہ کے لیے ڈراپ کر دینا چاہیے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۲ [۱۹۲]	اندراج #۱۹۳

مائی ڈیر جواہر لال!

کانگرس ورکنگ کمیٹی کے پچھلے جلسے میں ہم نے ایک رزولیوشن پاس کیا تھا۔ جس میں گورنمنٹ کو توجہ دلائی تھی کہ لائف انشیورنس سسٹم کا فائدہ دیہاتی پاپولیشن کو بھی پہنچانا چاہیے۔ بعد کو میں نے اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور اسے فوراً عمل میں لانا چاہیے۔ عمل میں لانے کا صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ انشیورنس بزنس کا نچلا حصہ پانچ ہزار تک کا نیشنلائز کر دیا جائے اور ایک آفیشل ایجنسی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔

میں ایک ریزولیوشن کا ڈرافٹ بھیجتا ہوں تاکہ ورکنگ کمیٹی پرسوں اس پر غور کرسکے (۱)۔

آزاد

حاشیہ:

(۱) وہ ورکنگ کمیٹی جس میں ریزولیوشن پاس کیا گیا تھا وہ جنوری ۱۹۵۵ء کا واقعہ تھا۔

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۵ [۱۹۵]	اندراج #۹۴

آل انڈیا کانگرس ورکنگ کمیٹی نے اپنے اجلاس [مدراس] مورخہ ۱۹ تا ۲۱۔ جنوری ۱۹۵۵ء میں جو ریزولیوشن ملک کی اکنامک پروگریس کے بارے میں منظور کیا تھا، اسے سامنے رکھتے ہوئے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا یہ اجلاس گورنمنٹ آف انڈیا کو اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ دیہاتی حلقوں کو لائف انشیورنس سسٹم کا فائدہ پہنچانے کے لیے افیکٹو قدم فوراً اٹھانا چاہیے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہونی چاہیے کہ پانچ ہزار روپے اور اس سے کم کی پالیسیوں کے لائف انشیورنس کا کاروبار نیشنلائزڈ کر دیا جائے اور پانچ ہزار روپے سے اوپر کا میدان پرائیویٹ کمپنیوں کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس کے بعد تمام اسٹیٹ گورنمنٹوں کو اس طرح کا انتظام کرنا چاہیے کہ لینڈ ریونیو کے ساتھ ایک رقم لائف انشیورنس پالیسی کی بھی سرکاری طور پر وصول کی جائے اور کمپل سری سیونگ کی طرح ہر خوش حال کاشت کار کو کمپل سری لائف انشیورنس کرانے کا موقعہ دیا جائے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۶ [۱۹۶]	اندراج #۱۰۰

مائی ڈیر جواہر لال!

ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ حسن (ناگپور) کی ہمیشہ شکایتیں شری شکلا کے خلاف آتی

رہتی ہیں۔ اس بارے میں کیا کیا جائے؟ کل ایک چٹھی مجھے ملی ہے جو میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ شری شکلا سے صورت حال دریافت کریں؟

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۷ [۱۹۷]	اندراج #۱۰۴

مائی ڈیر جواہر لال!

سردار جیون سنگھ اور اس کے مشن کے کام سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ اس نے فینانشیل ہیلپ کے لیے آپ کو ایک درخواست بھیجی ہے۔ اگر آپ اپنے کسی فنڈ میں سے اسے مدد دے سکیں گے تو امید ہے ضرور دیں گے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۸ [۱۹۸]	اندراج #۱۰۵

مائی ڈیر جواہر لال!

کل جو کاغذات آپ نے بھیجے تھے، واپس کر رہا ہوں۔ مہروان طہران کے اسکول آف آرٹس میں ٹیچر ہے۔ اس نے مجھے بھی ایک دو چیزیں دی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں، ہمیں یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ پرائیویٹ اور پرسنل درخواستوں کی بنا پر لوگوں کو انڈیا میں آنے کی سہولتیں دیں۔ ہمیں جو کچھ کرنا چاہیے، گورنمنٹ لیول پر کرنا چاہیے۔ آپ کا پرائیویٹ سیکریٹری اسے رسید اور خوشنودی کا اظہار بھیج دے۔ اس سے زیادہ اس پر توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۹ [۱۹۹]	اندراج #۱۱۲

مائی ڈیر جواہر لال!

جوں ہی یہ بات میرے علم میں آئی کہ ڈاکٹر اشرف مسلم یونی ورسٹی میں کوئی

جاب چاہتے ہیں، میں نے صاف صاف انھیں لکھوا دیا تھا کہ آپ کا وہاں جانا مناسب نہیں ہو گا۔اس لیے اس کی کوشش نہ کریں۔یہ دس بارہ دن [پہلے] کی بات ہے۔

نوٹ واپس بھیجتا ہوں۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۰ [۲۰۰]	اندراج #۱۱۳

مائی ڈیر جواہر لال!

یہ درخواست آپ کو بھیجی گئی ہے جس کی کاپی مجھے بھی ملی ہے۔مجھے معلوم ہوا کہ اس معاملے کا تعلق کسی جائیداد سے نہیں ہے ۔ صرف یہ بات ہے کہ اسے ہندوستان میں پرمانٹ طور پر رہنے کی اجازت دے دی جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اجازت نہ دیں۔امید ہے آپ کی بھی ایسی ہی رائے ہو گی۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۱ [۲۰۱]	اندراج #۱۱۷

مائی ڈیر جواہر لال!

مدراس ہینڈ لوم ویورس ایسوسی ایشن نے جو چٹھی آپ کو بھیجی ہے اس کی کاپی مجھے بھی بھیج دی ہے، جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔میں سمجھتا ہوں یہ ایسا معاملہ ہے جس کا ہمیں فوراً کوئی حل نکالنا چاہیے۔میں آپ سے زبانی گفتگو کروں گا۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۲ [۲۰۲]	اندراج #۱۴۷

مائی ڈیر جواہر لال!

کلکتہ کے مہاراجہ ٹیگور کے خاندان نے یورپین آرٹس کی بہت سی چیزیں جمع

کی تھیں، جن میں کچھ چیزیں واقعی بہت قیمتی ہیں۔اب مالی مشکلات کی وجہ سے وہ اسے فروخت کرنا چاہتے ہی اور خواہش مند ہیں کہ گورنمنٹ آرٹ گیلری کے لیے خرید لے ان کا اندازہ ۴۰ لاکھ روپے کا ہے۔ان کا بیان ہے کہ انگلینڈ کے ایک ڈیلر نے ۳۰ لاکھ روپیہ آفر کیا تھا۔

میرے خیال میں مشکل ہے کہ ہم سردست پیور ویسٹرن آرٹ کی چیزوں کے لیے اتنی بڑی رقم نکال سکیں۔ہمارے لیے پہلا کام انڈین آرٹ کی چیزوں کو جمع کرنا ہے۔

آپ کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟ مہربانی کر کے مجھے بتلائیے، کیوں کہ ممکن ہے مہاراجہ ٹیگور اس کے لیے آپ کو بھی لکھے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۳ [۲۰۳] اندراج #۱۵۵

مائی ڈیر جواہر لال!

ڈاکٹر اشرف کو انڈیا آئے ہوئے چھ سات مہینے ہو گئے۔آنے کے بعد مجھ سے ملا تھا۔جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں، مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ اس کے خیالات بہت کچھ بدل چکے ہیں۔کم سے کم ایک بات صاف ہے، وہ اب پالیٹکس میں کوئی ایکٹیو انٹرسٹ نہیں رکھتا اور چاہتا ہے کسی یونی ورسٹی میں پروفیسر ہو کر زندگی بسر کرے۔ اس نے غالباً مسلم یونی ورسٹی میں بار بار درخواستیں بھی بھیجی تھیں۔

ابھی ہم نے اسے صرف ایک برس کے لیے انڈیا میں رہنے کی اجازت دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب یہ پابندی ہٹا دینی چاہیے اور اسے مستقل طور پر رہنے کا موقعہ دینا چاہیے۔وہ کئی بار اجمل خاں کو لکھ چکا ہے کہ جب تک میرا قیام کا معاملہ طے نہیں ہوتا، میں اپنی ملازمت کے لیے کوشش نہیں کر سکتا۔بیماری کی وجہ سے وہ سری نگر

چلا گیا تھا۔ ابھی تک وہیں ہے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۴ [۲۰۴]	اندراج #۱۷۷

یور ٹیلی گرام نمبر ۵۳۰۳ (ملا)۔ مجھے اس رائے سے پورا اتفاق ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ہیلیری کو بھی اسپیشل میڈل دے۔ مہربانی کر کے کوئن اور Govt. of New Zeland کو اطلاع دے دیجیے۔ اپروول کو اینٹی سپیٹ کرتے ہوئے میں آڈر دے رہا ہوں کہ ہیلیری کے لیے بھی میڈل تیار کیا جائے۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۵ [۲۰۵]	اندراج #۱۷۸

شرپاتن زنگ جس نے ہیلیری کے ساتھ ایورسٹ کو فتح کیا، وہ (Indian Domiciled) انڈین ڈومی سائلڈ کے ہے۔ اس کا اور اس کی وائف کا نام بنگال اسمبلی کی ووٹرز لسٹ میں درج ہے۔ ہوم منسٹر اور پریسیڈنٹ سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کی جانب سے اسے ایک میڈل دیا جائے۔ چوں کہ گوکھلے نے اطلاع دی ہے کہ وہ پہلی جولائی کو لنڈن فلائی کرے گا، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ ۲۹۔ جون کو میڈل دینے کا فنکشن کیا جائے۔ ہوم سیکریٹری نے پلے کو تفصیلات بھیج دی ہیں۔

آزاد

نہرو، پنڈت جواہر لال: ۲۶ [۲۰۶]	اندراج #۲۰۲

مائی ڈیر جواہر لال!

پاپٹ ڈانس ڈراما کے بارے میں میں نے آپ کا نوٹ پڑھا۔ یہ ضروری ہے کہ

گورنمنٹ اس طرح کی چیزوں کی ہمت بڑھائے۔ ہم ایجوکیشن بجٹ میں ایک رقم کلچرل ایکٹی وٹیز کی مدد کے لیے رکھتے ہیں۔ کیوں نہ اس فنڈ میں سے ایک رقم بطور ٹوکن گرانٹ کے اس سوسائٹی کو دیں اور دیکھیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ مثلاً ابتدا میں پانچ ہزار روپیہ؟

مجھے نہیں معلوم یہ ڈراما جن لوگوں نے تیار کیا ہے انھوں نے ایک باقاعدہ سوسائٹی کی شکل اختیار کی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کی ہے تو ہم انھیں مشورہ دیں کہ وہ ایک باقاعدہ باڈی بنالیں۔ مہربانی کرکے بتلائیے آپ کا کیا خیال ہے؟

آزاد

ویاس، جے نرائن: ۱	[۲۰۷]	اندراج #۱۳۹

کیمپ سری نگر

مائی ڈیر ویاس جی!

راج پرمکھ کی پچھلی فورٹ نائٹ کی رپورٹ میں جو انھوں نے پریسیڈنٹ کو بھیجی ہے، یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ ایک کمیٹی اس غرض سے بنائی جارہی ہے کہ عام پبلک سے راجستھان کے قحط کے لیے ریلیف فنڈ کی اپیل کی جائے۔

برٹش پیریڈ میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ وائسرائے اور گورنروں کے ایک ادنیٰ اشارے پر لاکھوں روپیہ جمع کردیتے تھے، مگر اب جب خود ان کی نیشنل گورنمنٹ ہے، یہ سرگرمی ختم ہوگئی ہے۔ لوگوں میں یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اب جو کچھ کرنا ہے گورنمنٹ کو کرنا ہے، ان کے سر کوئی ذمہ داری نہیں۔ حالاں کہ گورنمنٹ کے ریسورسز محدود ہیں۔ وہ ایک خاص حد سے آگے نہیں جاسکتی۔ یہ پبلک کی ڈیوٹی ہے کہ وہ مصیبت زدوں کی امداد کے لیے روپیہ نکالیں۔

رپورٹ میں لکھا ہے کہ اس کمیٹی کے آپ چیرمین ہوں گے۔ اگر کسی مصلحت

کی وجہ سے ایسا کرنا ضروری ہے تو ایسا ہی کیجیے، لیکن میں سمجھتا ہوں، یہ فیلڈ ایسا ہے جس میں راج پرمکھ کو پورا انٹرسٹ لینا چاہیے۔ مناسب ہوگا کہ وہی اپیل نکالیں اور فنڈ جمع کرنے کے لیے دورہ کریں۔ کلکتہ، بمبئی، کانپور، پٹنہ وغیرہ میں بڑے بڑے راجستھانی بزنس مین ہیں اور وہ اگر چاہیں تو راجستھان کے قحط زدہ حصوں کی ریلیف کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

میں یہاں تین دن کے لیے آیا تھا، ۱۵۔ کی صبح کی دہلی واپس ہوں گا۔

[آزاد]

شری جے نرائن ویاس
چیف منسٹر راجستھان۔ جے پور

ویاس، جے نرائن: ۲	[۲۰۸]	اندراج #۲۱۰

مائی ڈیر ویاس جی!

جامع مسجد بھرت پور کا ایک حصہ اور اس کی جائداد ابھی تک مسجد کمیٹی کو واپس نہیں کیا گیا ہے۔ مسجد کی مرمت ضروری ہے، لیکن جب تک اس کی جائداد کی آمدنی اسے واپس نہیں ملتی، ظاہر ہے کہ مرمت کے خرچ کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ مسجد کی مینجنگ کمیٹی کے سیکریٹری کی جو چٹھی مجھے ملی ہے، میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس معاملے پر پوری توجہ دیں گے۔

۲ دوسرا معاملہ الور کی مسجدوں کا ہے۔ اس کے لیے بھی ایک نوٹ بھیج رہا ہوں۔ یہ بات کہ ابھی تک مسجدوں کا قبضہ مسلمانوں کو نہیں مل سکا ہے، بہت افسوس ناک ہے اور اس سے انڈیا کے مخالفوں کو ہمیں بدنام کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔

[آزاد]

ویدیا، کے۔ایس:۱	[۲۰۹]	اندراج #۱۰

انھیں لکھیے کہ

"مولانا کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ ایک انسٹی ٹیوٹ آف ایشین اسٹیڈی قائم کر رہے ہیں۔اس طرح کے ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی واقعی ضرورت تھی۔مولانا کی دلی خواہش ہے کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

آپ نے انھیں اس کا پیٹرن مقرر کرنا چاہا ہے۔مولانا اس کے لیے شکر گزار ہیں، لیکن معذرت کرتے ہیں کہ اس سے انھیں معذور تصور کیا جائے۔وہ پیٹرن کا عہدہ قبول نہیں کر سکتے۔لیکن اس کام میں جس قدر انٹرسٹ لے سکیں گے، ضرور لیں گے"۔

۲۴۔مارچ ۱۹۵۳ء

Shri K. S. Vaidya President Institute
of Asian Studies, Moti Bhawan,
Somaji Guda, HYD. DN.

ہر گوبند سنگھ:۱	[۲۱۰]	اندراج #۱۲۵

مائی ڈیر ہر گوبند سنگھ!

پلیز ریفر ٹو یور لیٹر آف .... اباؤٹ کاشی ودیا پیٹ۔میں نے منسٹری سے دریافت کیا اور اس چٹھی کی کاپی بھی دیکھی جو بھیجی گئی ہے۔مجھے اس میں کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آئی۔ودیا پیٹھ کی درخواست گرانٹ کے لیے منسٹری میں آئی ہے۔گورنمنٹ آف انڈیا کے جو رول بنے ہوئے ہیں، ان کی رو سے ضروری ہوتا ہے کہ ضابطے کے ساتھ بعض باتیں دریافت کر لی جائیں۔پس یہ ایک آڈنیری فارمل کارروائی تھی جو کی گئی۔آپ لکھتے ہیں کہ آپ کو سرپرائز ہوا اور آپ امید نہیں کرتے کہ کسی ذمہ

دار آفیسر نے یہ چٹھی لکھی ہے۔

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس میں سرپرائز کی کیا بات ہو سکتی ہے؟ اور کیوں آپ امید نہیں کرتے کہ اس طرح کی چٹھی ایک انسٹی ٹیوشن کو بھیجی جائے جسے گورنمنٹ مدد دینا چاہتی ہے؟

البتہ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ چٹھی پر دستخط نہیں تھا۔ دستخط مسٹر گنگولی کو کرنا تھا اور غالباً غلطی سے دستخط کرنا رہ گیا۔ اس بارے میں انھیں تنبیہ کر دی گئی ہے۔

ہنومن تھیا:۱	[۲۱۱]	اندراج #۲۴

مائی ڈیر ہنومن تھیا!

تھینکس فور یور لیٹر آف ...... آپ مطمئن رہیے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی اس اسکیم میں کینڑی (یا کنیڈا) زبان بھی رکھی گئی ہے۔ میں نے اس اسپیچ میں ضرور اس کا نام لیا ہوگا، غالباً رپورٹر نے رپورٹ لکھتے ہوئے اسے بھلا دیا، یا ہو سکتا ہے کہ میں نے بطورِ نمونے کے صرف چند زبانوں کا ذکر کر دیا ہو، سب کا نہ کیا ہو۔ بہر حال، ہماری اسکیم میں یہ زبان بھی وہی جگہ رکھتی ہے جو ٹامل اور تیلگو کی ہے۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۵۳ء

Chief Minister, Mysore,

Banglore

یکتا:۱	[۲۱۲]	اندراج #۲۰

مائی ڈیر مسٹر یکتا (Yekta)

مینی تھینکس آپ کی دعوت کے لیے۔ میرے لیے ہمیشہ یہ نہایت خوشی کی بات ہوتی ہے کہ آپ کی مہمان نوازی سے لطف اٹھاؤں۔ لیکن جیسا کہ میں آپ سے زبانی

معذرت کر چکا ہوں، میں ہمیشہ رات کے فنکشن سے معذرت کیا کرتا ہوں، کیوں کہ صحت کی کمزوری کی وجہ سے مجھے ڈاکٹروں نے ایسا ہی مشورہ دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اور مسز یکتا میری معذرت قبول کر لیں گی۔

[آزاد]

۴-اپریل ۱۹۵۳ء

Minister Charge D Affairs of Iran

متفرقات

متفرقات:۱ [۲۱۳] اندراج #۱۹۵

کانگریس کے سالانہ اجلاس مدراس (۱۹۵۵ء) میں قرارداد نمبر ا پر

مولانا کی تعارفی تقریر۔ یہ قرارداد بھی مولانا ہی نے پیش کی تھی (ا۔س۔ش)

"جہاں تک سوسائٹی اور اسٹیٹ کے سسٹم کا تعلق ہے، دنیا اس وقت کیپٹل ازم اور سوشلیزم میں بٹی ہوئی ہے اور دونوں نے ایک ریجڈ عقیدہ کا نیچر پیدا کر لیا ہے۔ کیپٹل ازم کے حامی اس کے لیے تیار نہیں کہ پرائیویٹ انٹرپرائز کے سسٹم سے رائی برابر ادھر ادھر ہوں۔ اسی طرح سوشلیزم کے حامی اس کے لیے تیار نہیں کہ کسی حال میں بھی پرائیویٹ انٹرپرائز کو ٹالریٹ کریں۔ گویا یہ دونوں سسٹم ایک طرح کے مذہبی ڈاگما ہیں۔ جنھیں ایک فیتھ فل کو بلاچوں وچرا مان لینا چاہیے اور ذرا بھی ان سے ادھر ادھر نہیں ہونا چاہیے۔

انڈی پنڈنس کے بعد ہمارے سامنے یہ سوال آیا کہ ہمیں کون سی راہ اختیار کرنی چاہیے؟ ہم نے اس سے انکار کیا کہ سوسائٹی اور اسٹیٹ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی ایک ریجڈ سسٹم پر مذہبی عقیدے کی طرح ایمان لائے۔ ہم نے محسوس کیا کہ اکنامک صورتِ حال کے لحاظ سے ہمارا ملک اس وقت ایک خاص طرح کے اسٹیج سے گزر رہا ہے۔ ہمیں اپنے ملک کی حالت دیکھنی چاہیے اور اس حالت کا جو تقاضہ ہو اس کے مطابق آگے بڑھنے کا نقشہ بنانا چاہیے۔ جس فیلڈ میں ہمیں پرائیویٹ انٹرپرائز کی ضرورت ہے، وہاں پرائیویٹ انٹرپرائز کو انکرج کرنا چاہیے۔ جس فیلڈ میں اسٹیٹ انٹرپرائز کی ضرورت ہے، وہاں اسٹیٹ انٹرپرائز کو نیشنلائزیشن کے اصول پر قائم کرنا چاہیے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ملک کی انڈسٹری کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؛ ایک سیکٹر پرانی انڈسٹری کا ہے، دوسرا نئی انڈسٹری کا۔ پرانی انڈسٹری میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ موجودہ حالت میں اسٹیٹ کن کن چیزوں میں ہاتھ ڈال سکتا ہے اور کہاں تک

نیشنلائیزیشن پریکٹیکل ہے، خاص کر کے انڈسٹری میں۔

یہی وجہ ہے کہ میں کیپٹل ازاور سوشلزم کے الفاظ کہنا پسند نہیں کرتا۔ کنزرویٹوازم اور پروگریسیوازم کے ٹرمز کو ترجیح دیتا ہوں۔ اکنامک فیلڈ میں کنزرویٹو ازم یہ ہے کہ ہم حالات کے بدلنے کے ساتھ سسٹم کی تبدیلی سے انکار کر دیں اور جو پرانا ڈھانچا آرہا ہے اسی کو لے کر بیٹھے رہیں۔ پروگریسیوازم یہ ہے کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ سسٹم بھی بدلے جائیں اور دولت کی تقسیم کا دائرہ روز بروز وسیع کیا جائے۔ ہمیں اس بارے میں کنزرویٹو نہیں، ہونا چاہیے، پوری طرح پروگریسیو ہونا چاہیے۔

ہم نے پانچ برس کی پلاننگ میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا ہے۔ جن انڈسٹریوں کا نیشنلائیزیشن ضروری ہے، ان میں ٹرانسپورٹ، کمیونی کیشن اور بنکنگ کا رمیدان سب سے پہلے نمودار ہوتا ہے۔ ہم کئی سال سے اس پر غور کر رہے تھے کہ ایئر سروس کا نیشنلائزڈ ہونا ضروری ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ بالآخر وہ وقت آگیا کہ ہم اس اہم پروگریس کا اعلان کریں۔ یہ دراصل ہماری نیشنل انڈسٹری کی تاریخ میں ایک نئے چیپٹر کا آغاز ہے۔

میں شری جگ جیون رام اور ان کی منسٹری کے کارکنوں کو اس موقعہ پر مبارک باد دیتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں یہ کام انجام پایا"۔

نوٹ: مولانا آزاد نے اس تحریر میں ہندوستان کے لیے جس قسم کے معاشی اقتصادی نظام کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کے بارے میں ان کے خیالات نہایت منظم اور مرتب تھے۔ مولانا نے اس مضمون کا کانگریس کے ساٹھویں اجلاس منعقدہ مدراس (جنوری ۱۹۵۵ء) میں ریزولیوشن بھی پیش کیا تھا اور تقریر بھی فرمائی تھی۔ اثر بن یحییٰ انصاری نے "مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری" میں اس اجلاس کی روداد کے سلسلے میں لکھا ہے:

"۱۹۔ جنوری ۱۹۵۵ء سے ستیہ مورتی نگر مدراس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا ساٹھواں اجلاس کانگریس کے صدر یو۔ این۔ ڈھیبر کے زیر صدارت شروع ہوا۔ اسٹیج پر صدر اجلاس اور پنڈت نہرو، مولانا آزاد، راج گوپال اچاریہ، سی۔ ڈی۔ دیش مکھ، ٹی

ٹی کرشنم اچاری، وی ۔ کے ۔ کرشنا مینن وغیرہم بہت سے لیڈران موجود تھے ۔ صدر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کانگریس کا ساٹھواں اجلاس اس لحاظ سے تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ ملک میں ایک نئے معاشی اور اقتصادی سماج کی تعمیر کا کام ہاتھ میں لینا ہے ۔"

مولانا آزاد نے اجلاس میں میں ریزولیوشن نمبر ا پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"پہلے میں اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں سوشلسٹ سماج کا مطالبہ کر کے کانگریس کوئی نیا نعرہ یا نئی آواز بلند نہیں کر رہی ہے، بلکہ اپنے پرانے راستے ہی پر چل رہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سوشیلزم کے بجائے سوشلسٹ سماج کی اصطلاح اپنالی ہے ۔ اگر کسی ممبر کے ذہن میں اس کے نئے نعرہ ہونے کا خیال آیا ہو تو اسے فوراً نکال دینا چاہیے ۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ کانگریس کے دستور میں کوئی نئی تبدیلی کی جارہی ہے ۔ کانگریس کا راستہ وہی ہے اور وہی رہے گا، جس پر سب کو چلنا ہے ۔" (۱)

اس موقع پر ریزولیوشن کی وضاحت و تائید میں مولانا نے جو تقریر فرمائی تھی "ٹائمز آف انڈیا" نے اسے پیغمبرانہ اسلوب کی حامل سحر اثر تقریر قرار دیا تھا ۔ مولانا نے اس تقریر میں وہ اصول دیا، جس پر ہندوستان کے معاشی اقتصادی نظام کی بنیاد قائم ہوئی مولانا کی یہ تاریخی اور فکر انگیز تقریر یہاں نقل کی جاتی ہے ۔ اس سے قارئین کرام، عالم دین، مفسر، ادیب، مدبر مولانا آزاد کے مطالعے کی جامعیت اور فکر کی بلندی کا اندازہ کر سکیں گے ۔ اس سلسلے میں مولانا کی وہ تجویز بھی پیش نظر رہنی چاہیے جو کاشت کاروں کے لائف انشورنس سسٹم کے متعلق ہے، جو اس مجموعے میں پنڈت نہرو کے نام خط نمبر ۱۵ پر درج ہے ۔ مولانا کی تقریر ضمیمے میں ملاحظہ ہو ۔

حوالہ: مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری، ص ۱۷-۵۱۶

متفرقات: ۲	[۲۱۵]	اندراج # ۱۹۲

تعزیت

میں نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کا آج صبح سری نگر نرسنگ ہوم میں انتقال ہو گیا ۔ کل جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو گورنمنٹ کشمیر نے فوراً انھیں نرسنگ ہوم میں پہنچا دیا، اور ان کے جو دوست سری نگر میں موجود تھے انھیں بھی وہاں بھجوا دیا ۔ رات کے تین بجے تک حالت ٹھیک تھی ۔ اس

کے بعد اچانک بگڑی اور پانچ بجے انتقال ہو گیا۔

گورنمنٹ نے ان کی نعش کو کلکتہ پہنچانے کے لیے ایک خاص ہوائی جہاز کا انتظام کر دیا ہے۔

ڈاکٹر مکرجی سے ہمیں کتنا ہی پولٹیکل اختلاف رہا ہو لیکن موت کے ہاتھ نے اب ان تمام باتوں کی یاد ہمارے دماغ سے بھلا دی ہے۔ جو بات اس وقت ہمارے سامنے ہے، وہ ان کی خوبیاں اور ان کی خدمات ہیں۔ پرسنلی میرے ان کے تعلقات ۱۹۳۵ء سے تھے۔ ہم اس کے بعد سے ایک دوسرے کے دوست رہے اور یہ دوستی برابر قائم رہی۔ سنٹرل گورنمنٹ میں دو سال تک میرا ان کا ساتھ رہا(۱)۔

حواشی:

(۱) روزنامہ "خلافت" بمبئی کی اشاعت ۲۷۔ جون ۱۹۵۳ء میں ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کے انتقال کی خبر میں ان کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے:

"۲۳۔ جون ۱۹۵۳ء کو سری نگر میں ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی صدر آل انڈیا جن سنگھ اور سابق ممبر پارلیمنٹ کا آج ساڑھے تین بجے (شب) سرکاری دواخانے میں حرکتِ قلب بند ہونے سے دیہانت ہو گیا۔ ۱۱۔ مئی کو حکومت کشمیر نے انھیں گرفتار کیا تھا۔ ان کے ساتھ گرفتار ہونے والے پنڈت پریم ناتھ ڈوگرا، مسٹر گرودت اور مسٹر ٹیکر چند کو جیل سے رہا کر دیا اور یہ تینوں ان کی لاش کے ساتھ بہ ذریعہ ہوائی جہاز کلکتہ آئے۔

حکومت کشمیر نے ایک کمیونک جاری کر کے ان کی موت پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔ ان کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ وطن کی آزادی کے بعد انھیں ہند کابینہ میں لے لیا گیا تھا گاندھی جی کے قتل کے بعد جلد ہی وہ ہندو مہاسبھا سے الگ ہو کر کابینہ سے بھی مستعفی ہو گئے تھے۔ ۱۹۵۰ء کے آخر میں جن سنگھ کی تخلیق انھوں نے کی تھی۔"

(مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری، ص ۴۹۸)

حصہ دوم

نقوش

نقوش

اس حصے میں مولانا آزاد کی وہ سترہ ہدایات واحکام ہیں جو انھوں نے انڈین کونسل برائے ثقافتی تعلقات کے صدر کی حیثیت سے مختلف دفتری فائلوں پر تحریر کیے تھے اور جناب گلزار احمد نقوی نے ایک تعارفی نوٹ کے ساتھ ایوان اردو (نئی دہلی) کے ابوالکلام نمبر ۱۹۸۸ء میں ان کے عکس چھاپ دیے تھے۔

اس حصے کے آخر میں مراقش اور انڈیا آفس لائبریری کے متعلق مولانا آزاد کے تین بیان ہیں، جو دوسرے مآخذ سے لے کر مرتب کر دیے گئے ہیں۔

۔ نقوش آزاد" آئی سی سی آر کے فائلوں اور دیگر سورسز سے ماخوذ مولانا آزاد کے احکام و بیانات

مولانا ابوالکلام آزاد کے کارناموں میں انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشنز کا قیام ایک بڑا کارنامہ اور ملک کی ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ مولانا کے اس کارنامے کے چند خاص پہلو ہیں جو طبیعت کو متاثر کرتے ہیں؛

۱۔ اس ادارے کے قیام نے ایران اور عرب ممالک سے گہرے ادبی ثقافتی تعلقات نہ صرف سیاسی بنیاد پر مستحکم کیے ہیں بلکہ اس کے لیے ایک ادبی، فکری اور تہذیبی تاریخ مہیا کر دی ہے اور اس کی جڑوں کو سیاسی زمین کے بجائے ادب اور تہذیب و ثقافت کی سرزمین میں ثبت کر دیا ہے، جس کے برگ و بار نے ایران و عرب کے اہل علم اور اصحابِ دانش کو ہندوستان کی قدیم تاریخ اور اس کے علوم و فنون کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔

۲۔ کونسل نے فارسی، عربی اور انگریزی زبان میں عرب و ہند کی دل چسپی کے مسائل پر کیفیت و کمیت ہر دو اعتبار سے بہترین لٹریچر مہیا کر دیا ہے۔ اس کے مجلات ثقافتہ الہند (عربی) اور انڈو ایشین کلچر (انگریزی) عام سرکاری رسائل کی سطح سے بلند خاص اہمیت کے حامل علمی، ادبی اور تحقیقی مجلے ثابت ہوئے۔

۳۔ کونسل اپنی عظیم الشان ریسرچ لائبریری کے علاوہ تصنیف و تحقیق اور فارسی، عربی اور انگریزی کے مجلوں، بے شمار مطبوعات، آرٹ اور فن کے تعارف کے دیگر شعبوں پر مشتمل ہے اور شعبوں میں سے ہر شعبہ خاص توجہ کا مستحق ہے اور اتنا اہم ہے کہ صرف اسے مولانا آزاد کا یادگار کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

۴۔ کونسل اور اس کے مختلف شعبہ جات کے کاموں نے، ثقافتی طائفوں کی طرح عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے بجائے خواص کے دلوں میں ہندوستان کی تاریخی،

تہذیبی، علمی اور فنی عظمت کے لیے جگہ پیدا کی ہے۔

۵۔ میرے نزدیک کونسل کے قیام میں مولانا کی ذہانت کا یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ مولانا نے اس کے لیے گورنمنٹ کی گرانٹ پر انحصار کرنے کے بجائے اس کی عمارت اتنی عظیم الشان تعمیر کرا دی کہ اس کے مختلف حصوں اور منزلوں کے کرائے کی آمدنی اتنی ہو جائے کہ کونسل اپنے انتظام و انصرام اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے خود کفیل ہو اور گورنمنٹ کی کسی قسم کی گرانٹ کی محتاج ہی نہ رہے۔

آئی سی سی آر مولانا کا منصوبہ تھا، انھی نے اسے قائم کیا تھا، وہی اس کے بانی صدر تھے اور انھی کے ہاتھ میں اس کے انتظامات کی ڈور تھی۔ اس کے قیام کے منصوبے اور مقاصد اور دائرہ کار کے تعین میں مولانا کی بہترین علمی، فکری اور ذہنی صلاحیتوں کا اظہار ہوا ہے۔

گلزار نقوی چیف لائبریرین آئی سی سی آر نے حضرت مولانا آزاد کی تحریروں کے کچھ نقوش کونسل کے ملازمین کے فائلوں سے اخذ کر کے ایک مضمون کی صورت میں مرتب کیے تھے اور مجلہ "ایوان اردو" (مولانا ابو الکلام آزاد نمبر، ۱۹۸۸ء، دہلی) میں چھپوا دیے تھے۔ ان کے مطالعے سے بھی مولانا کی سیرت، اصول پسندی اور انتظامی صلاحیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

آثارِ آزاد کے اس حصے میں ہم نے یہ نقوش مرتب کر دیے ہیں اور دیگر حوالوں سے ایم۔ ایڈ۔ گرے فورڈ اور لارڈ ہیوم کے خطوط بھی جو "آثارِ آزاد" میں شامل نہیں تھے، مرتب کر کے اسی مقام پر کتاب میں شامل کر دیے ہیں۔

آئی سی سی آر :۱	[۲۱۶]	اندراج #

باقر حسین صاحب (۱) سپرنٹنڈنٹ آئی - سی - سی - آر نے مکان کے
کرایہ الاؤنس میں اضافے کے لیے درخواست دی تھی۔ صدر آئی - سی - سی - آر
مولانا آزاد نے اسے منظور کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"مکان کا جو کرایہ انھیں آج کل دینا پڑتا ہے، اس کا بوجھ کم کرنے کے لیے انھیں ہاؤس الاؤنس زیادہ ملنا چاہیے۔ چناں چہ ماہوار چالیس روپیہ کا اضافہ ان کے ہاؤس الاؤنس میں منظور کیا جاتا ہے۔

۱۔ مئی ۱۹۵۲ء سے اضافہ دیا جائے"۔

آزاد(۲)

حواشی:

(۱) باقر حسین ابن جعفر علی خاں شاہ آبادی مولانا آزاد کی بہن فاطمہ بیگم آرزو کی بیٹی آمنہ بیگم کے بیٹے تھے۔ آرزو کی شادی معین الدین عرب سے ہوئی تھی۔

(۲) مولانا کے دستخط کے ساتھ تاریخ پڑھی نہیں جا سکی۔ لیکن چوں کہ درخواست ۲۳۔ جنوری ۱۹۵۲ء کو دی گئی تھی۔ اس لیے یقین ہے کہ یہی تاریخ یا اس کے ایک دو دن بعد کی تاریخ ہو گی۔

آئی سی سی آر :۲	[۲۱۷]	اندراج #

ایس - ایم علی سیکریٹری آئی - سی - سی - آر کی ملازمت کا ایک سال
پورا ہونے پر توسیع مدت ملازمت کی درخواست پر صدر آئی - سی - سی - آر
مولانا آزاد نے تحریر فرمایا:

"جن لفظوں میں گزشتہ سال ان کے تقرر کا آرڈر لکھا گیا تھا (یعنی بغیر کسی تعین

کے ون منتھ نوٹس کی بنیاد پر تقرر) ویسا ہی ایک آرڈر ٹائپ کر کے پیش کیجیے تو دستخط کر دوں"۔

آزاد

۲۶۔فروری ۱۹۵۲ء

آئی سی سی آر:۳	[۲۱۸]	اندراج #

ڈاکٹر اے۔سی۔سین ایڈیٹر "انڈو ایشین کلچر" کے اولین چھ ماہ کے تقرر کی مدت پوری ہونے پر ان کی توسیع مدت ملازمت کی درخواست پر مولانا آزاد نے تحریر فرمایا:

"مجھے امید ہے کہ جو کام ان کے سپرد ہوا ہے وہ اسے برابر انجام دیتے رہیں گے۔ سردست ایک برس کے لیے اور مدت تقرر کی بڑھادی جاتی ہے۔شرائط وہی ہوں گے جو ابتدائی تقرر کی چٹھی میں لکھے گئے تھے"۔

آزاد

۲۰۔اکتوبر ۱۹۵۲ء

آئی سی سی آر:۴	[۲۱۹]	اندراج #

"انڈو ایشین کلچر" کے ایڈیٹر ڈاکٹر سین کی اضافہ، تنخواہ کی درخواست پر مولانا آزاد نے بہ حیثیت صدر آئی۔سی۔سی۔آر یہ فیصلہ صادر فرمایا:

"میگزین کوارٹرلی ہے۔اس کے تمام آرٹیکل مختلف لوگوں کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں، جنھیں معقول رقم معاوضے میں دی جاتی ہے۔

مسٹر سین کو صرف مضامین ترتیب دے کر پریس میں بھیج دینا پڑتا ہے۔ایسی حالت میں مجھے امید کرنی چاہیے کہ جو تنخواہ انھیں دی جا رہی ہے، کم نہیں ہے"۔

آزاد

۸۔جولائی ۱۹۵۲ء

آئی سی سی آر:۵	[۲۲۰]	اندراج #

ڈاکٹر سین نے انڈین ہسٹری کانگریس الہ آباد میں شریک ہونے اور مقالہ پیش کرنے کے لیے اجازت چاہی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا نے تحریر فرمایا:

"یہ کاغذ چٹھیوں میں رہ گیا تھا۔غالباً سکریٹری صاحب نے پھر دوبارہ لکھا تھا اور میں نے منظوری دے دی ہے۔لیکن اگر ایسا نہ ہوا ہو تو اب منظوری دے دیتا ہوں۔ ڈاکٹر سین کانگریس کے اس اجلاس میں ضرور شریک ہوں"۔

آزاد

۱۳-۱۲-۱۹۵۴ء

آئی سی سی آر:٦	[۲۲۱]	اندراج #

سیکریٹری آئی۔سی۔سی۔آر مسٹر ایس۔ایچ۔برنی نے کسی ملازم کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی تھی۔مولانا آزاد کی یہ تحریر اسی رپورٹ پر ہے۔سیکریٹری کے ٹائپ شدہ خط اور صدر آئی۔سی۔سی۔آر کے آرڈر میں ان صاحب کے نام کی جگہ خالی ہے۔

"------ کی سروس کا پچھلا ریکارڈ جو میرے علم میں آیا ہے، وہ اچھا نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انھیں ملازمت سے الگ کیا جائے۔ لیکن چوں کہ سیکریٹری صاحب نے مجھ سے خاص طور پر سفارش کی اور کہا کہ انھیں وارننگ دے دی گئی ہے اور امید ہے کہ آیندہ ان کا طرزِ عمل درست ہو جائے گا، اس لیے میں نے ان کی سفارش منظور کر کے اپنی رائے بدل دی۔

اب کم سے کم جو بات کی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس سال ان کی ترقی روک

دی جائے۔ اگر انھوں نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے کو حق دار ثابت کیا تو آیندہ سال اس معاملے پر غور کیا جائے گا۔

.... کو میری یہ تحریر دکھا دی جائے"۔

آزاد

۱۲۔ مئی ۱۹۵۳ء

مولانا کے اس فیصلے پر درخواست صفائی کے جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا:

"میں نے پوری طرح غور کر کے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی"۔

آزاد

۱۹۔ مئی ۱۹۵۳ء

آئی سی سی آر: ۷	[۲۲۲]	اندراج #

مئی ۱۹۵۳ء میں ایک صاحب کی خراب کارکردگی کی بنا پر ان کی سالانہ ترقی روک دی گئی تھی۔ اب ان کی کارکردگی سے اطمینان کے بعد ان کی سالانہ ترقی کے اجرا کی منظوری دے دی گئی۔ مولانا نے سیکریٹری کی رپورٹ پر تحریر فرمایا:

ایک سال کے لیے .... (ا) کی ترقی روک دی گئی تھی۔ ابھی سال پورا نہیں ہوا ہے۔ بہر حال سیکریٹری صاحب اب اگر اس کے طرزِ عمل سے مطمئن ہیں تو ۱۵۔ مارچ ۱۹۵۴ء سے اس کی تنخواہ میں وہ اضافہ کیا جائے جو قاعدے کی رو سے ہونا چاہیے لیکن پچھلے مہینوں کی رقم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت اضافہ روک دیا گیا تھا ان مہینوں کی تنخواہ اسے مل چکی ہے، وہ اس کا حق تھا۔

آزاد

۲۲-۲-۱۹۵۴ء

حواشی:

(۱) ان صاحب کا نام یہاں بھی ظاہر نہیں کیا گیا۔

آئی سی سی آر: ۸	[۲۲۳]	اندراج #

سیکریٹری آئی۔ سی۔ سی۔ آر، ایس۔ ایچ برنی نے این کرشنا سوامی کے بہ حیثیت ویلفیئر آفیسر تقرر کے لیے درخواست پیش کی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا نے دریافت کیا:

"پہلے جو آدمی مقرر کیا گیا تھا اس کی تنخواہ کیا تھی؟"

آزاد

۲۵- ستمبر ۱۹۵۳ء

دوسرے روز مولانا نے اس سلسلے میں تحریر فرمایا:

"اچھی بات ہے۔ سردست صرف ایک برس کے لیے رکھا جائے"۔

آزاد

۲۶-۹-۱۹۵۳ء

آئی سی سی آر: ۹	[۲۲۴]	اندراج #

ویلفیئر آفیسر کرشنا سوامی کی توسیع، ملازمت کے سلسلے میں سیکریٹری آئی۔ سی۔ سی۔ آر مسٹر ایس۔ ایچ برنی کے دفتری خط پر مولانا نے یہ تحریر فرمایا:

"شری کرشنا سوامی کی ملازمت ایک برس کے لیے اور بڑھائی جاتی ہے۔ اب انھیں چار سو پچاس روپے تنخواہ ملے گی"۔

آزاد

۲۲-۹-۱۹۵۴ء

اندراج #	[۲۲۵]	آئی سی سی آر: ۱۰

آئی - سی - سی - آر کا آفس اور کتب خانہ شروع سے حیدر آباد ہاؤس میں قائم تھا، جس کا کرایہ دیا جاتا تھا۔ اسے کچھ عرصے کے لیے جے پور ہاؤس میں منتقل کیا گیا تھا۔ اب پھر حیدر آباد ہاؤس میں اسے منتقل کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ سیکریٹری سید حسن برنی صاحب کے خط پر مولانا نے تحریر فرمایا:

"میں نے کونسل کے آفس کے ہٹانے کی منظوری پرائم منسٹر کے کہنے سے دی تھی۔ انھوں نے دو باتوں کا وعدہ کیا تھا؛

(۱) جوں ہی مہاراجہ بھوٹان واپس گیا، کونسل کا آفس اور لائبریری پھر حیدر آباد ہاؤس میں واپس آجائے گی۔

(۲) آفس اور لائبریری کے ہٹانے اور پھر واپس لانے کا انتظام اور تمام خرچ اکسٹرنل افیرز برداشت کرے گا۔

اس لیے سکریٹری کو میرا حوالہ دے کر صاف انکار کر دینا چاہیے اور فوراً حیدر آباد ہاؤس واپس آنا چاہیے (۱)"۔

آزاد

۱۷-۲-۱۹۵۴ء

حواشی:

(۱) لیکن حالات ایسے پیش آئے کہ کونسل کا آفس اور کتب خانہ حیدر آباد ہاؤس منتقل نہیں ہو سکا۔ اسے پٹودی ہاؤس منتقل کیا گیا اور اس کی اپنی مستقل بلڈنگ آزاد بھون میں منتقل ہونے تک وہیں رہا۔

اندراج #	[۲۲۶]	آئی سی سی آر: ۱۱

نور الدین احمد کے بہ حیثیت لائبریرین تقرر کا حکم نامہ مولانا آزاد کے قلم سے:

انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشنز

کونسل کے کتب خانے کی نگرانی اور حفاظت کے لیے نور الدین احمد کو لائبریرین مقرر کیا جاتا ہے۔

وہ سر دست یہ کام بغیر تنخواہ کے کریں گے۔ضابطہ پورا کرنے کے لیے ان کی تنخواہ ایک روپیہ ماہوار رکھی جائے۔

۲۵۔اگست ۱۹۵۴ء سے انھیں چارج لے لینا چاہیے (۱)۔

آزاد

۲۳۔۸۔۱۹۵۴ء

حواشی:

(۱) نور الدین احمد مولانا آزاد کے بڑے بھائی مولوی غلام یاسین آہ (ف ۱۹۰۶ء) کے بیٹے تھے مولانا آزاد کے انتقال کے بعد وہ کلکتہ میں اپنے ننھیالی عزیزوں کے پاس چلے گئے تھے۔ یکم ستمبر ۱۹۹۲ء کو وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

آئی سی سی آر: ۱۲	[۲۲۷]	اندراج #

آئی۔ سی۔ سی۔ آر کے کتب خانے کے ناظم کے لیے کمیٹی نے ۲۷۵-۲۰-۵۷۵-۲۵-۵۰۷ کا اسکیل مقرر کیا تھا اور ورکنگ لائبریرین نور الدین احمد کے مستقل تقرر اور ۳۲۵ روپے تنخواہ کا فیصلہ کیا تھا۔ نیز یہ کہ یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء سے اس فیصلے پر عمل کیا جائے۔ مولانا نے اس فیصلے کے سلسلے میں یہ تحریر فرمایا:

(۱) نورالدین کی تنخواہ سر دست =/۳۲۵ روپے سے شروع کی جائے۔

(۲) تنخواہ کے ساتھ وہ الاؤنس بھی دینا چاہیے جو ہم کونسل کے ملازموں کو دے رہے ہیں۔

(۳) مجھے معلوم ہوا ہے کہ نورالدین کو اگست [۱۹۵۵ء] سے تنخواہ دینا طے ہو گیا تھا، اس لیے اس کی ملازمت ۱۔اگست سے قرار دی جائے، نہ کہ ۱۔اکتوبر سے (۱)۔

آزاد

۱۹-۱۰-۱۹۵۵ء

حواشی:

(۱) نور الدین احمد ۲۵۔ اگست ۱۹۵۴ء سے کام کر رہے تھے، لیکن وہ اس خدمت کی کوئی تنخواہ وصول نہیں کرتے تھے۔ اگست ۱۹۵۵ء سے انھیں تنخواہ دینے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن لائبریرین کے اسکیل اور ان کی تنخواہ کے تعین کا مسئلہ باقی تھا۔ اب جب کہ ان کی تنخواہ کا تعین ہو گیا تھا، تو مولانا نے یکم اگست سے اس کا اطلاق ضروری سمجھا۔

آئی سی سی آر: ۱۳	[۲۲۸]	اندراج #

۵۔ ستمبر ۱۹۵۶ء کو نور الدین احمد لائبریرین نے کسی ذاتی وجہ سے استعفا دے دیا تھا۔ مولانا نے ان کے استعفے پر تحریر فرمایا:

انڈین کونسل کے لائبریرین نور الدین کی یہ درخواست مجھے ملی ہے۔ میں اس کا استعفا منظور کرتا ہوں۔

سکریٹری صاحب سردست لائبریری کی نگرانی کا عارضی انتظام کر دیں۔ آیندہ کسی دوسرے شخص کے تقرر کے معاملے پر غور کیا جائے گا۔

آزاد

۵۔ ستمبر ۱۹۵۶ء

آئی سی سی آر: ۱۴	[۲۲۹]	اندراج #

کونسل میں لائبریرین کی جگہ تقریباً دس ماہ تک خالی رہی۔ اس دوران میں نور الدین کا ترکِ ملازمت کا سبب یا شکایت بھی دور ہو گئی اور وہ ملازمت کے جاری رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں مولانا نے سیکریٹری کونسل کو یہ خط لکھا:

سکریٹری انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشنز!

کتب خانے کے لیے لائبریرین کی جگہ ابھی تک خالی ہے۔ چوں کہ نور الدین احمد نے اس کے لیے آمادگی ظاہر کی ہے کہ بلا تنخواہ کام کرے گا، اس لیے اسے مقرر کیا جاتا ہے۔

تنخواہ صرف ایک روپیہ ماہوار ہوگی۔

آزاد

۱-۷-۱۹۵۷ء

آئی سی سی آر: ۱۵	[۲۳۰]	اندراج #

اسسٹنٹ ویلفیئر آفیسر کی حیثیت سے بربودھ مہتا کے تقرر کے سلسلے میں سکریٹری آئی۔سی۔سی۔آر کے دفتری خط پر مولانا نے تحریر فرمایا:

۳۵۰ روپیہ اس جگہ کی تنخواہ ہے۔ اب اسے بڑھانا مناسب نہیں ہوگا۔ آیندہ دیکھا جائے گا۔

آزاد

۲۱-۱۰-۱۹۵۴ء

آئی سی سی آر: ۱۶	[۲۳۱]	اندراج #

کونسل کے دو ملازمین کے ہاؤس الاؤنس میں اضافے کے لیے سکریٹری آئی۔سی۔سی۔آر نے ایک دفتری خط لکھا تھا۔ مولانا نے اس کے دونوں دفعات پر اپنے قلم سے "الف" اور "ب" ڈال کر خط کے نیچے یہ لکھ دیا:

"الف" اور "ب" منظور

آئی سی سی آر: ۱۷	[۲۳۲]	اندراج #..

کونسل کے نائب صدر کے اختیارات خرچ کے بارے میں ایک

دفتری خط پر مولانا نے یہ تحریر فرمایا:

سکریٹری صاحب یہ فائل لے کر مجھ سے زبانی بات کرلیں۔

آزاد

۲-۵-۱۹۵۵ء

سکریٹری سے گفتگو کے بعد مولانا نے یہ فیصلہ درج فرمایا:

وائس پریسیڈنٹ (۱) کو اختیار ہو گا کہ ایک ہزار روپے تک کے اخراجات کا فیصلہ کر دیں اور اس کی اطلاع پریسیڈنٹ کو دے دیں۔

ایک ہزار کی رقم کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں اس سے زیادہ کا خرچ نہ ہو اور اگر اس کے بعد پھر کوئی خرچ ہزار روپے تک کا پیش آجائے تو ضروری ہو گا کہ پچھلے ہزار روپے کی منظوری پریسیڈنٹ کی انھیں مل گئی ہو۔

آزاد

۳-۵-۱۹۵۵ء

حاشیہ:

(۱) وائس پریسیڈنٹ کے عہدے پر فائز خواجہ غلام السیدین (ف ۱۹۷۱ء) اور پروفیسر ہمایوں کبیر (ف ۱۹۶۹ء) کے نام معلوم ہوئے ہیں۔

گرفورے، ایم۔ایڈ: ۱	[۲۳۳]	اندراج #..

۱۸۔ نومبر ۱۹۵۵ء

مولانا آزاد نے وزیر اعظم ایم ایڈ گرفورے کو سلطان محمد یوسف کے مڈگاسکر کی نظر بندی سے واپس بلانے پر مبارک باد کا پیغام روانہ کیا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"مسٹر گوفورے نے تمام مشکلات پر قابو پا کر سلطان کو مراقش میں پھر بلا کر

امن کے لیے ایک نیا راستہ کھول دیا ہے۔ مراقش کے مسئلے کو حل کرنے میں یہ ان کا پہلا قدم ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اگر فرانس نے مراقش کی مانگ قبول کر کے ان کی قومی آزادی اور انسانی حقوق کو تسلیم کر لیا تو فرانس آزاد قوموں کی صف میں ایک خاص مقام کا مالک ہو گا۔(۱)

حوالہ: مولانا آزاد ...... ایک سیاسی ڈائری۔ مرتبہ اختر بن یحییٰ انصاری۔ ص ۵۳۴

ہیوم، لارڈ: ۱	[۲۳۴]	اندراج #..

۹۔ اگست ۱۹۵۵ء

انڈیا آفس لائبریری کی منتقلی کے سلسلے میں مولانا نے لارڈ ہیوم کے خط کا جواب بھیج دیا ہے۔ دو ٹوک الفاظ میں اسے لکھ دیا ہے:

"ہندوستان لارڈ ہیوم کے اس وعدے کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ انڈیا آفس لائبریری برطانیہ کی ملکیت ہے۔"(۱)

اس خط کی ایک کاپی حکومت پاکستان کو بھیج دی گئی ہے (۲)۔

حواشی:

(۱) لارڈ ہیوم سیکریٹری برطانوی دولتِ مشترکہ نے مولانا کے اس بیان کی صداقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

(۲) بحوالہ عبداللطیف اعظمی، آج کل، نئی دہلی، مولانا آزاد نمبر ۱۹۸۸ء ص ۳۷

ہیوم، لارڈ: ۲	[۲۳۵]	اندراج #..

۱۰۔ اکتوبر ۱۹۵۵ء (۱)

انڈیا آفس لائبریری کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ کی ایک کانفرنس اگر دہلی میں ہو تو بہتر ہے۔ پاکستان نے صاف طور پر کئی بار اعلان کر دیا ہے کہ یہ لائبریری سابق غیر منقسم حکومت ہند کے دو جانشین، حکومتِ

ہندوستان اور حکومتِ پاکستان کی ملکیت ہے۔

یہاں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا جارہا ہے کہ برطانیہ کے ذمہ دار حضرات نے پاکستان کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے پڑوسی ممالک کو لائبریری کی تقسیم میں اپنا حصہ مانگنے پر ورغلانا شروع کر دیا ہے (۲)۔

حواشی:

(۱) عبداللطیف اعظمی نے اس خط کی تاریخ ۱۱۔ اگست ۵۵ء درج کی ہے۔ آج کل، دہلی، مولانا آزاد نمبر ۱۹۸۸ء۔ ص ۳۷

(۲) مولانا آزاد .... ایک سیاسی ڈائری، مرتبہ اخر بن یحییٰ انصاری۔

حصہ سوم

ضمیمہ جات

اس حصے میں مولانا آزاد کے افکار وافادات پر مشتمل تین ضمیمے ہیں؛

پہلا ضمیمہ : مسلم وقف بل اور اس کے بارے میں مولانا کی رائے گرامی پر مشتمل ہے۔

دوسرا ضمیمہ : مولانا آزاد کی اس تقریر پر مشتمل ہے جو انھوں نے کانگریس کے مدراس سیشن ۱۹۵۵ء میں کی تھی۔ ہندوستان کی جدید معاشی واقتصادی اور سماجی تعمیر کے سلسلے میں یہ نہایت فکر انگیز تقریر ہے۔

تیسرا ضمیمہ : مولانا آزاد کے تین خطوط کے اردو مسودات اور انگریزی ترجمہ ان کی اس شکل میں ہے۔ جس میں وہ مکتوب الیہ کو پہنچے تھے۔

ضمیمہ:۱

(ڈاکٹر کاٹجو کے نام مولانا آزاد کے خط نمبر ۲ کے متعلق)

مسلم وقف بل کے سلسلے میں پارلیمنٹ میں کارروائی جاری تھی ـــ یہاں یہ بل اور اس کے بارے میں مولانا آزاد کے خیالات "سلیکٹڈ ورکس آف مولانا ابوالکلام آزاد" (جلد ۷)، مرتبہ راویندرا کمار (۱۹۹۲ء، دہلی) سے پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ مسلم ویلفیئر بل:

Muslim Wakfs Bill

Shri Kazmi (Sultanpur Distt. North-*cum*-Faizabad Distt.-South-West): I beg to move:

> "That the Bill to provide for the better governance and administration of Muslim Wakfs and the supervision of Mutawallis' management of them in India, be referred to a Select Committee consisting of Dr. Syed Mahmud, Shri M. Hafizur Rahman, Shri Ahmad Mohiuddin, Shri Gurmukh Singh Musafir, Pandit Krishna Chandra Sharma, Shri Hira Vallabh Tripathi, Maulana Muhammad Saeed Masuodi, Col. B.H. Zaidi, Shri Mohanlal Saksena, Chaudhri Hyder Husein, Shri Amjad Ali, Shri Syed Ahmed, Dr. N.M. Jaisoorya, Shrimati Subhadra Joshi, Shri C.C. Biswas, Shri S.V.L. Narasimham, Shri Atma Singh Namdhari, Shri Piare Lall Kureel Talib, and the Mover, with instructions to report by the last day of the second week of the next session."

Mr. Chairman: I do not find in the copy of his motion before me any mention of the second week of the next session.

Shri Kazmi: Instead of 8th May i am moving "the last day of the second week of the next session."

Mr. Chairman: Very well.

Shri Kazmi: This Bill was with the permission of the House circulated for eliciting opinion. At the time I moved for eliciting opinion I had given a short summary of the Bill. I may just say that this Bill as a matter of fact is the result of a study of all the Wakf Acts which are in force in various States. But there is a large number of States which have got no Wakf Act at all. And it was for the purpose of co-ordinating the

various States in the matter of supervision of Mutawallis in the administration of Wakfs that it was considered proper to have a Central Bill which can be applied to any of the States in which there is no Wakf Act at the present time. As a matter of fact for that very reason Delhi, U.P and Bihar were exempted from the operation of the provisions of this measure in so far as they had Wakf Boards already constituted in those places.

Now, a very large number of opinions has been received. Some of them have already been circulated to hon. Members of this House. And hon. Members will find that the majority of them, with the exception of those that oppose it on sentimental ground, are in favour of the Bill and in favour of the principle of the Bill.

The only comments adverse to the Bill are in connection with the constitution of the Central Board, that it may prove to be an expensive one. But as a matter of fact, if you, Sir, will look to the scheme of the Bill, probably the Central Board will be the least expensive and will do probably very useful work.

In addition to the opinions that have already been circulated to the hon. Members there is a very large amount of opinion that has been received by the Government, which has not been published but which has been placed in the Library of the House. And from that it appears that a very overwhelming majority of people is in favour of the constitution of Boards of Management to look to and supervise the activities of Mutawallis in various States of India. For this reason I do not think it is necessary for me at this stage to deal with the various points that have been raised, because it is for the Select Committee to consider them.

Mr. Chairman: Motion moved:

> "That the Bill to provide for the better governance and administration of Muslim Wakfs and the supervision of Mutawallis' management of them in India, be referred to a Select Committee consisting of Dr. Syed Mahmud, Shri M. Hafizur Rahman, Shri Ahmed Mohiuddin, Shri Gurmukh Singh Musafir, Pandit Krishna Chandra Sharma, Shri Hira Vallabh Tripathi, Maulana Muhammad Saeed Masuodi, Col. B.H. Zaidi, Shri Mohanlal Saksena, Chaudhuri Hyder Husien, Shri Amjad Ali, Shri Syed Ahmed, Dr. N.M Jaisoorya, Shrimati Subhadra Joshi, Shri C.C. Biswas, Shri S.V.L. Narasimham, Shri Atma Singh Namdhari, Shri Piare Lall Kureel Talib, and the Mover, with instructions to report by the last day of the second week of the next session."

۲۔ مولانا آزاد کی رائے:

Maulana Abul Kalam Azad's remarks on Muslim Wakfs Bill Moved by Mr. Kazmi in Rajya Sabha on 13-3-1953

The Minister of Education and Natural Resources and Scientific Research (Maulana Azad): I want the position to be clarified. Therefore I would like to say a few words with your permission. My friend, the Law Minister has explained the attitude of Government in this regard. If the majority of Muslim Members of the House want to pursue this Bill, Government would not come in their way. Regarding the point, which he has expressed in the form of his personal opinion *i.e.* Government should frame a new Bill, we should bear in mind that no such decision has been made by the Government as yet and it is too early to say whether it will be able to make such a decision. If in future Bill seeking to preserve and administer all the Wakfs belonging to Hindus, Muslims, Jainis and Sikhs comes before Parliament, the present Bill, it is clear, would not prove and obstruction. By passing this Bill, Government would repeal this Act.

There is no doubt that this Bill contains many things which require further consideration, but if it is referred to the Select Committee, it is hoped these will be fully considered and then Parliament will have ample opportunity to pass its verdict.

Further remark to the question raised by Mr. Radhey Lal regarding the formulation of the Bill.

Maulana Azad: It does not apply to all, but it has been so formulated that it may be extended to any community which likes to have it.

ضمیمہ: ۲

(متفرقات نمبر ا، شمار: ۲۱۳ کے متعلق)

اشتراکی معاشرہ اور اشتراکی طرز کا معاشرہ
مولانا ابوالکلام آزاد
کی
ایک اہم تقریر

کانگریس کے سالانہ اجلاس مدراس (۱۹۵۵ء) میں ہندوستان میں ایک نئے معاشی نظام کی تبدیلی کے سلسلے میں جو قرارداد مولانا نے پیش کی تھی، اس کا تعارف خود مولانا کے قلم سے متفرقات کے ضمن میں پیش کیا جاچکا ہے۔یہاں مولانا کی وہ تقریر نقل کی جاتی ہے جو انھوں نے قرارداد کی وضاحت کے سلسلے میں فرمائی تھی۔

پہلے وہ نوٹ ملاحظہ فرمائیے جو ہفت روزہ "چٹان" لاہور نے اس تقریر پر درج کیا تھا۔نوٹ یہ ہے:

"مولانا ابوالکلام آزاد نے پچھلے دنوں مدراس اور میسور میں دو اہم تقریریں کیں۔ اول الذکر تقریر میں جو آپ نے کانگریس کے ساٹھویں اجلاس میں فرمائی "ہندوستان کی جدید منزل مقصود" یعنی "سوشلسٹ طرز کے سماج" سے متعلق قرارداد پیش کی۔ "ٹائمز آف انڈیا" نے، جس کا دامن نگارش مولانا کے سلسلے میں ہمیشہ بخل کے دھبوں سے داغ دار رہا ہے، اپنے شخصیات کے کالم میں مولانا کے اس طرز بیان کو پیغمبرانہ انداز سے تعبیر کیا اور لکھا کہ وہ بول نہیں رہے تھے بلکہ سامعین پر جادو کر رہے تھے۔

معاصر عزیز مدینہ کے صفحات سے ہم اس تقریر کے علمی اجزا کو قارئین کے استفادے کے لیے نقل کرتے ہیں"۔(ادارہ چٹان۔لاہور)

مولانا نے فرمایا:

"آپ سب جانتے ہیں کہ دنیا اس وقت دو "ازموں" .... کیپٹل ازم (سرمایہ داری) اور سوشل ازم (اشتراکیت) میں بٹی ہوئی ہے اور دو بلاک ان "ازموں" کی قیادت کر رہے ہیں۔ دونوں کا متفقہ مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی کی تشکیل ایسے خطوط پر کی جائے جو عوام کے لیے سودمند ہو۔ لیکن یہاں پھر اس غلطی کو دہرایا گیا ہے جو انسان نے اکثر مقاصد اور ذرائع میں تمیز نہ کر کے کی ہے۔ اس کی کلاسیکی مثال اس پروفیسر کی ان کوششوں میں ملتی ہے جو ستاروں کے مطالعے کے لیے ایک بہت بڑی دوربین بنانا چاہتا تھا۔ لیکن دوران تکمیل ہی میں ایک ستارے کا بھی مطالعہ کیے بغیر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اس قسم کی غلطی سوشل ازم کے داعی کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایک سوشلسٹ اصول مرتب کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر سوشل ازم پر مؤثر طور پر عمل پیرا ہونا ہے تو پھر اس پر آنکھ بند کر کے "الف" سے "ے" تک عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو پھر یہ "سوشل ازم" سوشل ازم نہیں رہے گا۔ ایسے ہی سرمایہ داری کے داعی اپنے اصول سے بری طرح چمٹے ہوئے ہیں۔

کارل مارکس کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا آزاد نے کہا:

"مارکس عظیم ترین مفکر تھا، جس نے صنعتی انقلاب کے بعد امیروں اور غریبوں میں پیدا ہونے والی خلیج کو پاٹنے پر زور دیا۔ مارکس نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک نظریہ پیش کیا، لیکن بعد میں یہ "ذریعہ" بذاتِ خود "مقصد" کی شکل اختیار کر گیا۔ اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس طرح سرمایہ داری اور سوشل ازم کے مبلغوں نے ذرائع کی تو پوجا شروع کر دی اور مقاصد کو نظرانداز کر دیا۔"

مولانا آزاد نے کہا:

"حقیقی چیز یہ ہے کہ دولت کی تقسیم منصفانہ طور پر ہو۔ یہ مقصد خواہ "قومیانے" سے حاصل ہوتا ہے یا کسی اور ذریعے سے، ایک بالکل مختلف چیز ہے۔

ہماری رائے میں یہ بالکل غلط ہے کہ سوشل ازم مؤثر اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس پر الف سے ے تک عمل کیا جائے۔ مختلف ممالک میں مختلف مسائل ہوتے ہیں اور ایک ہی اصول سب پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم کسی "ازم" سے بھی خود کو منسلک نہیں کریں گے۔ ہم کسی ایسی چیز کو قبول نہیں کریں گے جو ہمیں صرف اذعانی اصولوں پر چلنے کے لیے مجبور کرے۔ ہم اس پر بھی یقین نہیں رکھتے کہ دنیا میں صرف دو "ازم" کیپٹل ازم اور سوشل ازم ہی ہیں۔ ہم تو یہاں تک بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان دو ازموں کے علاوہ دنیا میں کوئی تیسرا اور چوتھا "ازم" بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ہم نے "سوشل ازم" کے بجائے دانستہ "سوشلسٹ طرز کے سماج" کی اصطلاح رکھی ہے۔

ہماری قرارداد سوشل ازم کے بنیادی اصولوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ اصول سود مند ہیں اور سوشلسٹ طرز کے سماج کی تشکیل میں بہت مدد دے سکتے ہیں اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پیداوار کے بڑے بڑے ذرائع سماجی ملکیت یا کنٹرول میں ہونے چاہییں۔ نیز یہ کہ تدریجی طور سے پیداوار میں اضافہ کیا جانا چاہیے تاکہ قومی دولت کی منصفانہ تقسیم کا مقصد حاصل ہو سکے۔ آج سب سے بڑا امتحان یہ ہے کہ پیداوار کو کس طرح بڑھایا جائے اور جب تک دولت میں اضافہ نہیں ہوتا اس وقت تک یہ لوگوں میں تقسیم نہیں ہو سکتی"۔

مولانا نے نجی سرمایہ لگانے والوں کو یقین دلاتے ہوئے کہا:

"سوشلسٹ طرز کے سماج" میں نجی سرمایہ کاروں کے لیے پوری جگہ موجود ہے۔ کانگریس نے ۱۹۴۸ء میں حکومت کی معاشی پالیسی سے متعلق بیان کی پوری تائید کی ہے۔ حکومت کی اس پالیسی میں نجی سرمایہ کاروں کے لیے ایک واضح مقام موجود

ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کانگریس نے اس نظریے کی پوری حمایت کی ہے کہ افزایش پیداوار کے لیے نجی سرمایہ کاروں کو حکومت کا پورا تعاون و امداد ملنی چاہیے۔ جمشید پور فولاد سازی کے کارخانے کی توسیع کے لیے حکومت نے ٹاٹا والوں کو قابل ذکر اقتصادی امداد دی ہے۔ ہمارے سامنے اصل منزل مقصود پر پہنچنا ہے اور وہ ہے پیداوار میں اضافہ کرنا، اور اگر یہ مقصد یعنی پیداوار میں اضافہ ہمیں نجی سرمایہ کاروں کو مدد دینے سے حاصل ہو جاتا ہے تو ہم اس میں کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت نجی سرمایہ کاروں کو کھلی چھٹی بھی نہیں دے سکتی۔ قیمتوں اور منافع پر کچھ نہ کچھ کنٹرول ضرور ہونا چاہیے۔

اکثر یہ آواز اٹھائی جاتی ہے کہ نجی سرمایہ کاروں کے ہاتھوں میں جو صنعتیں ہیں ان کو "قومیا" دیا جائے، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ یہ اقدام ہماری معاشیات کے لیے طاقت کا سبب بنے گا یا کمزوری کا؟ ہمارا نصب العین یہ ہے کہ پیداوار میں اضافہ ہو۔ پس اگر ہم نجی صنعتوں کو "قومیانے" کا قدم اٹھاتے ہیں تو یقیناً یہ قدم صنعتی ترقی کی راہ میں حائل ہو جائے گا۔ چوں کہ سرکاری عملہ جو ان نجی صنعتوں کو اپنے انتظام میں لے گا، ہو سکتا ہے اس میں وہ صلاحیت، تجربہ اور قابلیت نہ ہو جو ان لوگوں میں ہے جو ان صنعتوں کو برسوں سے چلا رہے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ جو ان نجی صنعتوں کو قومیائے جانے پر ان کے مالکوں کو بطور ہرجانہ دیا جائے، اسے نئی قومی صنعتیں قائم کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

(ہفت روزہ چٹان، لاہور، ۷۔ فروری ۱۹۵۵ء)

ضمیمہ: ۳

یہ معلوم ہے کہ مولانا آزاد جو دفتری ہدایات وجوابات تحریر فرماتے تھے انھیں انگریزی میں ترجمہ کر کے خط کی شکل میں مولانا کے دستخطوں سے متعلقہ افراد کو بھیجا جاتا تھا۔ ہم یہاں مولانا کے چند خطوط کے مضمون اور ان کے انگریزی تراجم درج کرتے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ مولانا کی تسوید انگریزی ترجمہ کے بعد کیا شکل اختیار کرتی تھی۔

۱۔ پنجاب راؤ دیش مکھ کو مولانا نے لکھا تھا:

مائی ڈیر پنجاب راؤ دیش مکھ!

آپ نے نئے کاغذ پر چھپے ہوئے "اسٹیٹس مین" کی جو کاپی مجھے بھیجی ہے، اسے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ یہ تجربہ پوری طرح کامیاب ہوگا۔

آپ کا مخلص

ابوالکلام آزاد

اس خط پر مولانا کے دستخط نہیں، نہ تاریخ وسنہ تحریر درج ہے، لیکن انگریزی میں مکتوب الیہ کو جو خط بھیجا گیا اس پر صرف سن تحریر ۱۹۵۳ء درج ہے اور خط کا خاتمہ روایت کے مطابق ہوا ہے۔ خط یہ ہے:

1953

My dear Punjabrao Deshmukh,

I am very glad to see the copy of the Statesman printed on the new kind of newsprint which you have sent me. My best wishes for the means of this experiment.

Your's sincerely,

A. K. Azad

اردو اور انگریزی خط کے مضمون کے موازنے اور مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی میں اردو کا ٹھیک ترجمہ ہے۔

۲۔ دوسرا خط پنجاب کے وزیر اعلیٰ بھیم سین سچر کے نام ہے۔ خط کا اردو مضمون یہ ہے:

مائی ڈیر سچر!

کنور (مہندر سنگھ) بیدی کے بارے میں آپ کا وائرلس پیغام ملا تھا اور میں نے یہ جواب دے دیا تھا کہ اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا تو پھر میں اس پر زور نہیں دیتا، لیکن اس کے بعد میں نے ایگری کلچرل منسٹری سے مزید حالات دریافت کیے تو مجھے معلوم ہوا کہ بیدی کا معاملہ ان لوگوں سے مختلف ہے جو دلی اسٹیٹ گورنمنٹ میں پنجاب سے لیے جاتے ہیں اور اس لیے ان کے معاملے کو دوسرے پوائنٹ آف ویو سے دیکھنا چاہیے۔

کنور بیدی دلی میں سنٹرل گورنمنٹ کے مطالبہ پر آئے تھے۔ بلاشبہ انھیں دلی آئے ہوئے تین برس سے زیادہ مدت گزر چکی ہے۔ لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ میں باہر کے کئی آفیسرز چار چار پانچ پانچ برس سے کام کر رہے ہیں۔ اب دلی گورنمنٹ انھیں نہیں لینا چاہتی، سنٹرل ایگری کلچرل منسٹری لینا چاہتی ہے۔ اس نے یہ بات صاف کر دی ہے کہ اگر کسی وجہ سے گورنمنٹ آف پنجاب کنور بیدی کو نہیں دے سکتی تو وہ پھر ان کی جگہ پنجاب کے کسی دوسرے آفیسر کو لینے کے لیے تیار نہیں۔ انھوں نے یو۔پی کا ایک آفیسر اپنے سامنے رکھا ہے، وہ اسے لیں گے۔

ان حالات میں میں سمجھتا ہوں یہ مناسب ہوگا کہ کنور بیدی کو آپ اجازت دے دیں۔ ایگری کلچرل منسٹری کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کاشت کاری کی زندگی سے واقف ہو اور ان کے

مسائل میں ذاتی طور پر انٹرسٹ لے سکے۔ اس کام کے لیے کنور بیدی ہر طرح موزوں ہوں گے اور سنٹرل گورنمنٹ کو اپنے اس ضروری کام میں ان سے مدد ملے گی"۔

۹۔ جون ۱۹۵۳ء

یہ چٹھی شملہ کے اڈرس پر جائے گی۔

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ خط پر مقام تحریر اور مولانا کے دستخط نہیں اور تاریخ خط کے آخر میں درج ہے۔ نیز آخری جملہ بہ طور ہدایت دفتر کے لیے زاید ہے۔ انگریزی میں مقام تحریر درج ہے۔ تاریخ تحریر قاعدے کے مطابق اوپر اور خط کے خاتمے پر مکتوب الیہ کا نام اور منصب کی صراحت ہے۔ مولانا کے اس خط کی انگریزی میں یہ شکل ہے:

New Delhi,
9th June, 1953

My dear Bhimsen Sachar,

In reply to your wireless message regarding Mahendra Singh Bedi I have sent you one yesterday saying that in this matter I leave it to you to do what is proper. There is, however, one aspect of this matter which has been brought to my notice and which I would like you to consider. While it is true that service of the Punjab Government Officers is not generally lent to the Delhi State for more than five years and should not be so lent, this practice does not affect the loan of such officers to the Central Government. There are in fact many officers in the Central Government who were lent by the States and have been here for more than five years. Since it is the Central Ministry of Food & Agriculture that has asked for Bedi's services and not the Delhi State, the case stands on a different footing than if the Delhi State had asked for an extension of his services. Moreover, the Ministry of Food & Agriculture are not likely to choose another officer from the Punjab Government in place of Bedi, if the latter's services are not lent. I do not wish to press you in this matter but if you think that there is any force in these arguments, you might reconsider your previous objection and let Bedi's services be lent to the Food & Agriculture Ministry.

Your's sincerely,
A. K. Azad

Shri Bhimsen Sachar,
Chief Minister, Punjab.

اردو اور انگریزی خطوں کے مضمون کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ لفظ بہ لفظ نہیں بلکہ آزاد ترجمہ یا خیالات کی ترجمانی ہے۔

۳۔ نمونے کا تیسرا خط پنڈت جواہر لال نہرو کے نام ہے۔ اس کا اردو مضمون یہ ہے:

مائی ڈیر جواہر لال!

کانگرس ورکنگ کمیٹی کے پچھلے جلسے میں ہم نے ایک رزولیوشن پاس کیا تھا۔ جس میں گورنمنٹ کو توجہ دلائی تھی کہ لائف انشیورنس سسٹم کا فائدہ دیہاتی پاپولیشن کو بھی پہنچانا چاہیے۔ بعد کو میں نے اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور اسے فوراً عمل میں لانا چاہیے۔ عمل میں لانے کا صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ انشیورنس بزنس کا نچلا حصہ پانچ ہزار تک کا نیشنلائزڈ کر دیا جائے اور ایک آفیشل ایجنسی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔

میں ایک ریزولیوشن کا ڈرافٹ بھیجتا ہوں تاکہ ورکنگ کمیٹی پرسوں اس پر غور کر سکے۔

آزاد

اس خط پر بھی نہ تاریخ و مقام تحریر درج ہے اور نہ خط کا خاتمہ روایت کے مطابق ہوا ہے۔ یعنی اظہار اخلاص اور مولانا کے اس پر دستخط نہیں۔ تاریخ و مقام تحریر تو انگریزی میں بھی نہیں اور جو سنہ ۱۹۵۳ء درج ہے وہ درست نہیں۔ اس لیے کہ اس رزولیوشن کا تعلق کانگریس کے اجلاس مدراس ۱۹۵۵ء سے ہے۔ انگریزی مضمون اردو کا

ٹھیک ٹھیک ترجمہ ہے۔ انگریزی خط یہ ہے:

1953

My dear Jawaharlal,

At the last meeting of the Working Committee we passed a Resolution drawing the Government's attention to the desirability of extending the benefit of Life Insurance to the rural population. Since then I have been thinking over this matter and fell that it is of great importance and should be implemented as soon as possible. The right way of doing so would be to nationalise. The business of Life Insurance covering salaries of Rs. 5,000 and below and of entrusting it to some official agency. I am sending you a draft resolution on these lines for discussion by the Working Committee the day after tomorrow.

Your's sincerely,

A. K. Azad

حوالہ: انگریزی خطوط کے جو متن یہاں درج کیے گئے ہیں وہ "سیلیکٹڈ ورکس آف مولانا ابوالکلام آزاد" مرتبہ ڈاکٹر راویندر اکمار سے ماخوذ ہیں۔

اشاریہ

(آثارِ ونقوش مولانا ابوالکلام آزاد)

پاکستان کے تین علمی اداروں کی مشترکہ سعی سے "پاکستان اور ہندوستان کی آزادی کے پچاس سالہ جشن مسرت کے موقع پر دونوں ملکوں کی ترقی وخوش حالی، اختلافات کے منصفانہ و آبرو مندانہ تصفیے اور دونوں ملکوں کے مابین خوش گوار برادرانہ تعلقات کی استواری کی آرزو" کے ساتھ ذیل کی سات تاریخی، سیاسی سوانحی، ادبی کتابوں کا ایک سیٹ شائع کیا گیا ہے:

۱۔ انڈیا ونس فریڈم: مولانا ابوالکلام آزاد، ترجمہ پروفیسر محمد مجیب، تدوین ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

۲۔ مکاتیب مولانا عبید اللہ سندھی: مرتبہ ״

۳۔ مناقب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی: مرتبہ مولانا افضال الٰہی دیوبندی

۴۔ کلیات آزاد: مولانا ابوالکلام آزاد، مرتبہ: ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے چند بزرگ، دوست اور عقیدت مند مرتبہ ״

۶۔ آثار و نقوش: مولانا ابوالکلام آزاد مرتبہ ״

۷۔ علمائے ہند کا سیاسی موقف: مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرتبہ ״

ان کتابوں کی اشاعت کا اہتمام مولانا عبید اللہ سندھی اکیڈمی، ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور مجلس یادگار شیخ الاسلام نے کیا ہے

مولانا عبیداللہ سندھی کا دیوبند سے اِخراج

پس منظر کے واقعات و شخصیات

مؤلّف و مرتّب

ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری

ناشر

مولانا عبیداللہ سندھی اکیڈمی پاکستان

کراچی ۷۵۸۰۰

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی
یاد میں شائع ہونے والی کتب

۱- ایمان افروز باتیں	مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی	75/=
۲- اسلام کیسے پھیلا؟	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	12/=
۳- بیعت کی شرعی حیثیت	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	30/=
۴- پاکیزہ عہد	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	12/=
۵- تحریک شیخ الہند	مولانا سید محمد میاںؒ	135/=
۶- تکبر اور فساد	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	15/=
۷- جمعیۃ العلماء کیا ہے؟	مولانا سید محمد میاںؒ	150/=
۸- حیات شیخ الاسلامؒ	مولانا سید محمد میاںؒ	110/=
۹- سفرنامہ شیخ الہندؒ	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	120/=
۱۰- شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، ایک سیاسی مطالعہ	ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری	90/=
۱۱- مولانا حسین احمد مدنیؒ (ایک سیاسی مطالعہ)	ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری	100/=
۱۲- مولانا حسین احمد مدنیؒ (ایک تاریخی مطالعہ)	مولانا فرید الوحیدی	280/=
۱۳- علمائے ہند کا شاندار ماضی (چار حصے)	مولانا سید محمد میاںؒ	567/=
۱۴- علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے	مولانا سید محمد میاںؒ	189/=
۱۵- علمائے ہند کا سیاسی موقف	مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ	150/=
۱۶- فتویٰ دار الحرب ... تاریخی و سیاسی حیثیت	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	15/=
۱۷- مکتوبات شیخ الاسلامؒ (مکمل چار حصے)	مولانا نجم الدین اصلاحیؒ	700/=
۱۸- مکتوبات شیخ الاسلامؒ (سلوک و تصوف)	مولانا نجم الدین اصلاحیؒ	80/=
۱۹- مناقب شیخ الاسلامؒ مولانا حسین احمد مدنی	مولانا افضال الہیٰ دیوبندی	90/=
۲۰- مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شعرا کی نظر میں	حافظ تنویر احمد شریفی	زیر طبع

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ، بالمقابل مقدس مسجد، اردو بازار۔ کراچی نمبر: ۷۴۲۰۰